

۸۶
۹۲

الحديث

بحواب

البريلونيت

تأليف
شيخ الحديث والمحدثين
علاء فرید ہزاروی مدظلہ

ناشر غوثیہ کتب خانہ
امردو بکراہ
گوجرانوالہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
وَقُلْ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفُرْ

احسان الہی طہر کی کتاب البریلویت کا مکمل رد اور مسکت جواب

”البریلویت“

بجواب

”البریلویت“

(حصہ اول)

از قلم

استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی محمد غلام فرید شوی ہزاروی

ناشر

غوثیہ کتب خانہ - اردو بازار - معطل مارکیٹ گوجرانوالہ

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
۷	عرض مؤلف	۱
۹	سبب تالیف	۲
۱۰	عرض ناشر	۲
۱۱	انقباض	۴
۱۲	ابتدائیہ	۵
۲۰	تقدیم بحوالہ تقدیم	۶
۲۹	شعبہ تبلیغ احمدیت کی شہادت	۷
۳۰	چیلنج فریدی	۸
۳۳	شرک کی تعریف	۹
۳۴	ابن تیمیہ اور محمد بن عبد الوہاب پر کفر کے فتویٰ کی تحقیق	۱۰
۴۱	ابن تیمیہ کے باطل عقائد و تکفیر اور سبب تکفیر	۱۱
۴۵	اتحاد و اتفاق کی دعوت اور مسلمانوں سے فرار	۱۲
۴۸	المقدمہ بحوالہ مقدمہ	۱۳
۵۰	بریلوی مسلک نیا نہیں	۱۴
۵۲	زور دار چیلنج	۱۵
۵۴	قزاقی کی حرمت پر ایک حوالہ	۱۶
۵۵	نذر کا حکم شرعی	۱۷



جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	التجذیب بحوالہ البریلویت
تالیف	مفتی محمد غلام فرید صاحب ہزاروی
صفحات	۲۲۷
پریم	۲۵۰
ناشر	محمد منور حسین جدوی
تعداد	۱۰۰۰

ناشر

غوثیہ کتب خانہ - اردو بازار کجرا نوالہ

میلے کا پتہ

- مکتبہ نعمانیہ - اقبال روڈ سیالکوٹ
- مکتبہ قادریہ نظامیہ - اندرون لوہاری دروازہ لاہور
- شبیر برادرزہ - ۴۰ - اے اردو بازار لاہور
- مکتبہ نوربہ رضویہ - گنج بخش روڈ لاہور
- دارالعلوم انتشاریہ رضویہ - انتشارع الجامعہ
- ۴۰۰ - اے ماڈل ٹاؤن گو حبر نوالہ

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
۶۰	باب اول بجواب باب اول	۱۸
۶۱	نام پر اعتراض	۱۹
۶۲	عبدالمصطفیٰ عبدالنبی نام کا حدیث سے ثبوت	۲۰
۶۲	غیر مقلدین کے امام سے اس کا جواز ثابت ہے۔	۲۱
۶۴	حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کا حوالہ	۲۲
۶۵	زنگ کی بحث	۲۳
۶۷	بنیائی پر اعتراض	۲۴
۷۱	تیز مزاجی کا جواب	۲۵
۷۳	فحش زبانی کا غوغار	۲۶
۷۶	اعلیٰ حضرت کی ذہانت پر اعتراض	۲۷
۸۲	اعلیٰ حضرت کی تشیع سے بیزاری	۲۸
۸۶	شیعہ کے بارے میں آپ کا حکم اور فتویٰ	۲۹
۹۰	ترتیب اغواث پر اعتراض کا جواب	۳۰
۹۲	ایک اور اعتراض کا جواب	۳۱
۱۰۲	اقراری شیعہ کون ؟	۳۲
۱۰۳	اعلیٰ حضرت کے ذرائع معاش پر اعتراض	۳۳
۱۰۶	ولہیوں کو چیلنج	۳۴
۱۱۰	آپ کی بعض عادات پر اعتراض	۳۵
۱۱۳	ہاتھ پاؤں چومنا	۳۶
۱۱۴	اعلیٰ حضرت کے اسلوب بیان پر اعتراض	۳۷

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
۱۱۷	اعلیٰ حضرت کی لغت پر اعتراض	۳۸
۱۲۰	اعتراض بر تعداد مؤلفات اور اس کا جواب	۳۹
۱۲۲	ایک اور اعتراض	۴۰
۱۲۴	نباشت قلبی کا اظہار	۴۱
۱۲۵	جہاد اور مجاہدین کی مخالفت اور انگریز کی حمایت کا الزام	۴۲
۱۳۸	اکابر الحدیث کے نزدیک جہاد انگریز کے خلاف حرام تھا۔	۴۳
۱۴۳	ایک اعتراض کا جواب	۴۴
۱۴۷	مبالغات کا جواب	۴۵
۱۵۰	صحابہ کرام کی گستاخی کا الزام اور جواب	۴۶
۱۵۷	ایک اعتراض کا جواب	۴۷
۱۶۲	اسناد حقیقی ذاتی و عطائی اور اسناد مجازی کا بیان	۴۸
۱۶۴	تحقیقی جواب	۴۹
۱۶۶	اصولی بحث	۵۰
۱۶۶	حقیقت ذاتیہ و عطائیہ کی بحث	۵۱
۱۷۵	ایک اور اعتراض کا جواب	۵۲
۱۷۶	زعما اہلسنت حقیقی بریلوی کا تذکرہ	۵۳
۱۷۹	بریلوی کہلانے کے اہم وجہ	۵۴
۱۸۰	بریلویت نیا فرقہ نہیں ہے	۵۵
۱۸۱	ہجرت سے انکار کی وجہ	۵۶
۱۸۲	نزدک مولات کی مخالفت کا الزام	۵۷
۱۸۵		

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۵۸	ڈاکٹر اشتیاق حسین کی شہادت	۱۸۶
۵۹	اعجاز الحق قدوسی کی شہادت	۱۸۶
۶۰	محمد جعفر شاہ پلواری کی شہادت	۱۸۷
۶۱	باب دوم بجواب باب دوم	۱۸۸
۶۲	بشریت کا انکار اور اس کا جواب	۱۹۰
۶۳	بہتانِ عظیم کا جواب	۱۹۱
۶۴	بے ضمیرے کا ایک اور جھوٹ	۱۹۲
۶۵	استغاثہ اور استعانت بغیر اللہ	۱۹۳
۶۶	آیاتِ مبارکہ کا بیان	۱۹۶
۶۷	آیاتِ منقولہ کا تفصیلی جواب	۲۰۱
۶۸	حدیثِ مبارکہ کا جواب	۲۰۴
۶۹	انبیاء و اولیاء کی قدرت اور اختیارات	۲۰۸
۷۰	بہتانات و افتراءات کا جواب	۲۱۰
۷۱	قدرت، تصرف و اختیارات انبیاء و انبی کے دلائل	۲۱۱
۷۲	نام نہاد و علامہ کا ضبط	۲۱۳
۷۳	غیر اللہ کی طرف اسنادِ مجازی اور اسنادِ حقیقی کے دلائل	۲۱۵
۷۴	براہِ راست غیر خدا کی طرف کسی فعل کی اسناد کے دلائل	۲۱۶

الحمد لله وكفى وسلا على عبادة الذين يطعوا

اما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم ط

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

عرض مؤلف

قارئین کرام!! چند روز قبل اخبارات میں مملکت پاکستان کے وزیراعظم جناب محمد نواز شریف کے بھائی اور قومی اسمبلی کے ممبر جناب شہباز شریف نے ایک تقریب میں غرورس البلاد لاہور شہر میں یہ اعلان کیا ہے کہ جو شخص احسان الہی ظہیر کی کتاب ”البرمجۃ“ کا جواب لکھے گا۔ میں اسکو ایوارڈ یعنی انعام دوں گا۔ اس اعلان کے بعد کثیر تعداد میں عوام اہلسنت میں اضطراب پیدا ہوا کہ آج تک اس کتاب کا جواب علماء اہلسنت نے کیوں نہیں دیا؟ حالانکہ یہ اعلان ایک حد تک لاعلمی پر مبنی تھا۔ شہباز شریف کو معلوم نہیں تھا کہ اسکا جواب علامہ عبدالحکیم صاحب شرف قادری دو کتابوں ”اندھیر سے اجالے تک“ اور ”شیتے کے گھر“ کی شکل میں دے چکے ہیں۔ جو تاحال لا جواب چلی آرہی ہیں۔ نیدو کے علم کے مطابق بعض حضرات نے اس اعلان کو مذہبی منافرت پھیلانے کی کوشش اور سازش بھی قرار دیا ہے۔ مگر نیدو اس رائے سے متفق نہیں ہے۔ یہ خاندان شریف یا فساد پسند بھی نہیں ہے اور ملک کا غدار بھی نہیں ہے اور ایسی سازش صرف وہ کر سکتا ہے۔ جو ان مذکورہ دو صفات مذمومہ میں سے کم از کم ایک سے متصف ہو۔ سیاسی طور پر اختلاف رائے اپنی جگہ پر درست ہے اور ان سے بھی کیا جاسکتا ہے۔ مگر ایسے بے ہودہ اتہام و بہتان اس خاندان پر لگانا ہرگز مناسب نہیں ہے۔ بلکہ ایسا کرنا ظلم عظیم ہے اور عوام اہلسنت کا اضطراب بھی کسی حد تک بے خبری پر مبنی ہے۔

عرض ناشر

البتہ یہ بات اپنی جگہ درست ہے۔ علامہ قادری صاحب نے اندھیرے سے اجالے
اور شیشے کے گھر نامی کتابوں میں بالاستیعاب یعنی ہر بات کا جواب دینا فروری
نہ سمجھا۔ اسلئے عوام الناس میں اس کو جواب نہ سمجھا گیا نیز چونکہ قادری صاحب نے
اپنی کتابوں کے نام ہی ایسے رکھے ہیں جن کے ناموں سے قطعاً معلوم نہیں ہوتا کہ
یہ کسی کتاب کا جواب ہیں۔ اس وجہ سے زیادہ تر لوگ "البر لویت" کو نا حال لا جواب
تصور کرتے رہے ہیں۔ خصوصاً غیر مقلدین لا جواب ہی قرار دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے۔
اسکا مترجم عطاء الرحمن ثاقب بھی اس کو لا جواب قرار دیتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ اس کا
جواب ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ ظہیر صاحب نے مولانا احمد رضا خاں صاحب کے اپنے
اقتباسات پیش کئے ہیں۔ حالانکہ یہ سفید جھوٹ ہے۔ حکومت آئندہ صفحات میں
انشاء اللہ تعالیٰ ثابت کریں گے۔ اور ہم انشاء اللہ تعالیٰ "البر لویت" کی ہر بات کا جواب
اختصار کے ساتھ لکھیں گے۔ سوائے ان باتوں کے جو فرقین کے مابین متفق علیہم ہوں
گی۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں ہے پراپتہ کردی ہے اور اسی سے اتمام و اکمال کی توفیق مانگتا
ہوں۔ وهو الموفق لا تمام والا کمال۔ والصلوة والسلام علی من ہو
جامع لکل کمال۔



محمد غلام فرید رضوی سعیدی ہزاروی
جامعہ فاروقیہ رضویہ گوجرانوالہ
۱۰ ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ
مطابق ۱۹ اکتوبر ۱۹۹۱ء

لیجئے! استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی محمد غلام فرید صاحب ہزاروی مدظلہ کی تصنیف "البر لویت"
جواب البر لویت آپ کے پیش نظر ہے۔ یہ کتاب احسان الہی ظہیر کی سوائے زمانہ کتاب البر لویت کے رد میں لکھی
گئی ہے۔ اس سے قبل بھی علماء اہل سنت نے "البر لویت" کے رد میں مختلف پمفلٹ اور کتب کی صورت
میں جواب احسان الہی ظہیر کی موجودگی میں ہی لکھ دیئے تھے۔ لیکن ظہیر کی موت کے بعد وہابیوں نے یوں
کی طرف سے دواویلا کچھ زیادہ ہی ہونے لگا کہ سنی بریلوی علماء نے آج تک "البر لویت" کا جواب نہیں
دیا۔ اس کا جواب ہو ہی نہیں سکتا۔ اس کا جواب کوئی دے ہی نہیں سکتا؟ وعیزہ وعیزہ۔ حالانکہ
"البر لویت" کے رد میں جواب لکھے گئے ہیں مگر نجدیوں کی ضد اور ہٹ دھرمی کا کیا جائے۔
بہر حال علماء و احباب اہل سنت نے استاذ محترم مدظلہ سے امداد کیا کہ "البر لویت" کے ہر اعتراض
ہر بات اور ہر باب کا علیحدہ علیحدہ مسکت جواب ہونا چاہیے۔ چنانچہ اصرار کے مطابق استاذ محترم
مدظلہ نے اس کا مکمل جواب لکھنے کے بعد ناہیہ کو یہ تصنیف شائع کرنے کے کیلئے عطا فرمائی۔ بفضلہ
ناہیہ نے اس کی کتابت کا کام شروع کر دیا۔ اس دوران کن کن پریشانیوں، مشکلات و مسائل کا سامنا
کرنا پڑا۔ اس کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا بہت احسان اور فضل ہے
کہ تمام کاٹوں، پریشانیوں اور دشواریوں کے باوجود کتاب پایہ تکمیل تک پہنچی ہے اور اب اسے قارئین
کرام کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ یہاں میں ان علماء و کرام کا بھی شکریہ ادا
کرنا چاہتا ہوں۔ جو میرے دکھ درد میں شریک ہوئے اور نہایت شفقت فرماتے ہوئے بھرپور
تعاون بھی فرمایا۔ ان میں مولانا علامہ محمد عبدالعزیز چشتی صاحب، حضرت مولانا علامہ ابوداؤد
محمد صادق صاحب، علامہ مفتی محمد غلام فرید صاحب ہزاروی، حضرت علامہ مولانا محمد سعید احمد مجتہدی
صاحب اور دیگر علماء و احباب کا بھی مشکور ہوں جو شروع ہی سے ہمارے شفقت و محبت اور تعاون فرما
رہے ہیں۔ کتاب کی کتابت میں حتیٰ الوسع غلطیاں لگانے کی کوشش کی گئی ہے اگرچہ یہی قارئین کرام
کو کہیں غلط محسوس ہو تو ضرور مطلع کریں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں درست کیا جاسکے۔ "البر لویت" دو جہدوں
میں شائع ہو رہی ہے۔ پہلا حصہ آچکے ہاتھوں میں ہے۔ عنقریب دوسرے حصہ بھی شائع ہو رہا ہے۔
دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس کوشش کو قبول و منظور فرمائے۔ آمین۔

انتساب

بندہ ناچیز اپنی اس کاوش کو اپنے استاذی المکرم جامع معقول و منقول شیخ القرآن حضرت علامہ مولانا غلام علی صاحب اوکاڑوی کی ذات گرامی سے منسوب کرتا ہے۔ جسکی نظر کرم اور دعاؤں سے بندہ اس خدمت کے قابل ہوا ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مدظلہ کو مکمل طور پر مصیبت فرمائے اور تادیر انکا سایہ عاطفت اہلسنت کے سروں پر قائم رکھے۔ آمین یا رب العالمین۔

اظہار تشکر

بندہ یہاں حضرت الحاج مولانا ابوداؤد محمد صادق صاحب اور جناب قاری القرآن قاری منیر احمد جماعتی صاحب۔ علامہ محمد شریف صاحب ہزاروی اور دیگر احباب اہلسنت کا بھی شکر گزار ہے۔ جنہوں نے اس کتاب کی تالیف کے سلسلہ میں حوصلہ افزائی فرمائی۔ ہر قسم کا تعاون فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

اگر بندہ اس موقع پر جناب محمد منور حسین مجددی مالک غوثیہ کتب خانہ اردو بازار گوہر النوالہ کا شکریہ ادا نہ کرے تو حق ناشناسی ہوگی۔ جنہوں نے بندہ کے ساتھ بھرپور تعاون فرمایا۔ پہلے بندہ کی کتاب تحقیق نماز جنازہ شائع کی۔ اور اب "النجذیر" بحوالہ البریلویت" کو پیش کر رہے ہیں۔ احباب اہلسنت کو ان سے بھرپور تعاون کرنا چاہیے۔ اور انکی شائع کردہ کتابوں کو ضرور خرید کر اور مطالعہ کر کے مسلک حق سے آگاہی حاصل کرنی چاہیے۔ عزیزیم مسلک حق کا کافی درد رکھتے ہیں۔ اور مسلک کی نشرو اشاعت کیلئے اللہ تعالیٰ انکی مساعی جلیلہ کو قبول فرمائے اور اجر عظیم مرحمت فرمائے۔ آمین۔ یا رب العالمین۔

محمد غلام فرید ہزاروی

سبب تالیف

شہباز شریف کے اعلان کے بعد علوم اہلسنت اور چند مخصوص احباب کا مطالبہ ہوا اور طرح کیا۔ بعض احباب نے "ہی البریلویت" اور اسکا ترجمہ بھی پیش کر دیا اور جواب لکھنے کی تاکید کی۔ عوامی اضطراب اور احباب کے اصرار اور نواز شریف کے بھائی شہباز شریف کے اعلان کے بعد جواب لکھنا ضروری سمجھا تاکہ کوئی سنی مسلمان کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہو جائے اور یہ نہ سمجھے کہ علماء اہلسنت میں اس کے جواب کی صلاحیت یا حوصلہ نہیں ہے۔ اس لئے بندہ احباب کے اصرار پر اور عوام کے اضطراب اور شہباز شریف کے اعلان کے پیش نظر جواب دینا ضروری سمجھا۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس جوانی کتاب کو قارئین کے لئے باعث اطمینان بنائے گا۔ اور عوام کیلئے ذریعہ ہدایت اور ہمارے لئے وسیلہ نجات بنائے گا۔ آمین۔ یا رب العالمین

بجاہ حبیب سید المرسلین
صلی اللہ علیہ وسلم و علی آلہ واصحابہ اجمعین !!



ابتدائیہ

۱۲

قارئین! اب میں بلا تمہید طولانی "البریلویہ" کے مترجم کی بعض باتوں کا جواب نمبر وار لکھتا ہوں۔ پھر اصل کتاب "البریلویہ" کی ہر بات کا نمبر وار جواب عرض کروں گا۔ قارئین کرام مستریم تاق صاحب لکھتے ہیں کہ۔

①- جدید طبقے نے اسلام کے نام پر خرافات اور بدعات کا ارتکاب ہوتے ہوئے دیکھا تو اس نے تحقیق کی بجائے یہ گمان کر لیا کہ شاید مذہب اسلام اسی کا نام ہے۔ چنانچہ بریلوی انکار نے ناسل کو اسلام سے دور کر کے اتحاد ولادینیت کی آغوش میں چمٹک دیا۔ (ص ۱۳)

الجواب | الانا ویتشرع بما فیہ۔ یعنی برتن سے وہی کچھ باہر آتا ہے جو اس کے اندر ہوتا ہے۔ وہاں بیت خود چونکہ اتحاد ولادینیت کے مجموعہ کا دوسرا نام ہے۔ کیونکہ انکا عقیدہ ہے کہ خدا جھوٹ بول سکتا ہے۔ جیسا کہ انکے اکابر میں سے اسماعیل دہلوی نے اپنی کتاب "میکروزہ" میں بڑے زور دار انداز میں لکھا ہے۔

ملاحظہ ہوں۔ صفحات ۱۵-۱۶-۱۷-۱۸

"اسکا اصل امکان کذب سے مراد دخول کذب تحت قدرت باری تعالیٰ ہے۔" ملاحظہ ہو۔ ضمیمہ "برہین قاطعہ" مطبوعہ سادہ پورہ ص ۲۷ اور مزید دیکھیے۔

"پس مذہب جمیع محققین اہل اسلام و صوفیاء کرام و علماء عظام کا اس مسئلہ میں ہے کہ کذب داخل تحت قدرت باری تعالیٰ ہے۔" ملاحظہ ہو۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۹)

یہ مذہب عقیدہ غیر مقلد و بائوں کا ہے کہ خدا جھوٹ بول سکتا ہے۔ یعنی جھوٹ جو مذہب ملت سے منتصف ہر سکتا ہے (العیا ذبائش)

۱۳

آج تک غیر مقلدین نے نہ میکروزہ پر اعتراض کیا ہے اور نہ ہی "برہین قاطعہ" اور فتاویٰ رشیدیہ کی مذکورہ بالا عبارات پر کوئی اعتراض کیا جو اس بات کی ٹھوس دلیل ہے کہ انکا عقیدہ بھی یہی ہے اگر ان کا عقیدہ یہ نہ ہوتا تو کبھی ان عبارات پر اعتراض کیا ہوتا یا ان کا رد لکھا ہوتا۔ مگر غیر مقلدین نے ایسا نہیں کیا بلکہ ایسی عبارات تجذیبہ لکھنے والے علماء کی تعریف میں رطب اللسان رہے ہیں۔

چونکہ اختصار مقصود ہے۔ اسلئے میں وہابیوں غیر مقلدوں کے وہ عقائد اور نظریات سارے کے سارے اس وقت پیش نہیں کر رہا۔ جن کو پڑھ کر ان کا اتحاد اور ولادینیت بالکل اظہر من الشمس ہو جاتی ہے۔ جھوٹ بول سکنے کا عقیدہ نقل کر دیا ہے۔ جو انکے اتحاد ولادینیت اور گستاخ باری تعالیٰ ہونے کو آفتاب نیمروز کی طرح واضح کر رہا ہے۔ قارئین کرام روحانی بندے اوصاف روحانی کے منظر ہوتے ہیں اور شیطانی بندے اوصاف شیطانی کے منظر ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ ہم الحمد للہ روحانی توحید کے حامل ہیں اور غیر مقلدین وہابی اور مقلد وہابی شیطانی توحید کے علمبردار ہیں۔ جبرجہاں عین لعین کو آدم علیہ السلام کے سجدہ کے موقع پر آدم کو سجدہ کرنے میں شرک نظر آیا۔ یہ سجدہ غلط نظر آیا اور یہ سجدہ توحید کے خلاف نظر آیا یونہی آج کے دور میں شیطانی توحید کے علم برداروں کو محفل میلاد شریف، گیارہویں شریف، صلوة و سلام مع القیام بعد الجمعہ عرس شریف اور ایسے ہی دیگر معمولات اہلسنت شرک و بدعت و حرام و ناجائز اور خرافات نظر آتے ہیں۔ اللہ والوں کی تعظیم و توقیر ادب و احترام کا جو جذبہ ملائکہ کرام میں تھا۔ جسکی وجہ سے وہ حکم پاتے ہی آدم کے آگے سجدے میں جھک گئے۔ بعینہ وہی جذبہ آج اہلسنت کے دلوں میں موجزن ہے۔ مگر صرف تعظیم و توقیر ادب و احترام پر اکتفا کرتے ہیں۔ سجدہ کو چونکہ شرع نے حرام قرار دے دیا ہے۔ اسلئے سجدہ کو یہ بھی حرام ہی مانتے ہیں بلکہ سجدہ سے سختی کے ساتھ منع کرتے ہیں۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے سجدہ

سنت رسول بُری بھی ہو سکتی ہے ہرگز نہیں اور شارح مسلم مسلم شریف کی شرح نووی ص ۳۲۹ ج ۲ میں صراحتہً لکھتے ہیں کہ باب "من سن سنة حسنة او سيئة ومن دعا الى هدى او ضلالة قل له صلى الله عليه وسلم من سن سنة حسنة ومن سن سنة سيئة الحديث وفي الحديث الا تحسن دعا الى هدى ومن دعا الى ضلالة قل له ان الحديثان صريحان في الحث على استحباب من الامور الحسنة ونهي عن الامور السيئة وان من سن سنة حسنة كان له مثل اجر كل من يعمل بها الى يوم القيامة ومن سن سنة سيئة كان عليه مثل مذكل من يعمل بها الى يوم القيامة وان من دعا الى هدى كان له مثل اجر من تابعه او الى ضلالة كان عليه مثل آثام من تبعه سواء كان ذاك الهدى والضلالة هو الذي ابتداء امر كان مسوقاً اليه وسواء كان ذاك تعلم علماً وعبادة او ادب وغير ذلك -

ترجمہ :- یہ باب ہے اس شخص کے بیان میں جس نے کوئی اچھا طریقہ یا بُرا طریقہ ایجاد کیا اور اس کے بیان میں جس نے ہدایت یا گمراہی کی طرف بلایا۔ قول حضور علیہ السلام کہ جس نے کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا اور جس نے کوئی بُرا طریقہ ایجاد کیا آخر حدیث تک اور دوسری حدیث میں ہے کہ جس نے ہدایت کی طرف بلایا اور جس نے گمراہی کی طرف بلایا۔ یہ دونوں حدیثیں صریح ہیں اچھے طریقے ایجاد کرنے کے استحباب پر ترغیب دینے میں اور بُرے طریقے ایجاد کرنے کی حمت میں اور یہ کہ جو شخص کوئی اچھا طریقہ ایجاد کرتا ہے۔ اسکو قیامت تک اس پر عمل کرنے والوں کے برابر اجر ملے گا اور جو شخص کوئی بُرا طریقہ ایجاد کرتا ہے۔ قیامت تک اس پر عمل کرنے والوں کے برابر اسکو گناہ ہوگا۔ اور جو شخص ہدایت کی طرف بلاتا ہے اسکو تمام پیروی کرنے والوں کے برابر اجر ملے گا اور جو شخص گمراہی کی طرف بلائے گا تو اس پر پیروی کرنے والوں کے برابر گناہ ہوگا۔ خواہ یہ ہدایت اور گمراہی وہ جسکی آئینہ ابتداء کی ہے یا اس سے پہلے موجود ہوا اور خواہ یہ علم سکھانا ہو یا عبادت ہو یا ادب وغیرہ ہو۔

اس عبارت میں علامہ شارح نے ایک تفسیر کی ملاوٹ کو متعین کر دیا ہے کہ سنت سے مراد سنت رسول بھی نہیں اور سنت رسول کا ایجاد بھی نہیں ہے بلکہ کسی نئے طریقے کی ایجاد مراد ہے۔ یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ امور حسنہ کی ایجاد مستحب ہے اور امور سیئہ کی ایجاد حرام ہے۔ پھر یہ بھی بتا دیا ہے کہ چاہے یہ ایجاد ابتدا ہو یا مسبوق الیہ ہو۔ پھر یہ بھی فرما دیا ہے کہ ایجاد از قبل علم ہو یا از قبل عبارت یا ادب وغیرہ کے قبیلہ سے ہو۔ اس عبارت نے تو منکرین محمولات الہمت کا مطلقہ بند کر دیا ہے اور ان کے لئے تو یہ عبارت تائیدِ حقیم بن کر گری ہے۔ بندہ نے قبل ازیں یہ کہا تھا کہ ہر ترک رسول معیار نہیں عدم جواز کا۔ بلکہ عدم جواز کا معیار نہی و ممانعت رسول ہے۔ اسکی تائید میں علامہ ابن قیم مقتدا نے وہابیہ خبیہ کا ایک حوالہ بھی ملاحظہ ہو۔

علامہ ابن قیم مقتدا نے وہابیہ خبیہ قراۃ قرآن کے ایصالِ ثواب کے جواز و عدم جواز پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ۔ فان قيل هو صلى الله عليه وسلم ارشد هدى الصوم والصدقة والحج دون القنطرة۔ قيل هو صلى الله عليه وسلم لم يبدأ بهم بذكر ذلك بل خرج ذلك من مخرج الجواب لهم فهذا سأل عن آفة عن صيته فاذن له وهذا فاذن له ولم يمنهم مما سوى ذلك (كتاب الروح ص ۱۲۷) ترجمہ :- اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضور علیہ السلام نے اپنے صحابہ کو روزے اور صدقہ اور حج کے متعلق تو ہدایت فرمائی مگر قنطرة قرآن کے ثواب کے ایصال کی ہدایت نہیں فرمائی (لہذا روزے صدقہ، حج کا ثواب قومیت کو پہنچایا جاسکتا ہے مگر قنطرة قرآن کا نہیں) تو جواب میں کہا جائے گا کہ حضور علیہ السلام نے از خود ابتداً روزے وغیرہ کے ثواب کے بارے میں کچھ نہیں فرمایا۔ بلکہ آپ نے جو فرمایا وہ سوال کے جواب میں فرمایا ہے کسی نے اپنی میت کو روزے کے ثواب کے متعلق دریافت کیا کسی نے صدقہ کے متعلق اور کسی نے حج کے متعلق سوال کیا تو آپ نے ہر سوال کرنے والے کو اجازت فرمائی۔ مگر ان کے علاوہ کسی فعل کے ثواب کے پہنچانے سے آپ نے منع نہیں فرمایا۔

مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی اسکے متعلق سوال کرتا تو آپ اسکی بھی اجازت فرمادیتے مگر چونکہ منع نہیں کیا۔ اسلئے جواز میں کوئی شک نہیں ہے۔ غیر مقلدین کے پیشوا کی عبارت صریح ہے کہ عدم جواز کے لئے دلیل منع کا ہونا ضروری ہے۔ اگر دلیل منع موجود نہیں تو منع بھی نہیں ہے۔ اگر قرآن کا ثواب میت کو پہنچانا اسلئے جائز ہے کہ اس سے آپ نے منع نہیں فرمایا تو پھر ہم کہتے ہیں کہ میلاد، گیارہویں، عرس وغیرہ معمولات اہل سنت پر بھی پیغمبر علیہ السلام کی منع کی دلیل موجود نہیں ہے۔ اسلئے انکا جواز واجباً ثابت ہے۔ اور ثاقب صاحب کا انکو خلافات بدعات و ناجائز قرار دینا باطل و مردود ہے۔ بجائے خود ان کتاب خلافات ہے۔ بلکہ دراصل یہی احداث فی الدین ہے۔ غیر مقلدین وہابیہ کی ایک بزرگ شخصیت مولوی ابوالبرکات صاحب اپنے مجموعہ فتاویٰ جات "فتاویٰ برکاتیہ" میں یوں رقمطراز ہیں۔ گردوں اور کپوروں کے متعلق ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ ان دونوں کے حلال ہونے کی دلیل یہی ہے کہ قرآن و حدیث نشان سے منع نہیں کیا۔ ہر چیز کی اصل حلت ہے۔ اگر قرآن و حدیث میں کسی چیز کی حرمت بیان نہ کی ہو تو وہ حلال ہوتی ہے۔ (فتاویٰ برکاتیہ ص ۳۲)

یہ عبارت کتنی واضح ہے اور ہمارے موقف کی صراحتہ تائید کرتی ہے۔ اور انکی یہ عبارت بھی واضح طور پر دلائل کرتی ہے کہ عدم جواز کا معیار دلیل منع کا پایا جانا ہے۔ اگر دلیل منع نہ ہو تو حکم ممانعت نہیں لگایا جاسکتا۔ "الفعل ما شہدت بہ الاعداء"۔ اس موضوع پر مزید دلائل قرآن و حدیث سے اکابرین امت اور اکابر وہابیہ سے پیش کئے جا سکتے ہیں مگر اختصار کے پیش نظر انہی چند حوالہ جات پر اکتفا کرتا ہوں تاکہ کتاب کی طوالت طبعات سے مانع نہ ہو جائے۔ بہر حال اختصار کے ساتھ ہم نے قرآن کیم اور حدیث پاک اور اکابر امت اور خود اکابر غیر مقلدین وہابیہ کے اقوال و تصریحات سے ثابت کر دیا ہے کہ جن معمولات اہل سنت کو ثاقب صاحب نے اپنی بے خبری اپنی بے خبری اور لاعلمی و

جہالت کی وجہ سے بدعات و خلافات قرار دینے کی کوشش کی ہے۔ وہ نہ بدعات ہیں نہ خلافات بلکہ شرعاً جائز و مستحبات ہیں۔ وھو المذنب علی

ثناقب صاحب عرصہ مترجم کے عنوان میں تیسری بات یہ لکھتے ہیں۔ کہ (۳)۔ علامہ صاحب اس کتاب میں ایک ایسا باب بھی شامل کرنا چاہتے تھے جو رضا خانی فقہ کے چند ایسے مسائل پر مشتمل تھا۔ جو محض ذہنی تلفذ کے لئے فرض کئے گئے ہیں۔ الخ (ترجمہ البریلویتیہ ص ۱۲)

الجواب: الحمد للہ تعالیٰ اول تو رضا خانی فقہ دنیا میں موجود نہیں ہے۔ یہ ضد اور عناد اور بغض کی بنا پر چند مسائل فقہ کو رضا خانی فقہ سے دشمنوں نے محرم کرنا شروع کر دیا ہے۔ محض اپنے دل کا ابال نکالنے کے لئے چونکہ فاضل بریلوی امام اہل سنت و ملت عاشق رسول نے دنیا کو وہابیت کی موزی مرض سے (جو ایمان کی یقیناً تباہی کا باعث بنتی ہے) خبردار کیا ہے۔ اس لئے وہابیوں سجدہ کو لوں کے دلوں میں بغض و عناد اور انتقام کی آگ بھڑک رہی ہے۔ اسکو ٹھنڈا کرنے کے لئے ہاتھ پاؤں مارتے رہتے ہیں۔ مگر یہ سعی لا حاصل ہے۔ یہ یوں ہی اپنے غیظ و غضب میں مرتے رہ گئے اور۔

ہو تو ابغیتکم کی عملی تفسیر بنتے رہ گئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

کیا اکتھا ہوتا کہ فقہ رضا خانی کے کچھ مسائل تحریر کرتے تو جواب میں ہم بھی فقہ غیر مقلدین وہابیہ کے چند نمونے دکھاتے مگر ہم یہاں وہابیہ کی فقہ کے مسائل کی تفصیلات ائمہ و قوت ضرورت پر چھوڑتے ہیں صرف اتنا کہنا ضروری سمجھتے ہیں کہ ثاقب صاحب اسی سے اور بعض دیگر محرمات سے نکاح کا جواز منی پاکہ ہونا، بیوی کے ختنے کتنے کی غلطیات یک ہونا اور ایسے ہی دیگر فقہی مسائل کو آپ نے اپنی کتابوں میں پڑھا تو ہوگا۔ اگر نہیں تو پھر ہم آپ کو اپنی کتابوں کی سیر کرانے کے لئے تیار ہیں۔ فکر کی کوئی بات نہیں۔ نزل الامارہ فقہ محمدی کلاں اور دیگر کتابوں کو آپ دنیا سے غائب نہیں کر سکتے۔ اسی وہ لوگوں کے پاس موجود ہیں۔

تقدیم بحواب تقدیم

اس عنوان میں ثاقب صاحب نے عطیہ محمد سالم حج شرعی عدالت مدینہ منورہ و مدرسہ خطیب مسجد نبوی شریف کی تقدیم کا ذکر کیا ہے۔ جس میں سے چند اہم امور کو ہم نقل کر کے جواب پیش کرتے ہیں۔

① مجھے ظہیر صاحب کی کتاب "البریلویتہ" پڑھنے کا موقع ملا۔ کتاب پڑھ کر مجھے اس بات کی شدید حیرت ہوئی کہ مسلمانوں میں اس قسم کا گروہ بھی موجود ہے۔ جو نہ صرف فروعیات میں شریعت اسلامیہ اور کتاب و سنت کا مخالف ہے۔ بلکہ اس کے بنیادی عقائد ہی اسلام سے متصادم ہیں۔

الجواب: اور مجھے عطیہ محمد سالم مذکور کی دیانت اور ذہانت پر شدید افسوس ہوا کہ مسجد نبوی شریف کا مدرسہ خطیب ہو کر اس نے اس قدر جہالت و حماقت کا ثبوت دیا ہے۔ طوفان تائید کہ شرعی عدالت کا حج ایسے شخص کو بنایا گیا ہے۔ جو قضا شرعی کے تقاضوں سے بالکل بے خبر اور جاہل ہے۔ کیا اس قاضی کو یہ بھی معلوم نہیں کہ جینک فقہین کا بیان نہ سن لیا جائے کوئی فیصلہ صادر نہیں کیا جاسکتا۔ کیا اس قاضی کا فرض نہ تھا کہ "البریلویتہ" کو پڑھنے کے بعد اور اسکی تصدیق کرنے اور مؤلف کی مدح سرائی سے قبل فاضل بریلوی اور ان کے ہم کتاب و رفقاء و اس کا بر علماء و اہل سنت بریلوی کی اصل کتابوں کا مطالعہ کر لیتے اور پھر کوئی رائے قائم کر کے فیصلہ دیتے۔ اس سے قبل ہی رائے قائم کر لیا اور جلدی میں فیصلہ دے دیا تو یہی ظاہر کرتا ہے کہ وہ نام نہاد قاضی ہیں اور درحقیقت وہ عہدہ و قضا کے لائق ہی نہیں تھے۔ نہ معلوم قاضی کیسے بن گئے۔ اس نام نہاد قاضی و مدرسہ کی عقل و دیانت کا ماتم کرنے کو بھی چاہتا ہے۔ اتنے بڑے بہتان پر محض سخی سنائی

اور وہ بھی دشمن سے سنکر یا دشمن کی تحریر پر چکر اتر آئے ہیں۔ جبکو سنکر کلمہ پڑھتے ہیں۔ قرآن نے تو فرمایا ہے۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ فَاكْفُرُوا بِهِ فَأَنْتُمْ بَعِيدُونَ قَوْمًا يَجْعَلُ الْوَقْفُ جُوعًا عَلَى مَا قَعَلْتُمْ مَذْمُومِينَ** اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے۔ تو تحقیق کر لیا کرو تاکہ تم جہالت کی وجہ سے کسی گروہ کو معصیت زدہ نہ کرو ورنہ تم اپنے کئے پر پشیمان ہو جاؤ گے۔

اور ظہیر صاحب کے فاسق ہونے میں کیا شک ہے۔ وہ ساری زندگی دارلہی کرتا رہے۔ حد شرعی سے دارلہی کم رکھتے تھے۔ جو اعلانی فق تھا۔ عطیہ صاحب کو ہمارا چیناج ہے وہ مرد میدان بنیں اور سامنے آکر ہمارے عقائد بنیادی کو اسلام سے متصادم ثابت کریں اور کسی پاکستانی عدالت میں کریں اور ثبات کریں تو پچاس ہزار روپے انعام حاصل کریں۔ ورنہ عدالت خداوندی میں حاضری اور جواب دہی کا خیال کر کے مدق دل سے اپنے غلیظ عقائد سے توبہ کر لیں۔ اور آخرت کے ضرر سے محفوظ ہو جائیں۔ یا پھر ہمیں اجازت دیں۔ تاکہ ہم عدالت میں ان کے عقائد و نظریات کا گستاخانہ و کافرانہ ہونا ثابت کر کے دکھائیں۔ کیا ہمت ہے۔ جو صدمہ فراہمیں گے۔

سہ ذخیرہ اٹھے گمانہ تلوار ان سے

یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

②۔ اہل پر عطیہ محمد سالم کا قول ہے کہ اگر اس کتاب کے مصنف کی علمی دیانت پوری دنیا میں مسلم نہ ہوتی تو ہمیں یقین نہ آتا کہ اس قسم کا گروہ پاکستان میں موجود ہے۔

الجواب: یہ سفید جھوٹ ہے۔ کون کہتا ہے کہ ظہیر کی علمی دیانت پوری دنیا میں مسلم ہے۔ کس دنیا کی بات کرتے ہو جو شخص پاکستان میں بھی متعارف نہیں تھا۔ پاکستان کے متعدد علاقوں میں اسکو کوئی جانتا تک نہیں تھا۔ ہم کی ذمہ داری آنے کے بعد واقعی اس کو وہ شہرت حاصل ہوئی ہے۔ جو زندگی میں حاصل نہ تھی۔ اور یہ کوئی کمال نہیں۔ ہم کی ذمہ داری

اگر ایک ڈاکو کو بھی وہ شہرت حاصل ہو جاتی ہے۔ جو اسکو زندگی میں حاصل نہیں ہوتی۔ کیا اسکو کمال قرار دیا جاسکتا ہے۔ کیا ثبوت ہے عطیہ سالم کے پاس۔ اپنے ادعا پر پوری دنیا میں وہ بذات خود متعارف تھا۔ پیر جانیگہ اسکی دیانت مسلم ہو اور اسکی علمی دیانت کا راز تو منقریب پشت از بام ہو کر رہے گا۔ جب ہم اسکی علمی شخصیت پر گفتگو کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ میرے دست ہم صرف یہ کہتے ہیں کہ جس شخص کو یہ معلوم نہیں ہے کہ لفظ رسید عربی ہے یا فارسی ہے اور جسکو یہ معلوم نہیں کہ لفظ فرمان عربی یا فارسی ہے۔ اور اسی جہالت کا ثبوت ملاحظہ فرمائیں۔ "البریلویت" کے صفحہ ۳۷ اور ۳۸ پر لکھتے ہیں۔ فانہم اعطوا للعصاة وسید الجنة اور دوسری جگہ لکھتے ہیں۔ بل اصدرنا اور جسکو یہ معلوم نہیں ہے کہ ہذا الکتب اور تلک الکتب میں صحیح کون سا ہے۔ اور غلط کیا ہے یعنی ایسا جاہل تھا کہ مذکر کی جگہ مؤنث اور مؤنث کی جگہ مذکر بولتا اور لکھتا تھا۔ "الحی البریلوی کی جگہ الی البریلویت لکھتا تھا۔ بلکہ مفرد اور جمع کا فرق بھی نہیں کر سکتا تھا۔ ملاحظہ ہوں۔ البریلویتہ صفحہ ۲۹ سطر ۱۲ ص ۲ سطر ۱ پر ملاحظہ کریں۔ بجائے اعتزل البریلوی کے اعتزلت البریلوی لکھ رہا ہے۔ ص ۲ سطر ۱ میں ظہر لکھتا ہے کہ۔ ولم یبقی لمی جائزہ کے ہوتے ہوئے بھی آخر میں ہی لاتا ہے۔ اس جاہل کو یہ معلوم نہیں کہ لم جارح صرف علت کو گرا دیتا ہے۔ لہذا لم یبقی لغیر کے ہونا چاہیے تھا۔ اس طرح مزید متعدد عربی گرائمر کی غلطیاں موجود ہیں۔ بلکہ گرائمر کے علاوہ نفس عربی میں بھی بے شمار غلطیاں کرا چلا جاتا ہے۔ کہ فارسی الفاظ کو عربی میں شامل کرا چلا گیا ہے۔ جیسا کہ پہلے حوالہ تباچکا ہوں۔ پوری تفصیل دیکھنا ہو تو علامہ باغیچہ شریف قادری صاحب کی کتاب "اندھیرے سے اجالے تک" کے صفحہ ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲ ملاحظہ فرمائیں۔ اس کے اردو زبان ہونے کا راز خود بخود آشکارا ہو جائے گا۔ ایسے شخص کو علامہ باغیچہ شریف قرار دینا پھر اسکی علمی دیانت کو پوری دنیا میں مسلم ماننا اندھ اپنا

نہیں تو اور کیا ہو سکتا ہے۔ کیوں غیر منقلد و کیا جلیل القدر مصنف تمہارے ہاں ایسے ہی ہوتے ہیں۔ ان پر تو یہ مثال خوب فٹ آتی ہے۔ کہ "آنکھوں سے اندھی نام روشن بی بی یا خارش کی ماری ہوئی نام ریشم بی بی"

(۳) ملاحظہ فرمائیے عظیمہ سالم صاحب لکھتے ہیں کہ

اس کتاب کے جلیل القدر مصنف نے اس گروہ کے عقائد و افکار سے نقاب اٹھا کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ کتاب و سنت کے ساتھ انکا کوئی تعلق نہیں ہے۔ انھیں **الجواب:** "البریلویتہ" میں بعض چیزیں اہلسنت حنفی بریلوی کی طرف ایسی بھی بت کر دی ہیں۔ جیسا کہ اہلسنت کے ساتھ سرے سے کوئی تعلق ہی نہیں اور بعض شعراء کے مبالغات کو بھی مسلک اہلسنت حنفی بریلوی کے طور پر پیش کر دیا ہے۔ جو بالکل زیادتی ہے۔ غیروں کے مبالغات کو مذہبی عقائد قرار دینا کہاں کی دیانت اور کہاں کا انصاف ہے۔ یہ حقیقت تو انتشاء اللہ تعالیٰ۔ باب عقائد کے بیان میں ثابت کی جاسکتی ہے کہ جن عقائد و فقہ کو عطیہ سالم اور ان کے مروج نے کتاب سنت سے بیگانہ قرار دیا ہے۔ وہ ہرگز کتاب و سنت سے لا تعلق نہیں بلکہ وہ قرآن و سنت سے ہی ثابت ہے۔ بعض کا ثبوت عبارة النص سے ہے۔ بعض کا دلائل النص سے اور بعض کا اشارۃ النص و اقتناء النص سے ہے۔ جن سے خود غیر مقلدین و مابینہ بے خبر اور جاہل ہیں۔ اور یہ کہنا کہ

(۴) ... اس فرقہ کو چاہیے کہ وہ ان عقائد سے توبہ کریں اور حیدر رسالت کے تصور سے آشنا ہو کر اپنی عاقبت کو سنوارنے کی طرف توجہ دیں۔

الجواب: اہلسنت و جماعت حنفی بریلوی کو فرقہ کہنا بھی غلط ہے کیونکہ یہ فرقہ نہیں بلکہ یہ سواد اعظم اور جماعت ہے۔ فرقہ تو وہ ہیں۔ جو اس سے نکل کر ایک نیا گروہ اور خود ساختہ مذہب بن گئے ہیں۔ حدیث پاک میں ہے جسکو سواد اعظم اور جماعت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ "اتبعوا سواد الاعظم اور ید اللہ علی الجماعت"۔ وہ ہی اہلسنت حنفی

⑧ - عطیہ سالم صاحب مزید گویا فتانی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس فرقہ کے مؤسس کے حالات زندگی سے واضح ہوتا ہے کہ انکی یہ تحریک علمی نہ فکری اور نہ ہی ادبی۔ انکی ساری سرگرمیوں سے صرف انگریزی استعمار کو فائدہ پہنچا۔ اس تحریک کے علاوہ تحریک جو انگریز کے مفاد میں تھی وہ مرزا غلام احمد دہلوی کی تحریک تھی۔ دونوں تحریکیں استعمار کے سائے میں پروان چڑھیں۔ جناب احمد رضا بریلوی کا وہابیوں کی مخالفت کرنا ان پر کفر کا فتویٰ لگانا، جہاد کو حرام قرار دینا، تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات کی مخالفت کرنا۔ انگریز کے خلاف جدوجہد میں مصروف مسلم رہنماؤں کی تکفیر کرنا اور اس قسم کی دوسری سرگرمیاں استعمار کی خدمت اور اس کے ہاتھ مضبوط کرنے کے لئے تھیں۔

الجواب: اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد ملت نے وہابیوں کی مخالفت اور ان پر فتویٰ کفر اس لئے نہیں لگایا کہ وہ انگریز کے مخالف ہیں۔ بلکہ آپ نے انکے کفریات اور کفری کلمات کی بنا پر مخالفت کی ہے اور کفر کا فتویٰ بھی اسی وجہ سے لگایا ہے کہ وہ گستاخ نشان الوہیت اور گستاخ شان رسالت ہیں اور یہ کفریات انکی اپنی کتابوں میں موجود ہیں۔ ان کے بعض اکابر نے اپنی کتابوں میں جو خرافات لکھی ہیں۔ انکی بنا پر ان کو کافر قرار دینا بجائے خود کفر ہے۔ انکی کفری عبارات کی نشاندہی عنقریب اپنے موقع پر ایسی لکھی اٹھائے اور یہ بات باحوالہ ہم بتائیں گے کہ اعلیٰ حضرت نہیں بلکہ خود غیر مقلدین نام نہاد المحدث کے اکابر ہی انگریز کے حامی اور پورے پورے اکیٹ تھے۔ اپنا جرم چھپانے کے لئے اعلیٰ حضرت کے خلاف یہ پروپیگنڈا شروع کر رکھا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے تو ہمیشہ انگریز کی مخالفت کی ہے اعلیٰ حضرت اور تمام علماء اہلسنت حنفی بریلوی کے نزدیک جہاد اسلامی فرائض میں سے ایک اہم ترین فرض ہے۔ لیکن یہ چند شرائط سے مشروط ہے۔ اگر وہ شرائط موجود ہوں تو جہاد ہوگا۔ ورنہ نہیں۔ اور یہ شرائط بھی صرف اعلیٰ حضرت نے از خود متعین نہیں فرمائیں۔ بلکہ جلیل القدر فقہاء اسلام نے لکھی ہیں۔ جیسا کہ جیسے، شرح نقایہ، رد المحتار میں ہے۔

حد ۱۱۱۱ اغلب علی ملتہ انہ یکا فہم والافلا یباح قتالہم۔ یعنی یہ جہاد تب ہو گا جب یہ غالب گمان ہو کہ انکا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ بصورتہ دیگر ان سے لڑنا حلال نہیں ہے۔ (ملاحظہ ہو رسائل رضویہ مکتبہ رضویہ)

ظاہر ہے کہ اس زمانے میں مسلمانوں کے پاس طاقت نہیں تھی۔ دوسری شرط جہاد کی یہ ہے کہ سلطان اسلام موجود ہو۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔ مفلس پر اعانت مال نہیں الے دست و پا پر اعانت اعمال نہیں، ولہذا مسلمانان ہند پر حکم جہاد و قتال نہیں۔ (ملاحظہ دوام العیش مکتبہ رضویہ لاہور) اور سلطان اسلام کی شرط بھی مفقوت تھی۔ ان شرائط جہاد کو نقل کرنے کے بعد اور اعلیٰ حضرت کی ان عبارات کو نقل کرنے کے بعد ظہر صاحب لکھتے ہیں۔ اسی لئے مسلمانوں میں مشہور ہو گیا کہ وہ انگریز کے اکیٹ ہیں اور ان کے لئے کام کر رہے ہیں (تہذیب البروتہ)۔

قادیانی کلام: ان عبارات سے اعلیٰ حضرت نے یہ ثابت کیا تھا کہ طاقت اور سلطان اسلام کے نہ ہونے کی صورت میں جہاد نہ فرض ہے نہ جائز مگر یہ کہیں بھی نہیں فرمایا کہ طاقت ہونے اور سلطان اسلام کی موجودگی میں بھی جہاد فرض یا حلال نہیں ہے۔ مگر ان کے برعکس غیر مقلدوں کے گرو اور انکے وکیل اول اور اگلی صفوں کے رہنما مولوی محمد حسین بٹالوی اپنے رسالہ (الاقتصاد) ص ۲ میں لکھتے ہیں کہ ان دو نتیجوں سے ایک اور نتیجہ پیدا ہوتا ہے۔ اس زمانے میں بھی شرعی جہاد کی کوئی صورت نہیں ہے۔۔۔۔۔ ہم جب بھی بعض اخذات میں یہ خبر دیکھتے ہیں کہ سلطنت روم یا ریاست افغانستان وغیرہ بلاد اسلام سے جہاد کا اشتہار دیا گیا ہے، تو ہم کو سخت تعجب ہوتا ہے۔ اور اس خبر کا یقین نہیں آتا کہ اس وقت روئے زمین پر کہاں ہیں۔ جسکی پناہ میں اور اسکے امر و اجازت سے مسلمان جہاد کر سکیں۔۔۔۔۔ یہ خوف فریقین کا اس وقت بجا تھا جبکہ جہاد اسلام کا اصلی فرض ہوتا اور تقرر امام کے سوا مسلمانوں کا اسلام صحیح یا کامل نہ ہوتا۔ (الاقتصاد فی مسائل الجہاد و کٹوریہ پرنس لاہور ص ۳-۲۔ مؤلفہ محمد حسین بٹالوی)۔ اس عبارت سے وزح ذیل امور ثابت ہوتے ہیں

①۔ چونکہ امام کے بغیر جہاد نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ہندوستان میں نہ تو جہاد شرعی ہو سکتا ہے اور نہ ہی یہ جائز ⑤۔ صرف ہندوستان ہی نہیں بلکہ دنیا کے کسی حصے پر بھی جہاد نہیں ہو سکتا۔ ⑥۔ جہاد اسلام کا فرض اصلی نہیں ہے۔ غور کریں۔ اعلیٰ حضرت نے تو محض ایک شرعی حکم بیان کرنے کی غرض سے لکھا تھا۔ جو گذرا ہے۔ نہ تو یہ موقف تھا کہ قوت و طاقت ہونے کی صورت میں بھی جہاد فرض نہیں اور نہ ہی یہ موقف تھا کہ جہاد فرض اصلی نہیں ہے۔ وہ تو صرف یہ فرماتے تھے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کے پاس جہاد کی طاقت و قوت نہیں ہے۔ اس لئے ان پر جہاد فرض نہیں ہے۔ مگر اگر گستاخانِ رسول نے عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بیزام کرنے کی غرض سے بات کو بدل ڈالا اور قَبِلَ الَّذِینَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِی قِيلَ لَهُمْ (الانبیاء) کا مصداق بنادیا۔ کیا محمد حسین ثبالی نے اعلیٰ حضرت سے بھی آگے بڑھ کر فیصلہ نہیں دے دیا۔ اعلیٰ حضرت نے تو صرف ہندوستان کی بات کی ہے۔ مگر ثبالی صاحب تو پوری دنیا کی بات کرتے ہیں کہ پوری دنیا میں کسی بھی علاقہ میں جہاد نہیں کیا جاسکتا۔ اس سے بڑھ کر کہ وہ جہاد کے فرض اصلی ہونے کا بھانکار کرتے ہیں۔ اگر اعلیٰ حضرت کا مذکورہ بالا فتویٰ انگریز کی حمایت اور ہمدردی بن سکتا ہے تو پھر ثبالی کا یہ فتویٰ تو بدتر ہے۔ اولیٰ انگریز کی حمایت و ہمدردی قرار دیا جانا چاہیے۔ کیا عطیہ سالم صاحب انصاف کا تقاضا پورا کرتے ہوئے ثبالی کو بھی انگریز کا کھینٹ قرار دینگے۔ کیا اخلاقی جرأت ہے کہ کم از کم دونوں کو مساوی قرار دیں۔ باقی تفصیلی جواب اس بات کا کہ اعلیٰ حضرت نے جہاد کا حکم قرار دیا یا تحریکِ خلافت اور تحریکِ ترکِ موالات وغیرہ کا انگریز کی حمایت میں کیا ہے۔ انشاء اللہ البریلویہ کے اعتراضات کے جوابات میں دیا جائیگا مگر یہاں بھی دیکھ لیں کہ ان میں کیا جہاد کے مفہوم کی طوالت کا خطرہ ہے۔

④۔ علیہ السلام صاحب لکھتا ہے کہ اس ضمن میں یہ بات بھی بہت اہم ہے کہ جناب

احمد رضا صاحب کا استاد مرزا غلام قادر بیگ مرزا غلام احمد قادیانی کا بھائی تھا۔
الجواب: حقیقت واقعہ یہ ہے کہ مرزا غلام قادر نام کے دو شخص تھے۔ ایک وہ جو اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے صرف ابتدائی کتابوں کے استاد تھے جو ابتدا میں بریلی شریف میں مقیم رہے بعد میں کلکتہ تشریف لے گئے اور وہیں قیام فرمایا۔ ملاحظہ ہو۔

(حیات اعلیٰ حضرت از ظفر الدین بہاری جلد ۲)

جیکہ دوسرا شخص جس کا نام مرزا غلام قادر بیگ ہے۔ وہ دینا نگر کا ایک معزول تھانیدار تھا اور ۱۸۸۳ء میں فوت ہو گیا تھا اور اس کی عمر ۵۵ سال تھی۔ اور اعلیٰ حضرت کے استاد مخدوم مرزا غلام قادر بیگ کی عمر کہیں زیادہ تھی۔ یہ تو ۱۸۹۷ء میں بھی زندہ موجود تھے۔ گویا اسی سال کی عمر میں بھی زندہ تھے۔ وہ ۵۵ سال کی عمر میں ۱۳۰۰ھ اور ۱۸۸۳ء میں فوت ہو چکا تھا۔ جیکہ اعلیٰ حضرت کے استاد اسی سال کی عمر میں ۱۳۱۲ھ اور ۱۸۹۷ء میں بھی حیات تھے۔ وہ قادیان کا ایک معزول تھانیدار تھا جیکہ یہ ایک مولوی اور مدرس تھے۔ اور انہوں نے ۱۱ جمادی الآخر ۱۳۱۲ھ میں ایک استفتاء اعلیٰ حضرت کی خدمت میں کلکتہ سے ارسال کیا۔ جس کے جوابات اعلیٰ حضرت نے تجلی الیقین بان نبیاسید المرسلین لکھی۔ یہ استفتاء و فتاویٰ رصغیر جلد سوم مطبوعہ مبارک پور انڈیا کے مطبع پر موجود ہے۔ ملاحظہ ہو۔

(حیات اعلیٰ حضرت مؤلف مولانا ظفر الدین بہاری جلد ۲)

شعبہ تاریخ احمدیت ربوہ کی شہادت

شعبہ تاریخ احمدیت ربوہ سے دوست محمد شاہ صاحب نے پروفیسر محمد مسعود احمد پرنسپل گورنمنٹ کالج (سائینس) ٹھٹھہ کو ایک خط لکھا۔ جس میں وہ لکھتے ہیں کہ بڑے بھائی مرزا غلام قادر نے آپ کے دعوائے مسیحیت (۱۸۹۱ء) سے آٹھ سال پہلے ۱۸۸۳ء میں انتقال کیا۔۔۔ آپ خود یا آپ کے کوئی بھائی بانس بریلی رائے بریلی یا کلکتہ میں

مقیم نہیں رہے۔ ان شواہد سے آفتاب نیمروز کی طرح روشن ہو گیا ہے کہ مرزا غلام قادر بیگ جو مرزا قادیانی کا بھائی تھا وہ ہرگز اعلیٰ حضرت کا استاذ نہیں تھا۔ یہ بات وہابیہ نجد کی خرافات، بہانات میں سے ہے۔ اور محض اعلیٰ حضرت کو بدنام کرنے کیلئے گھڑی گئی ہے۔

چیلنج فریدی

ہم عطیہ محمد سالم اور پاکستان کے تمام وہابیوں نجدیوں غیر مقلدوں کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ مرد میدان بنیں اور گویا اگلا کسی بھی عدالت میں اگر یہ بات ثابت کر دیں کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلی کا استاذ وہ مرزا غلام قادر بیگ تھا۔ جو مرزا قادیانی کا بھائی تھا۔ اور یہ کہ اعلیٰ حضرت مرانیوں کے حامی اور ہمدرد تھے۔ اور یہ کہ انکو انگریزوں سے بددلی تھی۔ اور وہ انگریز کے ایجنٹ تھے (العیاذ باللہ تعالیٰ) تو بذریعہ عدالت عطیہ محمد سالم یا نائب یا کوئی اور غیر مقلد دس ہزار روپے کا انعام حاصل کرنے کا مجاز ہے۔ یا پھر غیر مقلدین ہمیں چیلنج کریں کہ ہم یہ ثابت کریں۔ عدالت میں کہ غیر مقلدین کے اکابر انگریز کے حامی اور اس کے ایجنٹ تھے۔ اور اس پر انعام رکھیں۔ ہماری طرح دس ہزار روپے کا۔ تو انشاء اللہ تعالیٰ عدالت میں ثابت کریں گے۔ کہ غیر مقلدین کے اکابر انگریزوں کے ایجنٹ تھے اور انگریز کے خلاف جہاد کو حرام قرار دیتے تھے (العیاذ باللہ تعالیٰ)

۱۔ نہ تم مدھے۔ ہمیں دیتے نہ ہم سر یاد یوں کرتے
نہ کھلتے راز سر بستہ زیوں رسوائیاں ہوتیں

①۔ انگریز کی طرف سے اس قسم کی تحریکوں کے ساتھ تعاون کرنا بھی بعید از عقل نہیں۔ اس لئے یہ کہنا کہ اس تحریک کے پیچھے استعمار کا خفیہ ہاتھ تھا غیر منطقی بات نہیں (ترجمہ)

الجواب: اعلیٰ حضرت اور علماء اہلسنت حنفی بریلی کی مساعیٰ جبکہ کو انگریز کی حامی قریب قرار دینا اور اس کے پیچھے استعمار کے خفیہ ہاتھ کی بات کرنا اور اسکو منطقی تسلیم کرنا بعید از عقل قرار نہ دینا خیانت قلبی بغض و عناد اور ہٹ دھرمی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ لاشعور چیلنج کے بعد ہمیں مزید اس سلسلہ میں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ انشاء اللہ تعالیٰ ائمہ صحاح میں ہم اکابر دیوبند اور اکابر اہلحدیث کا انگریز کا بھروسہ حامی اور کامل و مکمل ایجنٹ ہونا انکی اپنی کتابوں کے حوالہ جات سے ثابت کریں گے خود دنیا کو معلوم ہو جائے گا کہ کون حامی و ایجنٹ تھا؟

①۔ عطیہ صاحب لکھتے ہیں کہ اس فرقہ کے ہر کار ایک طرف تو اس قدر افراط کام لیتے ہیں کہ ان کا اولیا کرام اور نیک لوگوں کے متعلق یہ عقیدہ ہے کہ وہ خدائی اختیارات کے مالک اور نفع و نقصان پر قدرت رکھنے والے ہیں۔ دنیا و آخرت کے تمام خزانے انہی کے ہاتھ میں ہیں۔ (ترجمہ ناقد ص ۱۷)

الجواب:۔ اولاً اس جماعت کو فرقہ قرار دینا ہی جہالت ہے۔ یہ فرقہ نہیں بلکہ جماعت ہے۔ جیسا کہ پہلے بتا چکا ہوں۔ پھر اسکو افراط و تفریط قرار دینا دلیل جہالت ہے۔ کیونکہ اگر خدائی اختیارات کے مالک کو مرکب اضافی مانا جائے جیسا کہ یہ امر واقعہ ہے۔ تو پھر اضافت، اضافت تو یقیناً منہیں ہے۔ پھر اضافت لامی ہوگی یا اضافت مبنی ہوگی۔ اگر اضافت لامی مانی جائے تو پھر مطلب یہ ہوگا کہ یہ بریلی حضرات اولیاء اور مقربین بارگاہ خداوندی کے لئے بعینہ وہی اختیارات مانتے ہیں جو خدا کے ہیں۔ تو یہ عقیدہ جھوٹ ہے۔ کیونکہ ہمارے اکابر ہرگز یہ عقیدہ منہیں ہے۔ ہمارے اکابر کی کسی کتاب سے اسکو ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ اسلئے کہ خدائی اختیارات مستقل بالذات، قدیم، لافانی، غیر محدود، ازلی، ابدی اور غیر متناہی ہیں اور ایسے اختیارات خدا کے غیر کے لئے ماننا شرک خالص و شرک جلی ہے اور کسی مخلوق چاہے وہ کتنی عظیم کیوں نہ ہو اسکی صفات الہی ہو ہی نہیں سکتیں۔ ہم

تو انبیاء و رسل اور اولیاء کرام کے لئے جو اختیارات و کمالات مانتے ہیں وہ عطائی غیر مستقل حادث فانی محدود، غیر ازلی غیر ابدی اور غیر متناہی مانتے ہیں۔ اور جب تک انبیاء و اولیاء کے اختیارات و کمالات کو مستقل و بالذات، باقی غیر محدود و غیر متناہی ازلی ابدی نہ مانا جائے۔ شرک کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہم انبیاء و اولیاء کے لئے جو کچھ مانتے ہیں۔ عطائی اور باذن اللہ مانتے ہیں نہ کہ ذاتی۔

اعتراف :- بت پرست بھی تو بتوں کے لئے عطائی کمالات مانتے تھے۔ ذاتی تو وہ بھی نہیں مانتے تھے۔ پھر قرآن کریم نے جگہ جگہ انکو مشرک کیوں قرار دیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ غیر اللہ کے لئے عطائی کمالات و اختیارات ماننا بھی شرک ہے۔

الجواب :- بت پرست یا سوزج پرست یا ستارے پرست یا آتش پرستوں کو قرآن نے اسلئے نہیں فرمایا کہ وہ انکے کمالات و اختیارات کو عطائی مانتے تھے۔ بلکہ انکو مشرک اسلئے فرمایا ہے کہ انہوں نے انکو وصف الوہیت سے متصف مان رکھا تھا یعنی انکو وہ مستحق عبادت جان کر معبود مانتے تھے یعنی وصف استحقاق عبادت ان کے لئے مانتے تھے۔ بلکہ اس وصف میں انکو خدا کے مساوی قرار دیتے تھے جس پر قرآن شائد عدل ہے۔ قرآن کریم پ ۲۲ سورۃ زمر میں ہے۔ مَا تَعْبُدُونَ إِلَّا أَنْفُسَكُمْ أَنْتُمْ تَدُلُّونَ۔ قرآن کریم پ ۸ رکوع ۵ میں ہے۔ وَهُمْ يَدْعُهُمْ يُعْبُدُونَ۔ یعنی وہ اپنے رب کے ساتھ مساوی ٹھہراتے ہیں۔ یعنی اپنے بتوں کو خدا کے برابر مانتے ہیں۔ عبادت کے استحقاق میں ثابت ہو گیا کہ انکو مشرک کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ خدا کی طرح ہی بتوں وغیرہ کو عبادت کے لائق قرار دیتے تھے۔ اور الحمد للہ تعالیٰ آج کوئی سنی حنفی بریلوی مسلمان نہ تو کسی نبی کو نہ کسی رسول کو نہ کسی ولی کو نہ کسی فرشتے مقرب کو اللہ اور معبود ماننا ہے اور کسی اور کو

بلکہ یہ توسیع عبادت کو خالص شرک و کفر اور سجدہ تعلیمی کو حرام قطعی مانتے اور قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت کی کتابیں سے خصوصاً "الذبدۃ الزکیہ فی حرمتہ سجدۃ الخیۃ" نامی کتاب سے ظاہر ہے۔ لہذا ثابت ہو گیا کہ عطیہ سالم کا یہ قول کا البول بھی باطل و مردود اور سفید جھوٹ اور صداقت و حقانیت سے بہت دور ہے۔

شُرک کی تعریف | قارئین کرام! علامہ نقضانی نے شرک کا تعریف
شرح عقائد ص ۵۶ میں یہ فرمائی ہے کہ الاشتراک

اثبات الشریعہ فی الہیۃ بمعنی استحقاق العبادۃ کماکان لحدیث
مناہ بمعنی وجوب الوجود کماکان للمجوس یعنی شرک یہ ہے کہ کسی کو خدا کی وصف الہیت
دیا جائے یا شرک مانا جائے کہ وہ مستحق عبادت ہے جیسا کہ بتوں کی پوجا کرنے
میں یا بھراہین معنی کہ کسی کو خدا کی طرح واجب الوجود مانا جائے جیسے مجوسی مانتے
معلوم ہوا کہ شرک کے تحقق کے لئے ضروری ہے یا تو غیر خدا کو عبادت کا حقدار
مانا جائے یا بھراہین کو واجب الوجود مانا جائے۔ اور الحمد للہ تقاضے اہلسنت وجماعت
تو کسی کو خدا کے علاوہ عبادت کا حقدار مانتے ہیں اور نہ ہی کسی کو واجب الوجود
مانتے ہیں۔ اسلئے انکو مشرک قرار دینا خود کافر و مشرک ہونے کے مترادف ہے۔
مذکورہ کے لفظ واجب الوجود سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ غیر خدا کو جب تک خدا
صفات کی طرح صفات کا حامل نہیں مانے گا۔ شرک کا تحقق نہیں ہوگا۔ یعنی خدا واجب
ہے تو کسی اور کو صرف موجود ماننا شرک نہیں بلکہ واجب الوجود ماننا شرک ہے۔
کسی کے لئے علم غیب ماننا شرک نہیں بلکہ اس علم کو کسی اور کے لئے اُسی طرح
خدا کی صفت ہے یعنی ذاتی اور استقلال وغیرہ ماننا شرک ہوگا نہ کہ صرف
اس طرح حاضر و ناظر اُسی معنی اور اسی طرح ماننا شرک ہوگا۔ جس طرح افراس
خدا کی صفت ہے۔ اسی طرح خدا کی طرح مددگار و منتقلات و افعی البلاد



حاجت روا اور فکرا نمانا ہی شرک ہوگا نہ کہ باذن اللہ مددگار، باذن اللہ مشکلاں
 باذن اللہ دفع السوء، باذن اللہ حاجت روا ماننا۔ پھر ہمارے اکابر نے بھی تصریح فرما
 ہے کہ مشرکین مکہ اور اہل اسلام سنیوں حنفیوں بریلویوں کے عقیدہ میں مزید ایک
 بڑا فرق یہ ہے کہ مشرکین اپنے بتوں کو خدا سے بے نیاز مانتے تھے اور یہ سمجھتے تھے
 خدا نے انکو اختیارات دیے دیئے ہیں۔ اب وہ خدا کے محتاج نہیں رہے۔ جب چاہا
 جو چاہا ہیں کر سکتے ہیں۔ بغیر خدا کے چاہے خدا نہ تو بھی کر سکتے ہیں (العیاذ باللہ)
 مگر ہم اہل سنت حنفی بریلوی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ انبیاء و اولیاء باذن اللہ کمالات و
 کے مالک ہونے کے باوجود ہر لمحہ ہر ساعت ہر گھڑی وہ خدا کی مشیت بجزئیہ کے ماتہ
 ہیں اور ایک لمحہ کے لئے بھی وہ خدا سے مستقی و بے نیاز نہیں ہو سکتے۔ صرف عطائی
 ماننا مومن ہونے کے لئے کافی نہیں ہے بلکہ مومن ہونے کے لئے عطائی ماننے
 ساتھ ساتھ یہ ماننا بھی ضروری ہے کہ وہ لمحہ و ہر ساعت خدا کی مشیت بجزئیہ کے ماتہ
 ہیں اور ہر وقت خدا کے محتاج ہیں کیونکہ وہ جب بھی کچھ کرتے ہیں یا کریں گے مشیت
 کے بعد کریں گے اور انکی مشیت بھی خدا کی مشیت کے ماتحت ہے۔ قرآن فرماتا
 وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ رب العالمین۔ کہ تم خدا کے چاہے بغیر چاہے بھی نہیں
 ملاحظہ ہو امام اہل سنت غزالی زمان رازی دوران علامہ سید احمد سعید شاہ صا
 لٹھی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف "تسکین الخواطر فی مسئلہ الخاطر والنظر"

اعتراف :- قرآن کریم میں ہے کہ وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ الْآدَمُ مَشْرُکٌ
 یعنی اکثر مشرکین اللہ پر ایمان نہیں لاتے مگر اس حال میں کہ وہ مشرک ہو
 یعنی اکثریت ایسی ہے کہ مومن ہو کر بھی مشرک ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ
 کمال والوں کی اکثریت مشرک میں مبتلا ہے۔ اور اس سے مراد یہی لوگ ہوں گے
 مومنان دین کے مزاہات پر حاضری دیتے ہیں۔ یا رسول اللہ کہتے ہیں یا غوث

الجواب :- اس آیت کریمہ میں ایمان سے مراد اصطلاحی و شرعی ایمان نہیں بلکہ
 یہاں مراد ایمان کا لغوی معنی ہے اور مراد وہ مشرکین ہیں جو خدا کے خالق و مالک
 ہونے پر بازنق ہونے پر تو ایمان رکھتے تھے مگر ساتھ ساتھ بتوں کی عبادت بھی کرتے
 تھے۔ ان کے لئے استحقاق عبادت بھی مانتے تھے اور الحمد للہ تعالیٰ کو
 شئی حنفی بریلوی خواہ جاہل و اچھل بھی کیوں نہ ہو وہ بھی خدا کے سوا کسی کو عبادت
 کے لائق اور عبادت کا حقدار نہیں مانتا جیسا کہ گذر چکا ہے۔ اس لئے اس آیت کو
 ان پر چسپاں کرنا اپنے آپ کو عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے قول "یواحد شوا خلق
 اللہ وقال انهم انطلقوا الحایات نزلت فی الکفار فجعلوها علی المؤمنین" کے
 معصادق بنانا ہے۔ یعنی وہ لوگ خدا کی مخلوق میں بدترین ہیں جو کفار کے حق میں بازل
 ہونے والی آیات کو مومنوں پر چسپاں کرتے ہیں۔ بخاری باب الخواارج والمترین ص ۳۳
 اور اگر خدا کی اختیارات کے جملہ میں افاقہ نہیں قرار دی جائے تو معنی یہ ہوگا کہ خدا کی
 طرف سے عطا کردہ اختیارات مانتے ہیں۔ اس صورت میں معنی و مطلب تو درست ہے
 مگر یہ وہابیوں نجدیوں کی مراد نہیں ہے۔ اس لئے یہ شق بھی مراد نہیں ہو سکتا۔ ان
 کے کلام کا۔ اب رہا یہ کہ کیا واقعی انبیاء و کرام اور اولیاء عظام کو خدا تعالیٰ نے
 انکی شایان شان اختیارات و تصرفات عطا کئے ہیں یا نہیں۔ تو اس کا ثبوت ہم فتاویٰ
 "البریلویہ" کے اس اعتراض کے جواب میں باحوالہ پیش کریں گے تھوڑا انتظار فرمائیں۔ کیونکہ
 اگر ہر بات کا ثبوت تقدیم کے جواب میں سے دیا گیا تو پھر اسکا اعادہ کرنا پڑے گا جسکی
 کتاب ہذا متحمل نہیں ہو سکتی۔

(۱۲) تقدیم میں عطیہ سالم صاحب ترجمہ کے حوالہ پر لکھتے ہیں کہ۔

۔۔۔ اور دوسری طرف تعریف کا شکار ہوتے ہوئے یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ جو شخص اپنی
 زندگی میں نماز روزے کا تارک رہا ہو۔ اُسکے مرنے کے بعد اسکے اعزاء و اقارب اس کے

اسکے اور دن اور نماز کا فدیہ دے کر اور حیلہ اسقاط پر عمل کہہ کے گناہ معاف کروا
کے اسے جنت میں داخل کروا سکتے ہیں۔ اس قسم کے عقائد کا دور جاہلیت میں
تھیں وجود نہ تھا۔

الجواب :- مذہبی تعصب اور مذہبی عناد کا یہ نام اور کارستانی ہے کہ وہ
ایک اچھی چیز اور اچھے نظریہ کو بھی بدتر بنا کر پیش کرتا ہے پہلی بات یہ ہے کہ مسئلہ
حیلہ اسقاط کوئی عقیدے کا مسئلہ نہیں ہے۔ مگر اس عطیہ سالم صاحب نے عقیدہ
قرار دیا ہے جو انکی جہالت کا شاہکار ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اہلسنت حنفی بریلوی
ہیں یہ حیلہ نہیں کرتے بلکہ جن علاقوں میں مثلاً سرحد کے بعض علاقوں میں ہوتا ہے
وہاں بلا امتیاز دیوبندی علماء اور بریلوی علماء سب کرتے ہیں۔ مردان و پشاور اور تہارہ
و غیرہ میں دیوبندی علماء بھی کرتے چلے آئے ہیں اور اب بھی بعض علاقوں میں کرتے
ہیں۔ صرف بریلوی علماء کے سر تقویٰ یا بھی عطیہ سالم کی یا تو بے خبری ہے یا بھڑکنا ہے۔
تفسیری بات یہ ہے کہ جو لوگ نہیں کرتے اور جہاں نہیں کرتے وہاں بریلوی علماء بھی نہیں کرتے
مثلاً پنجاب اور سندھ و کراچی کے علاقوں میں حیلہ نہیں کیا جاتا تو ان علاقوں میں نہ
بریلوی کرتے ہیں نہ دیوبندی کرتے ہیں۔ الزام صرف بریلوی علماء کو دنیا کہاں کا انصاف
ہے اور علماء بریلوی کے خصوصی عقائد میں اسکو شامل کرنا کہاں کی دیانت داری ہے۔
یہ تو دیوبندیوں اور بریلویوں کے درمیان امر مشترک ہے۔ فرق صرف اتنا ہے بریلوی تمام
علماء اسکو جائز قرار دیتے ہیں۔ جبکہ دیوبندی پرانے قدیمی علماء قدیم زمانے سے کرتے
چلے آئے ہیں۔ مگر اب کچھ عرصہ سے سرفراز صاحب کی کتاب "راہ سنت" پڑھ کر ان کو مراد تقیم
نظر آیا ہے اور اب انہوں نے بعض بعض علاقوں سے اس حیلہ کو بند کر لیا ہے بلکہ
انہی علاقوں میں ایسے دیوبندی بھی موجود ہیں۔ جو اسکو جائز ہی قرار نہیں دیتے بلکہ خود
کرتے اور کرتے ہیں۔ منکرین کو مناظرے کا چیلنج بھی کرتے رہتے ہیں۔ بہر حال منکرین

کے نزدیک ان کے سابقہ بڑے بڑے مجید علماء دیوبند بدعتی ضلال و مضل ٹھہرتے ہیں۔
جو بھی بات یہ ہے۔ کہ حیلہ اسقاط نماز روزوں کے فدیہ کے طور پر کیا جاتا ہے اور مذہبی
نظم کی یہ بھی ایک شکل ہے اور اس امید سے کیا جاتا ہے کہ شاید اللہ تعالیٰ اس فدیہ و فتنہ
کو قبول فرما کر اس مرتے والے کے گناہ معاف فرما دے یہ قطعی نظریہ کسی کا نہیں ہوتا ہے
ایک کرتے سے یقیناً گناہ معاف ہونگے۔ یقیناً جنت میں داخل ملے گا جیسا کہ عطیہ سالم صاحب
نے بیان کیا ہے۔ یہ جو چلے تیرا حسن کرشمہ ساز کرے

بندہ نے حیلہ اسقاط کے موضوع پر ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جس میں تمام
اعتراضات و سوالات کے دندان شکن جوابات پیش کر دیئے ہیں اور سرفراز صاحب
لکھنؤی کے ہر اعتراض کا جواب مسکت انداز میں حاضر کیا ہے۔ وہ رسالہ ابھی طبع نہیں ہوا
امید ہے کہ عنقریب طبع ہو جائے گا۔ اور صرف اعتراضات کے جوابات پر اکتفا نہیں کیا
بلکہ اس موضوع پر دلائل سے بہرہ گیری کی ہے اور دلائل پر ہوتے والی جرح و قدح کے جوابات
بھی عرض کر دیئے ہیں (الحمد للہ علی ذالک)

(۱۱) عطیہ سالم مزید لکھتے ہیں کہ۔

"بریلوی حضرات نے اپنے سوا تمام پرکفار و مرتدین ہونے کا فتویٰ لگایا ہے۔
مگر کہ انہوں نے اپنی حقیقی بھائی دیوبندیوں کو بھی معاف نہیں کیا اور ان کے نزدیک ہر وہ
شخص کافر و مرتد ہے۔ جو ان کے امام و بانی کے نظریات سے متفق نہ ہو" (ترجمہ ص ۱۹)
الجواب :- یہ کہنا سراسر ہتیان اور سفید جھوٹ ہے۔ اعلم حضرت کہ کسی کتاب سے
ثابت نہیں کیا جاسکتا کہ آپ نے فرمایا ہو کہ ہمارے سوا سب کافر و مرتد ہیں۔ یہ جملہ
مبارت اگر عطیہ سالم صاحب یا کوئی غیر مظلوم و ہانی مولوی اعلم حضرت کی کسی کتاب سے
دلت میں ثابت کر دے تو پچاس ہزار روپیہ انعام بذریعہ عدالت سے لے سکتا ہے۔
ان لم یفعلوا ولولم یفعلوا فافتوا النوا والحق وقودھا الناس والجماعة اعدت للکفرین

اعلیٰ حضرت یا دیگر علما و اہل سنت نے صرف ان لوگوں کو کافر و مرتد قرار دیا ہے۔ جو مرزا کی
 ہیں یا پھر صرف ان کو جو گستاخ شان الوہیت و گستاخ رسول ہیں۔ جسکی کفری و گستاخانہ
 عبارات ان کی اپنی کتابوں میں موجود ہیں۔ اور درحقیقت وہ خود بھی اپنی ان عبارات اکابر
 کو کفریہ اور کافرانہ و گستاخانہ تسلیم کر چکے ہیں۔ جب اعلیٰ حضرت نے اقتدار میں انکی کفری عبارات
 کو کتابوں کے مصنفوں اور کتابوں کے نام لئے بغیر ایک کاغذ پر استفتاء کی صورت
 میں مدرسہ دیوبند میں ارسال کیا۔ تو جواب میں علماء دیوبند نے ان عبارات کو کفریہ اور ان
 عبارات کے لکھنے والے اور قائل کو کافر و گستاخ ہی قرار دیا تھا۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت نے کتابوں
 سے ظاہر ہے۔ مگر جب آپ نے مصنفین جن میں قاسم نانوتوی صاحب رشید احمد گنگوہی صاحب
 اشرف علی تھانوی صاحب اور خلیل احمد انبیٹھوی صاحب کے نام اور انکی کتابوں تحذیر الناس
 فتاویٰ رشیدیہ، حفظ الایمان اور براہین قاطعہ کے نام لکھ کر انکی عبارات نقل کر کے ارسال
 کیں۔ اور فتویٰ طلب کیا تو پھر علماء دیوبند کی زبانیں لنگ ہو گئیں۔ ان کی زبانوں پر مہر لگ گئی۔
 اب تاویلات فاسدہ و باطلہ کے چکر میں پڑ گئے۔ جس چیز کو خود کفر و گستاخانہ قرار دے
 چکے تھے۔ بحینہ اسکی کو ایمان اور عین ایمان ٹھہرانے لگے۔ اور اتحدوا احبابہم
 و دھبا انھم ادبایا امت دعوت اللہ۔ کی عملی تفسیر بن گئے۔ شان الوہیت اور شان
 رسالت کے مقابلہ میں فقہی بھائی تو درکنار عینی اور نسبی بھائی بھی قابل برداشت نہیں۔
 مؤمن کے لئے یہی تو فرق ہے۔ ہمارے اور ان دو باہیوں خجالیوں، دیوبندیوں میں کے
 ہم خدا و رسول کے مقابلہ میں کسی کو برداشت نہیں کر سکتے۔ خواہ وہ باپ ہو یا بیٹا۔ مگر یہ
 لوگ اپنے اعزاء و اقارب اور اپنے اساتذہ و مشائخ کو خدا و رسول پر ترجیح دے دیتے
 ہیں۔ اسکا ثبوت ابھی گزر چکا ہے گذشتہ صفحات میں کہ کسی اور سے ایسی گستاخی
 ہمارے لئے تو اسکو کافر قرار دیتے ہیں۔ مگر جب اپنا کفر تک جائے تو پھر وہ کفر صریح
 ہے۔ تاویلات کا پکڑ کر دھوکہ دیتے ہیں۔ اور یہ کہنا کہ ان کے نزدیک ہر وہ شخص

کافر و مرتد ہے۔ جو ان کے امام و بانی کے نظریات سے متفق نہ ہو۔ یہ بھی سفید
 جھوٹ ہے۔ صرف وہ شخص کافر و مرتد ہے جو گستاخ ہے اور گستاخی کا حامی ہے۔
 ان کی کفری عبارات پر اگلا ہو کر بھی ان کو کافر نہیں ماننا نظریات سے اگر صرف کفری
 عبارات کے متعلق نظریہ ہے۔ تب تو درست ہے۔ لیکن اگر مراد تمام نظریات ہیں۔
 بلا استثناء تو یہ بھی جھوٹ ہے۔ کیونکہ علم غیب کل جمیع ماکان و مایکون اور حاضر و ناظر اور
 فاعل و متفعل و غیرہ اور قہر و عجز نہ ماننے والے کو تو اعلیٰ حضرت نے کافر و مرتد قرار
 دیا ہے اور نہ کسی اور عالم دین نے ہمارے اکابر میں سے ان نظریات کا انکار ہمارے اکابر
 کے نزدیک نہ کفر ہے۔ نہ ارتداد ہے۔ اسی طرح میلاد، عرس، تہجد، ساتھ، رسواں
 یا لیواں وغیرہ یہ وہ امور ہیں جنکا انکار نہ کفر ہے نہ ارتداد ہے۔ اور اگر خلوص نیت پر
 مبنی ہو محض فقدان دلیل کی وجہ سے انکار ہو تو ضلالت و گمراہی بھی نہیں ہے۔ لہذا
 ثابت ہو گیا کہ عطیہ سالم کا یہ قول کا لبول مردود اور سفید جھوٹ ہے یا جہالت ہے۔
 اگر کسی کو اس پر اصرار ہے تو ہم چیلنج کرتے ہیں کہ آئے اور عدالت میں ثابت کرے امور مذکورہ
 بالاکو تو دس ہزار روپے انعام لے۔ اگر محبت ہے۔

۳۰ آئین جوان مردان حق گوئی و بے باگی
 اللہ کے شیروں کو آتی نہیں رو باہی

۳۱ عطیہ سالم صاحب کا یہ کہنا کہ جو ان کے امام و بانی کے نظریات سے
 جواب :- یہ بھی باطل و مردود ہے۔ عطیہ سالم نے اس جملے میں علوم الناس
 کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ یہ نیا فرقہ ہے اور اس کی بنیاد مولانا احمد رضا خاں
 صاحب نے رکھی ہے۔ حالانکہ یہ بات محض جھوٹ ہے۔ اعلیٰ حضرت کے ماننے والے نہ تو
 قرہ میں اور نہ ہی نئے ہیں۔ یہ جماعت ہے۔ جس کے بارے میں ید اللہ علی الجمات
 و اتبعوا السواد الاعظم اور علیکم بالجماعت یعنی جماعت پر اللہ کا اہتمام ہے

اور بڑی جماعت کی پیروی کرو اور جماعت کو لازم پہنچو۔ من شدہ شذ فی المنار۔ جو جماعت سے الگ ہوگا وہ دوزخ میں جائے گا۔ یہ احادیث مبارکہ کے الفاظ ہیں (مشکوٰۃ ص ۳۳) ان کلمات حدیث میں سوائے اہلسنت کی جماعت کے کوئی اور گروہ مراد لیا ہی نہیں جا سکتا کیونکہ باقی سب تو فرقے اور فرقیاں ہیں۔ جنکی تعبیر جماعت اور السواد اعظم سے کیوں ہو سکتی ہے۔ اور اعلیٰ حضرت کو اس جماعت کا بانی ظاہر کن بھی جنت باطنی کی علامت ہے۔ نہ یہ جماعت نئی ہے اور نہ ہی اعلیٰ حضرت اسکے بانی ہیں۔ اس جماعت کے عقائد و نظریات نئے اور جدید نہیں بلکہ اس کے وہی عقائد و نظریات ہیں جو صحابہ کرام تابعین و تبع تابعین اولیاء امت و صلحا و ائمتہ و صوفیاء و عظام کے ہمیشہ سے چلے آ رہے ہیں۔ اور قرآن کریم اور احادیث نبوی سے ثابت ہیں۔ جیسا کہ آئندہ صفحات میں ثابت کیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ جلیل القدر محدثین اور ائمہ دین کے بھی یہی عقائد و نظریات تھے۔ اکھبر اللہ علی ذالک۔

ابن تیمیہ اور محمد بن عبد الوہاب پر کفر کے فتویٰ کی حقیقت

①۵ قارئین کرام! عطیہ سالم قاضی مدینہ منورہ لکھتے ہیں کہ

جناب احمد رضا صاحب نے امام ابن تیمیہ اور امام محمد بن عبد الوہاب پر بھی کفر کے فتویٰ لگائے ہیں۔ انکا جرم فقط یہ تھا کہ وہ لوگوں کو کتاب و سنت کی اتباع اور بدعات و خرافات سے اجتناب کی دعوت دیتے تھے۔ اور غیر اللہ کی عبادت جیسے شرک و کفر سے بچنے کی تلقین فرماتے تھے۔ اور پوری امت کو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے پرچم تلے متحد کرنا چاہتے تھے۔

الجواب :- اعلیٰ حضرت نے تو امام ابوہامیہ اسماعیل دہلوی کے بہتر کفریہ نشان دہی کرنے کے باوجود اسکی تکفیر نہیں کی محض اس وجہ سے کہ وہ اپنے سابقہ عقائد

سے توبہ کر چکا تھا۔ جیسا کہ بعض علاقوں میں توبہ کی خبر مشہور ہو گئی تھی۔ اور یہ بات فتاویٰ رشیدیہ کے ایک سوال و جواب سے بھی ثابت ہے۔ ملاحظہ ہو فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۱۳ اعلیٰ حضرت نے لزوم کفر بتایا ہے اور لزوم کفر نہیں ہوتا بلکہ کفر کا التزام کفر ہوتا ہے۔ ابن تیمیہ اور محمد بن عبد الوہاب کی تکفیر نہیں کی بلکہ ان کے بھی کفری کلمات کی نشان دہی فرمائی ہے اور صرف انکو کفر بتایا ہے۔ التزام کفر کی بات نہیں فرمائی۔ اسلئے عطیہ سالم صاحب نے اس فرقہ کو ملحوظ نہیں رکھا۔ لزوم کفر اور التزام کفر میں بہت بڑا فرق ہے۔ تفصیل آئندہ آئے گی۔ رہا یہ کہ ابن تیمیہ اور ابن عبد الوہاب کتاب و سنت کی اتباع اور بدعات و خرافات سے اجتناب اور غیر اللہ کی عبادت سے بچنے کی تلقین کرتے تھے۔ تو یہ بھی عطیہ صاحب کی غلط فہمی ہے۔ کیونکہ ابن تیمیہ اور ابن عبد الوہاب نے اپنے غلط عقائد اور نظریات پھیلانے کے لیے بدعات و قبیحہ کو رواج دیا ہے اور جن کفریات کی تعلیم دی ہے اور امت مسلمہ کو گستاخ انبیاء و رسل و اولیاء و نبیاء ہے۔ وہ کسی سے مخفی نہیں۔ امت مسلمہ میں انتشار و افتراق ڈالا ہے۔ جسکی وجہ سے انکے ہم عصر محقق علماء اہلسنت نے انکا تعاقب کیا اور انکی ترویج میں کتابیں لکھیں اور انکے خلاف سخت قسم کے مضامین بھی لکھے ہیں بلکہ بعض محقق اور جید اکابر علماء کرام نے انکی تکفیر بھی کی ہے۔ جو انکے ہم عصر بھی تھے۔

ابن تیمیہ کے باطل عقائد و تکفیر و سبب تکفیر

قارئین کرام! ابن تیمیہ کو جن بدعات اور بدعتیہ گویوں کی وجہ سے بار بار قید خانہ میں ڈالا گیا اور تادم مرگ وہ قید خانہ میں ہی رہے۔ انکا ذکر کرتے ہوئے حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۰ھ الدرر الکامنه ص ۱۵۱ میں لکھتے ہیں کہ ابن تیمیہ نے عقیدہ حمویہ اور وسطیہ میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہاتھ پیر چہرہ اور پندلی کا جو ذکر آیا ہے۔ وہ اسکی صفات حقیقیہ ہیں اور اللہ تعالیٰ عرش پر بذاتہ مستوی ہے۔

اس کو کہا گیا کہ تجھ اور انقسام لازم آئے گا تو اس نے جواب میں کہا میں نہیں مانتا کہ تجھ اور انقسام جسم کے خواص ہیں۔ اس لئے کہا گیا کہ وہ ذات باری کے لئے تجھ و انقسام مانتا ہے۔ بعض لوگوں نے اس کو زندیق قرار دیا کیونکہ وہ کہتا تھا کہ نبی پاک سے مدد نہیں مانگی جاسکتی۔ بعض لوگوں نے کہا ابن تیمیہ منافق تھا کیونکہ حضرت علی کے بارے میں کہتا تھا کہ علی نے تیرہ مقامات پر خطا کی ہے اور کتاب اللہ کی مخالفت کی ہے۔ ان کی جنگ حکومت کے لئے تھی۔ انہوں نے ہر جگہ شکست کھائی اور بار بار خلافت حاصل کرنے کی کوشش کی اور ناکام رہے۔ اس نے کہا عثمان مال سے محبت کرتے تھے اور ابوبکر بڑے تھے نہ جانتے کہ وہ کیا کر رہے ہیں فرید کہا حضرت علی یحییٰ ہی میں اسلام لائے تھے اور یحییٰ کا اسلام ایک قوم کے مطابق صحیح نہیں ہے" (ملاحظہ ہو الدر المنثور ج ۲) مطبوعہ بیروت۔ حضرت علی سے بغض منافق کی نشانی ہے جس شخص کے اپنے عقائد و نظریات ایسے غلیظ ہوں۔ اس کو اسلام کی نمائندگی کرنے کا کیا حق ہے۔ حاکم ابن حجر عسقلانی مزید لکھتے ہیں کہ شیخ نقی الدین بسکی نے ابن تیمیہ کے رد میں متعدد کتابیں لکھی ہیں کیونکہ ابن تیمیہ قبر انور کی نیت سے سفر کو حرام قرار دیتا تھا۔ اور ابن حجر عسقلانی نے ابن تیمیہ کے اس نظریہ کو انتہائی مکروہ اور ناپسندیدہ قرار دیا ہے۔ اور ملا علی قاری نے اسی وجہ سے ابن تیمیہ کی تکفیر کو صحیح قرار دیا ہے (ملاحظہ ہو شرح شفاء علی نسیم الریاض ج ۳ مطبوعہ بیروت، الفتاویٰ الحمیشیہ ص ۹۹-۱۰۱)

رہا ادعا و کتاب و سنت کی اتباع کا تو جواباً گزارش ہے کہ امت مسلمہ میں جس قدر گمراہ فرقے اور لوگ پیدا ہوئے۔ وہ سب ہی کتاب و سنت کی اتباع کا دعویٰ کرتے رہے ہیں اہل ادب بھی کر رہے ہیں اور اپنے آپ کو ہی حق پر سمجھتے رہے ہیں اور سمجھ رہے ہیں۔ مرزائی، شیعہ، رافضی، خارجی، چکڑالوی، منکبر حدیث ان میں کون ہے۔ جو اپنے آپ کو حق پر نہیں سمجھتا اور کون ہے۔ جو کتاب و سنت کی اتباع

کامیابی نہیں۔ مگر کیا ان کے ادعا کو مان لینا چاہیے۔ ہرگز نہیں۔ حضور کے احسانات میں سے ایک بہت بڑا احسان یہ بھی ہے۔ کہ آپ نے اپنی امت میں ہمدرد اور خیر خواہ بن کر اور مصلح کہلا کر انتشار و اقراق پیدا کرنے والے علماء اور نام نہاد مشائخ کے حیلوں اور تھکنڈوں کی وضاحت کے ساتھ تشاندہی فرمادی ہے۔ تاکہ اہل اسلام ایسے خیال اور عقل مند بھی رہناؤں کے خیالات فاسدہ اور آرائے باطلہ سے محفوظ رہ سکیں چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے۔ **يَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ دَجَالُونَ كَذَّابُونَ يَأْتُونَكَ مِنَ الْأَحَادِيثِ بِالْمَقَالِ تَسْمَعُونَ أَهْلَ الْكِبَالِ وَأَهْلَ الْفَالِ كَمَا وَلِيَاهُمْ لَا يَقُولُونَ وَلَا يَفْقَهُونَ** (مشکوٰۃ ص ۸۳ ترجمہ) آپ نے فرمایا۔ آخری زمانہ میں کچھ دھوکہ باز بہت جھوٹے لوگ پیدا ہونگے جو تمہارے سامنے ایسی احادیث بیان کریں گے جو تمہیں نئی نئی ہوں گی نہ ہی تمہارے باپ داداؤں نے سنی ہوگی۔ ان سے اپنے آپ کو بچانا دور رکھنا کہیں ممکن گمراہ نہ کر دیں اور تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ **يُرَوْنَ أَهْلَهُمْ عُلَمَاءُ وَمَشَائِخُ مِنْ أَهْلِ النَّصِيحَةِ وَالصَّلَاحِ ثَمَّ يُدْعَوْنَ إِلَى مَذَاهِبِهِمُ الْبَاطِلَةِ وَأَهْلُهُمُ الْفَاسِقَةُ** یعنی وہ دجال اور کذاب خود کو علماء اور مشائخ، نصیحت و اصلاح کرنے والے سمجھتے ہونگے پھر لوگوں کو اپنے باطل مذاہب اور اپنے بُرے خیالات کی طرف بلائیں گے۔ ملاحظہ ہو۔ (لمعات شرح مشکوٰۃ شریف ص ۱۲۱)۔ پھر **يَأْتُونَكَ مِنَ الْأَحَادِيثِ بِالْمَقَالِ** کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ **السَّوَادُ كَثِيرٌ مِنَ السَّمَاعِ الَّذِي كَثُرَ مَثَبُهُمَا فِي الدِّينِ وَكَوْنُهُمَا بِمَقَانِدِ الْفِتْنَةِ**۔

یعنی نہ سننے سے مراد ثابت نہ ہونا ہے۔ وہ صرف بہتان و افتراء ہی ہوگا۔ یعنی انکی باتوں کا دین سے کوئی ثبوت نہ ہوگا۔

فَاتَّبِعْنِي كَلِمًا! اس حدیث اور اس کی شرح کی عبارت سے واضح ہو گیا ہے کہ امت محمدیہ میں دجال و کذاب قسم کے ملاں اور نام نہاد مشائخ پیدا ہوں گے۔ جو ہمدردی اور خیر خواہی اور اصلاح اور مصلحین کے لباس میں ہوں گے اور عوام الناس کو ایسی

حدیثیں (باتیں) سنائیں گے۔ جبکہ دین میں کوئی ثبوت نہ ہوگا (مثلاً خدا جمود بل سکتا ہے، نبی کو اپنے انجام تک بھی علم آخر تک حاصل نہ تھا، نبی کو دیوار کے پیچھے کچھ بھی علم نہیں ہے۔ نبی نور نہیں ہے۔ نبی کچھ غیب نہیں جانتا تھا، نبی کو کوئی فائدہ نہیں دے سکتا) جیسا کہ ان نجدیوں و ہابیوں کی کتابوں سے ظاہر ہے۔ مثلاً صراطِ مستقیم، تعویذ الایمان، بکروزہ، تحذیر الناس، جہد المقل، فتاویٰ رشیدیہ، براہین قاطعہ اور ایسی ہی دوسری کتابوں میں تو ہیں آمیز اور گستاخانہ عبارات والفاظ اور جملے بکثرت جو ایسی ایسی تمام باتیں و ہابی نجدی اور وہابی گلابی دیوبندی کرتے ہیں اپنی کتابوں میں بھی لکھتے ہیں اور پھر مولوی اور مشنری کے بھی مدعی ہا نہیں بلکہ ٹھیکیدار بن سٹھے ہیں پھر احادیث پر عمل کے بھی مدعی ہیں بلکہ ہر جگہ کہتے پھرتے ہیں۔ ہم قرآن و حدیث ہی بیان کرتے ہیں۔ مگر یہ بریلوی تو حکایات اور قصے سناتے ہیں۔ بھائی حضور نے کیا تو نکمون الاحادیث فرمایا ہے۔ "یا تو نکمون الحکایات والقصص نہیں فرمایا۔ اس وجہ سے یہ حدیث اور شرح کی عبارت ان وہابیہ دیا بنہ پر پوری طرح فٹ آتی ہے اور حضور نے انہی ہی کی نشاندہی فرما کر امت پر احسان فرمایا ہے۔ اور اس امت محمدیہ پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا احسان یہ ہے کہ انہوں نے اس نشاندہی کی روشنی میں ان دجالوں اور کذابوں اور گستاخوں کی عوام کو پہچان کر لی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہابی نجدی اور یہ دیا بنہ اب تک جل رہے ہیں عدوت کی آگ میں اور اعلیٰ حضرت کے خلاف شدید ترین برائیوں کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ تو اپنے سوا کسی کو مسلمان نہیں مانتا تھا۔ اُسے فلاں کو کا قہر کہا فلاں کو گمراہ کہا۔ فلاں کو بے دین قرار دیا ہے۔ دراصل عدوت، بغض و عناد کی آگ میں جل رہے ہیں اور کچھ نہیں بن پڑتا تو یوں شور مچا کر اپنے دل کی آگ بجھانا اور دل کی بھڑاس نکالنے کی ناکام کوشش میں مبتلا ہیں۔ لیکن انکی مراد کبھی پوری نہیں ہوگی۔

ٹھ پڑے خاک ہو جائیں حیل جانے والے۔

اتحاد و اتفاق کی دعوت اور میدان سے فرار

۱۶) قائدینِ کرام! عطیہ سالم صاحب آخر میں رقمطراز ہیں کہ اس دور میں بھی اتحاد و اتفاق کی صرف یہ صورت ہے کہ ہم ان تمام عقائد و نظریات کو ترک کر دیں۔ جو قرآن و سنت کے مخالف ہوں اور انہیں

الجواب :- پہلی بات یہ ہے کہ عطیہ صاحب کو ہم چیلنج کرتے ہیں کہ وہ پاکستان میں اگر لاسپور یا گوجرانوالہ کی کسی عدالت میں ہمارے عقائد و نظریات کو قرآن و سنت کے مخالف ثابت کریں۔ اور ۲۵۰۰۰ ہزار روپے انعام حاصل کریں یا پھر اسی انعام کے ساتھ ہمیں چیلنج کریں اور پاکستان کے مذکورہ دو شہروں میں سے کسی کی بھی عدالت میں ہم ان کے عقائد کو قرآن و سنت کے خلاف ثابت کریں گے۔ بلکہ ان کافر ثابت کریں گے یہ عدالت میں اپنا مسلمان ہونا اپنے عقائد کی روشنی میں ثابت کریں۔

چند سال قبل جب کنز الایمان پر سعودیہ عربیہ میں پابندی لگائی گئی تو یہ صاحب سیالوی کی کوشش سے علامہ سیر کرم شاہ صاحب اظہری نے ایک خط شاہ فہد کو لکھ کر میں لکھا تھا۔ جس میں شاہ فہد کو دعوت دی گئی تھی کہ تم اپنے ملک کے اہل علم و کواور ہمیں ایک جگہ بٹھا کر گفتگو کرو تا کہ حق اور باطل اور دودھ اور پانی کا امتیاز ہو سکے۔ مگر اُسے اسکا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ وہ خط اردو میں چھپا کر پاکستان میں شائع بھی کیا گیا تھا۔ مگر تا حال کوئی جواب اس چیلنج کا نہیں دیا گیا۔ اُسکے بعد میں لندن میں شاہ فہد سے بعض علمائے اسی سلسلہ میں ملاقات کی تھی۔ مگر وعدہ کے باوجود تا حال اُس نے کچھ نہیں کیا۔ یہ لوگ اہلسنت کے علماء کا مقابلہ یا ان سے بحث و مباحثہ اور مناظرہ کرنے کا حوصلہ نہیں رکھتے۔ ان میں یہ ہمت کہاں۔ ہر میدان میں علماء اہلسنت سے شکست فاش سے دوچار ہوتے رہے ہیں کبھی بھی انکو کامیابی و

فتح نصیب نہیں ہوئی۔ جب کی متعدد مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ اختصار کے پیش نظر
 مثالیں نہیں لکھی جاسکتی۔ خود اس ناچیز کے مقابلہ میں بارہا یہ لوگ راہ فرار اختیار
 کرتے رہے ہیں۔ حالانکہ یہ ناچیز تو علماء المہنت کا ایک ادنیٰ خادم ہے۔ اہل کربت و بات
 ہی اور ہے۔ چند سال قبل کی بات ہے کہ عید میلاد کے موقع پر چوک گھنٹہ گھر میں جلوس
 میلاد کے اختتام پر جب دیوبندیوں نے میلاد کے خلاف ایک اشتہار شائع کیا تھا۔
 حاضری جلسہ میں اسٹیج پر یہ اشتہار اس ناچیز کو دیا اور کہا کہ اسکا جواب خود دیں۔
 اور حاضرین اور مشتعلین کے اصرار پر بندہ نے اسٹیج سے دیوبندیوں کے محدث اعظم
 پاکستان مولوی رفراز گکھڑوی شیخ الحدیث نعرۃ العلوم کا نام لیکر اور شیخس الدین فاضل
 اور مفتی خلیل مدرس شرف العلوم اور مولوی عبدالحمد سواتی خطیب جامع مسجد نور و مہتمم
 مدرسہ نعرۃ العلوم کے نام لیکر مناظرہ کا چیلنج کیا تھا۔ بالآخر انہوں نے خود کو چیلنج قبول
 نہیں کیا البتہ یوسف رحمانی سے ۱۸ دن بعد چیلنج منظور کروایا مگر رابطہ بھی نہ کیا۔ بندہ
 نے خود تعاقب کیا اور بندے بھی بیکراں ہو کر دیا۔ مناظرہ کیلئے جب یوسف رحمانی
 سے ہم نے شرائط قبل از مناظرہ تحریر کرائیں اور یہ بھی تحریر کروالیا کہ مناظرہ اس
 موضوع پر بھی ہوگا کہ تم تمہیں کافر ثابت کریں گے تم اپنے آپ کو مسلمان ثابت کرو گے۔
 یہ تحریر جب انکے علماء نے دیکھی تو پھر پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی پھر فرار کے لئے
 حربے شروع کر دیئے۔ پولیس کے ذریعے بندہ کو گرفتار کروانے کی سرکوبہ کوشش کی گئی۔
 صبح موتی مسجد میں اگر جگہ تقسیم کی کہ ادھر تم ادھر ہم بیٹھیں گے۔ مگر آٹھ کے ساٹھ
 آٹھ پھر نو پھر دس بج گئے۔ مگر میدان میں نہ آئے۔ بالآخر دس بجے تسلی ہو جانے کے
 بعد جلوس کی شکل میں ہم فاروق گنج نعرے لگاتے ہوئے واپس جامعہ فاروقیہ میں
 آئے۔ سرفراز صاحب نے آئے کا یہاں نہ یہ بنایا کہ غلام فرید نے ہمیں مروانے کا نظام
 کیا ہوا ہے۔ گوہر انوالہ شہر کے متعدد لوگ آج بھی اس کے گواہ ہیں۔ اس واقعہ پر

الحاج مولانا ابوداؤد محمد صادق صاحب، مولانا عبدالعزیز چشتی صاحب اور دیگر متعدد علماء
 کرام بندہ کے ساتھ رہے۔ رات بھر جامع مسجد حنفیہ باغبانپورہ گوہر انوالہ میں اکٹھے رہے
 ہر طرح تعاون کیا۔ بندہ انکا شکریہ ادا ہے اللہ تعالیٰ ان کو اسکی جزا و خیر عطا فرمائے آمین۔
 ایسے متعدد واقعات ہیں خانیوال، کیر والا اور بعض دوسرے مقامات پر ایسے
 ہی منکرین شان رسالت کو قرار اختیار کرنا پڑا۔ رافضیوں اور مزائمنوں کے ساتھ بھی
 مباحثہ ہوا۔ احمد شہد تھلے انکے مقابلہ میں بھی فتح ہوئی۔ خانیوال کے احباب اس پر
 گواہ ہیں۔ قارئین کرام یہاں تک بندہ نے البریلویہ کے مترجم ناقد کی عرض مترجم
 کی تین باتوں اور البریلویہ کی تقدیم سے قاضی مدینہ منورہ و خطیب مسجد نبوی کے
 ۱۶ عدد نکات کے غبر وار جوابات عرض کئے ہیں۔ اب اسندہ صفحات میں انشاء اللہ
 البریلویہ میں لہری کے اعتراضات کے جوابات پیش کروں گا۔ باب اول کے جواب میں
 باب اول، باب دوم کے جواب میں باب دوم، باب سوم کے جواب میں باب سوم،
 اور باب چہارم کے جواب میں باب چہارم اور باب پنجم کے جواب میں باب پنجم ہوگا اور
 مقدمہ کے جواب میں مقدمہ ہوگا۔

اپنی حکایات

ترجمہ: انب، نصیحت آموز حکایات کا مجموعہ
 صفحات - ۲۵۰
 باب - ۲۵/۱

مترجم: محمد منور حسین مجددی

المقدمہ بحواب المقدمہ

الحمد على نعمائه الكاملة والآلاء الشاملة والصلوة والسلام
على سيد الانبياء محمد بن المصطفى وعلى آله المجتبى - اما بعد: فاعوذ
بالله من الشيطان الرجيم - بسم الله الرحمن الرحيم

ظہیر صاحب لکھتے ہیں کہ دوسرے بہت سے غیر اسلامی فرقوں پر کتبہ تعریف کرنے کے بعد میں برصغیر پاک و ہند میں کثیر تعداد میں پائے جانے والے گروہ بریلویت پر اپنی یہ تصنیف قارئین کے مطالعہ کے لئے پیش کر رہا ہوں۔ (بریلویت مک اور ترجمہ اناتاب) **الجواب:**۔ المراقبتیں علی نفسہ۔ یعنی انسان دوسرے کو اپنے اوپر قیاس کر لیتا ہے۔ یہاں ظہیر صاحب نے بھی اپنے غیر اسلامی فرقہ قلیلہ پر قیاس کرتے ہوئے باقی فرقوں کو بلا تمیز غیر اسلامی قرار دے دیا ہے۔ یعنی یوں کہتے ہیں کہ اپنے شرف منہ قلیل کے سواء باقی سب کو غیر مسلم قرار دیا ہے۔ اور یہی نظریہ اور عندیہ تھا محمد بن عبد الوہاب نجدی کا وہ بھی اپنے علاوہ سب کو مشرک قرار دیتا تھا۔ جیسا کہ اس کی کتابوں سے ظاہر ہے۔ نیز ظہیر صاحب نے اس عبارت میں کم از کم یہ حقیقت بھی تسلیم کر لی ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں بریلوی مسلک کے لوگ کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ یعنی یہ مسلک اکثریت میں ہے تو پھر سواد اعظم اور جماعت کا اطلاق انہی پر ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اکثریت کے ہوتے ہوئے اقلیت پر انکا اطلاق قرین انصاف نہیں ہے۔ پھر یہ کہ اس کو فرقہ قرار دینا بھی غلط ہے۔ کیونکہ سواد اعظم کا اور جماعت کا معنی ہے اور سواد اعظم اور جماعت سے وابستہ ہونا ضروری ہے۔ اتباع السواد الاعظم اور علیکم بالجماعت اور من الله على الجماعة کی روشنی میں لہذا جو اقلیت میں ہونگے۔ وہی فرقہ کا معنی ہونگے

ہیں۔ جو تفصیلی بیان عنقریب عقائد کے بیان میں آئیگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ یہاں ہم استدراک بنا ضروری سمجھتے ہیں کہ خود دیوبندی اور نجدی وہابی نئے فرقے ہیں اور ان کے عقائد و نظریات جدید قسم کے محدثات ہیں۔ بلکہ بدعات اعتقاد ہیں۔ چنانچہ خود ظہیر صاحب نے مجبوراً یہ حقیقت ماننا پڑی کہ بریلوی جماعت کے افکار اور عقائد پرانے اور قدیم ہیں (نئے نہیں) چنانچہ وہ خود اپنی اسی کتاب البریلویت ص ۱ میں لکھتے ہیں کہ۔ انما جدیدہ ^{جدا} من حيث النشأة والاسم ومن فرق شیعہ لقارۃ من حيث تکوین والحقۃ، ولكننا قد یعدون من حيث الاصل (ترجمہ) یہ جماعت اپنی پیدائش اور نام کے اعتبار سے تو نئی ہے مگر افکار و عقائد کے لحاظ سے قدیم ہے۔ اس عبارت میں ظہیر صاحب اہلسنت حنفی بریلوی کے نظریات و افکار اور عقائد کا قدیمی اور پرانا ہونا تسلیم کر لیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب ان کے افکار و عقائد قدیمی اور پرانے ہیں تو دیوبندی اور نجدیوں اور وہابیوں کے افکار و عقائد اختلافیہ ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اور دونوں کے درمیان تناقض ہے اور ضدین کا اجتماع محال ہے اور اجتماع تعین بھی محال ہے۔ اس لئے جب بریلوی افکار و عقائد بقول ظہیر صاحب بھی قدیم چلے آ رہے ہیں تو ان کے اپنے افکار و عقائد کا محدثات و بدعات قبیح ہونا ظہر من الشمس ہو گیا۔ وهو المد علی

سبح ہے۔ جادو وہ جو سب پر چڑھ کر بولے

الفضل ما شهدت به الاعداء

نوٹی وہ ہے جسکی گواہی دینے پر دشمن بھی مجبور ہو جائے۔

نوٹ:۔ قارئین کرام یہاں اس منقولہ عبارت کا ترجمہ عطار الرحمن ناٹب صاحب شیر ما در سمجھ کر مضمون کر گئے ہیں۔ مقدمہ کی پوری عبارت کا ترجمہ سمجھیں اس میں بھی مترجم نے اس عبارت کا ترجمہ نہیں کیا۔ آخر کیوں؟ اس لئے کہ وہ بھی جان لیتے تھے کہ اس عبارت میں تو ظہیر صاحب نے بریلویوں کے افکار و عقائد کو قدیمی اور

اور فرقہ بندی یا فرقہ بازی کی مذمت کی آیات و احادیث کا مسدق بھی ہونگے۔

(کمالا یخفی علی اہل النہی)

ظہیر صاحب لکھتے ہیں۔ کہ اس گروہ کے عقائد بعض دوسرے اسلامی ملکوں میں تصوف کے نام پر رائج ہیں بغیر اُن سے فریادہی اور ان کے نام کی منتیں ماننا جیسے عقائد سابقہ دور میں بھی رائج و منتشر رہے ہیں۔ بریلوی حضرات نے ان تمام مشرکانہ عقائد اور غیر اسلامی رسوم و روایات کو منظم شکل دے کر ایک گروہ کی صورت اختیار کر لی ہے۔

(البریلویت ص ۱۰۰ ترجمہ از ثاقب طلحہ)

الجواب :- اس عبارت میں ظہیر صاحب نے یہ بھی تسلیم کر لیا ہے کہ بریلوی مسلک کے لوگ صرف برصغیر پاک و ہند میں ہی نہیں بلکہ یہ لوگ بعض دوسرے اسلامی ملکوں میں بھی موجود ہیں۔ اگرچہ ان ممالک میں بریلوی نام سے متعارف نہیں بلکہ ان کا مسلک وہاں تصوف کے نام سے متعارف ہے۔ بہر حال یہ نوعہ مان گئے ہیں کہ یہ بریلوی مسلک دوسرے اسلامی ممالک میں بھی تصوف کے نام سے موجود ہے اور الحمد للہ تعالیٰ یہ بھی مسلک اہلسنت و جماعت کی ایک فتح اور کامیابی ہے کہ دشمن بھی اس کے وجود کو متعدد ممالک میں مان رہا ہے۔

بریلوی مسلک نیا نہیں

یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ وہابی دلیوبندی اس دور میں یہ پروپیگنڈا بڑے زور شور سے کر رہے ہیں کہ بریلوی کہلانے والے اب پیدا ہوئے ہیں۔ ان کے عقائد نئے گھڑے ہوئے ہیں۔ یہ گزشتہ سچو دھوبی صدی کی پیداوار ہیں۔ وغیرہ وغیرہ

مگر ہم بالکل دلی کہتے ہیں کہ ہمارے عقائد و نظریات قدیمی اور بہت پرانے ہیں اور یہی عقائد صحابہ کرام و تابعین و تبع تابعین و ائمہ مجتہدین و تمام بزرگان دین کے رہے

انے مان لیا ہے۔ حالانکہ ہم انکو بدعات و محدثات ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اب اگر اسکا ترجمہ کر دیا۔ تو پڑھنے والوں پر ہمارا جھوٹ ظاہر ہو جائیگا اور پھر ہمارے اپنے افکار و عقائد کی حقیقت منکشف ہو جائیگی۔ جسکے بعد ہم اس مسلک والوں کو اور اسے افکار و عقائد کو بدعات و محدثات اور نئے نہیں کہہ سکیں گے۔ قارئین کرام آپ کا یہ کام ہے کہ ثاقب سے زور دیکر سوال کریں کہ انہوں نے ترجمہ کرنے میں یہ بیانیاتی اور خیانت کیوں کی ہے۔ اس عبارت کا ترجمہ کیوں نہیں کیا۔ آخر کوئی تو اس کا سبب ہے۔

خ۔ آخر وہ کیا ہے جس کی پردہ داری ہے۔

قارئین کرام :- غیر مقلدین و ہابیہ خبیہ کا گروہ مولوی ثناء اللہ امرت سہری اپنی کتاب شمع توحید مطبوعہ سرگودھا ص ۱۲ پر رقم طراز ہے کہ امرت سہری سلم آبادی غیر سلم آبادی (ہندو سکھ وغیرہ) کے مساوی ہے۔ انہی سال قبل سب مسلمان انجیلی کے تھے۔ جن کو بریلوی خفی خیال کیا جاتا ہے۔ ثناء اللہ امرت سہری نے اس عبارت میں اپنے زمانے میں یہ تسلیم کر لیا ہے کہ انہی سال پہلے کے لوگوں کے افکار و عقائد بھی وہی تھے۔ آج بریلوی خفی کہلانے والوں کے ہیں یعنی یہ افکار و عقائد نئے نہیں بلکہ قدیم اور پرانے ہیں۔ (الحمد للہ علی ذالک)۔ فریاد اور منتیں ماننے کی بحث عقائد کے باب کے جواب میں آرہی ہے۔ اس لئے یہاں ہم اسکی بحث کو آئندہ چھوڑتے ہیں۔ ظہیر صاحب فرمید لکھتے ہیں۔ کہ اسلامی تاریخ کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ تمام عقائد اور رسمیں ہندو ثقافت اور دوسرے ادیان کے فریجے سے مسلمانوں میں داخل ہوئیں۔ اور انگریزی استعمار کی وساطت سے روانہ ہوئیں۔ (البریلویت ص ۱۰۰ ترجمہ از ثاقب طلحہ)

الجواب :- پہلی بات یہ ہے کہ مقدمہ میں ظہیر صاحب نے یہ بھی تسلیم کیا ہے۔ پنجابیہ سنویر، مہدودیر، دادریر، سہرودیر، اور وقت تبدیہ چشتیہ زلفا وغیرہ

جسے سلاسل طرغیت ہیں۔ دنیا میں یہ سب کے سب بریلوی افکار و عقائد کے حامل ہیں۔ ان کے افکار و عقائد بالکل وہی ہیں جو ان بریلویوں کے ہیں۔ یہ بھی اہلسنت حنفی بریلوی کی صداقت و حقانیت کی دلیل ہے۔ مگر علماء الرحمن ثاقب نے اردو ترجمہ کرتے وقت اس عبارت کا ترجمہ بھی نہیں کیا۔ آخر کیوں خود سمجھیں۔

باقی یہ کہنا کہ یہ تمام عقائد وغیرہ ہندو ثقافت اور دوسرے ادیان سے انگریزی استعمار کی وسالت سے پروان چڑھے ہیں۔ تو اسکا دندان شکن جواب باب دوم میں عقائد کے جواب میں ملے گا اور باحوالہ دیا جائیگا۔ یہاں جواب لکھنے سے کتاب طویل ہو جوائے گی جس سے اجتناب ہم ضروری سمجھتے ہیں۔ صرف اتنا کہیں گا کہ ظہیر صاحب کا بریلوی افکار و عقائد کو البریلویت کے حق پر تقدیمی اور پرانے ماننا اور ثناء اللہ امرتسری کا اپنے زمانے میں یہ کہنا کہ آج سے اسی سال قبل سے مسلمان بھی بریلوی افکار و عقائد کے حامل تھے۔ (ملاحظہ جیسا کہ شمع توحید کے صفحہ پر یہ صراحت موجود ہے) ایسی بات کافی ثبوت ہے کہ ظہیر صاحب جھوٹ بول رہے ہیں ایسے ان کا سفید جھوٹ ہے۔ باقی انگریزی استعمار کی بات کرتے ہوئے ان کو خرم آتی چاہیے غیر مقلدین تو خود ہمیشہ انگریز کے ایجنٹ رہے ہیں اور اگلے کا برنہ ہمیشہ انگریزوں کی چالو سی مین زندگی گذاری۔ ان کے اکابر نے اپنا نام "الہدیت" الاٹ ہی انگریزوں سے کرایا ہے۔ جبکہ باحوالہ ثبوت آئندہ صفحات میں آ رہا ہے۔ ہمارا ان غیر مقلد و ہابیو نجدیوں نام نہاد اہل حدیثوں کو

زوردار حلیج

ہے۔ کہ وہ پاکستان کے کسی بھی میدان میں یا کسی بھی عدالت میں آکر اعلافت

اہل بریلوی اور ان کے رفقاء کا انگریز کا ایجنٹ ہونا یا انکا حامی ہونا ثابت کریں یا پھر ہم انکا انگریز کا ایجنٹ اور انگریز کے چالو س و حامی اور انگریز کا وفادار ہونا ان کے اپنے اکابر کے کتابوں اور انکی عبارتوں سے ثابت کرتے ہیں۔ کیا یہ حلیج نام نہاد اہل حدیثوں و ہابیوں کو منظور ہے۔ اگر ہے تو ہمارے ساتھ راہ لے کر لیں۔ ہم سے حلیج کی تقریریں اور حلیج کو منظور کرنے کی تحریریں دیں پھر تاریخ اور جگہ یا عدالت کا تعین دہنیں یا ہم مشورہ سے کریں اور وقت کا تعین بھی کریں۔ آؤ میدان میں آؤ۔

سہ نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

ظہیر صاحب البریلویت کے حق پر اور مترجم ثاقب صاحب ص ۲۲-۲۳ پر رقمطراز ہیں کہ اسلام جدوجہد کا درس دیتا ہے۔ مگر بریلوی افکار و تعلیمات نے اسلام کو رسم و رواج کا مجموعہ بنا دیا ہے۔ نماز روزے کی طرف دعوت کی بجائے ان کے مذہب میں غرس و قوالی، پیر رستی اور نذر و نیاز دے کر گناہوں کی بخشش وغیرہ جیسے عقائد کو زیادہ اہمیت حاصل ہے۔

الجواب :- لعنة الله على اعدائنا الذين - تعوذ باللہ تعالیٰ - جن لوگوں کا ذات باری تعالیٰ کے متعلق یہ عقیدہ ہو کہ وہ جھوٹ بول سکتا ہے۔ تو وہ خود کو بھوک جھوٹ سے پرہیز کریں گے۔ ان گستاخان شان الہیت اور گستاخان شان رسالت و ولایت سے کوئی پوچھے کہ کیا بریلوی مسلک کی مساجد میں پنجگانہ اذان اور نماز اور رمضان کی تراویح و سماعت قرآن کا اہتمام نہیں ہوتا۔ کیا یہ لوگ اپنی مساجد میں امام و خطیب کا اہتمام نہیں کرتے۔ اگر یہ جواب نفی میں ہے تو پھر سوائے - لعنة الله على اعدائنا الذين - پڑھنے کے ہم کیا کر سکتے ہیں۔ اور اگر جواب اثبات میں ہے تو پھر ظہیر و ثاقب کا جھوٹ اظہر من الشمس ہو گیا۔ وهو المطلوب۔

رہا جس منانا تو عرس سال بھر میں صرف ایک بار ہوتا ہے۔ ہر روز تو نہیں ہوتا۔ نماز
 دن رات میں پانچ بار ہوتی ہے۔ روزے سال بھر میں ایک پورے ماہ کے ہوتے ہیں
 بھر عرس کی اہمیت کیسے بڑھ گئی نیاز روزے سے بھر قوالی خود علماء بریلوی میں متنازعہ
 ہے۔ بعض جواز کے قائل ہیں بعض حرمت کے۔ خود اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی تو اسکو
 اپنے فتاویٰ میں متعدد بار حرام فرماتے ہیں۔ اور اسی سختی کے ساتھ منع کرتے
 ہیں۔ عوام انسان کی عادات کو مذہبی شعار یا مذہبی عقائد قرار دینا جہالت ہے۔
 پر ریت کا معنی ہے پیر کو پوجنا۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور دیگر علماء اہلسنت حنفی بریلی
 نبی ولی پیر فقیر کے آگے سجدہ تعظیمی کو حرام قرار دے چکے ہیں۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ
 نے تو الزیادۃ الزکیہ فی حرمت سجدۃ التحیۃ نامی کتاب میں سجدہ تعظیمی کی حرمت
 پر لکھی ہے۔ جو طبع شدہ ملتی ہے۔ جب انکے نزدیک سجدہ تعظیمی حرام قطعی ہے۔
 تو بھر پیر کو پوجنے کی اجازت کب ہو سکتی ہے۔ اسلئے یہی ظہر صاحب و ناقب کی
 کذب پرستی ہی ہے۔ اور نذر و نیاز بھی شرعی غیر خدا کے لئے ہمارے اکابر کے
 نزدیک بھی حرام ہے۔ جیسا کہ ہمارے اکابر کی کتابوں سے ظاہر ہے۔

قوالی کی حرمت پر ایک حوالہ | اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ قوالی کی
 حرمت پر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

کہ ایسی قوالی حرام ہے۔ حاضرین سب گنہگار ہیں۔ اور ان سب کا گناہ کیسا عرس کرنے والوں
 پر ہے اور قوالوں پر ہے اور قوالوں کا بھی گناہ عرس کرنے والوں پر انہی۔ کچھ آگے میں فرماتے
 ہیں کہ بعض جہاں بدست یا نیم ملا شہوت پرست یا جھوٹے صوفی یا جہت کہ احادیث صحاح
 مرفوعہ کے مقابل بعض ضعیف قصبے یا مہمل واقعے یا متشابہ پیش کرتے ہیں۔ انہیں اتنی
 بھی قائل نہیں یا قصداً بے عقل بتتے ہیں کہ صحیح کے سامنے ضعیف، متعین کے سامنے
 قول، اقل کے منور متشابہ واجب التکرار بھر کہاں قول کہاں حکایت فعل بھر کا عزم

عہ جو منرا میر کے ساتھ ہو

ہر طرح یہی واجب العمل اسی کو ترجیح ہے انہی (احکام شریعت ص ۲۱ تا ۲۲)
 ان صفحات میں اعلیٰ حضرت نے بعض احادیث بھی بخاری شریف سے نقل فرمائیں اور حضرت
 سلطان الاولیاء خواجہ نظام الدین علیہ الرحمۃ کی کتاب "فوائد الافوائد" سے چند عبارات
 نقل کر کے قوالی مع المنرا میر کی حرمت کو ثابت فرمایا ہے۔ آپ کی متعدد کتابوں میں
 متعدد حوالہ جات قوالی مع المنرا میر کی حرمت پر موجود ہیں۔ اختصار کے پیش نظر صرف
 اسی پر اکتفا کیا ہے۔ بہر حال اس عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے
 قوالی کو حرام قرار دیا ہے اور سختی کے ساتھ اس سے منع فرمایا ہے۔ بھر قوالی کے جواز
 کو اعلیٰ حضرت کے مسلک بریلوی کے طور پر پیش کرنا اور یہ کہنا کہ انکے نزدیک نماز روزے
 سے قوالی کو زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ سفید جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے۔ فلعنہ اللہ علی الکاذبین۔
 اگرچہ علماء اہلسنت حنفی بریلوی سب کے سب حرمت پر متفق نہیں مگر بریلوی مسلک کے طور پر
 تو حرمت ہی کو پیش کیا جاسکتا ہے۔ حلت یا جواز کو نہیں۔

نذر کا حکم شرعی | قارئین کرام نذر کی دو قسم ہیں۔ ایک شرعی ایک عرفی
 نذر شرعی صرف خدا کے لئے ہے۔ ذات باری سے

خاص ہے۔ کسی نبی ولی کے لئے جائز نہیں بلکہ حرام ہے اور ایک ہے نذر عرفی جو
 تحفہ اور ہدیہ کے معنی میں لی جاتی ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے یا آپ کا نذرانہ ہے۔ اور
 اس سے مراد یہ ہوتی ہے۔ درحقیقت یہ عبادت تو صرف خدا کی ہے مگر اسکا ثواب اولیاء
 کلام کی ارواح کے لئے حدیث و تحفہ ہے۔ اس سے انبیاء و اولیاء کی عبادت یا تقرب علی وجہ
 العبادۃ مقصود نہیں ہوتی بلکہ صرف ایصال ثواب مقصود ہوتا ہے۔ چنانچہ امام اہلسنت لازمی
 زمان غزالی دوران مقالات کاظمی ص ۲۷ اور ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ میں بالترتیب
 فرماتے ہیں کہ اگر اولیاء کی نذر محض لغوی یا عرفی یعنی ہدیہ و نذرانہ ہو یا وصال یافتہ بزرگ کے
 لئے ایصال ثواب کے قصد سے کوئی جانور وغیرہ نامزد کر دیا تو وہ نذر شرعی اللہ کے لئے ہو تو یہ فعل

شرعاً جائز ہے۔ تفسیر احمدی وغیرہ کے حوالوں سے لکھا ہے۔
ظہیر صاحب قلم اور ثاقب مترجم ترجمہ کے ۲۲/۲۳ میں لکھتے ہیں۔

"میں بریلویت پر قلم نہیں اٹھانا چاہتا تھا۔ کیونکہ یہ جہالت کی پیداوار ہے۔ اور یہ لوگ جب متحد ہو کر مشرکانہ امور اور بدعت میں سختی سے مشغول ہوئے اور ان کو پھیلانے لگے۔ اور اہل توحید والی کتاب و سنت کو طعن و تشنیع کرنے میں مصروف ہو گئے تو پھر میں نے قلم اٹھایا تاکہ حق کی حمایت کی جا سکے" وغیرہ وغیرہ (ملخصاً)

الجواب :- جب رسول کو دلوں میں رکھنے والوں کو جہالت کی پیداوار قرار دینا شیطانی ٹوٹے کا ہی کام ہے۔ کوئی اور ایسا نہیں کر سکتا۔ عاشقانِ رسول کو مشرک یا انکے عقائد کو مشرک یا شرکیہ کہنا بھی ان نجدیوں و بابیوں کو شیطان لعین سے ورثے میں ملا ہے۔ ان کا کوئی قصور نہیں۔ شیطان بھی بدعہم خویش بڑا موحد بتاتا تھا۔ تو اسکی معنوی ذریت اسخلی سے کیونکر عاری ہو سکتی ہے۔ یہی ان کا نصیب اور مقصوم ہے۔

عہد پسندی اپنی نصیب اپنا اپنا۔ کیسے جاؤ میخارو کام اپنا اپنا
ظہیر صاحب "بریلویت" کے صفحہ ۹ پر اور ثاقب صاحب صفحہ ۲۲-۲۳ پر لکھتے ہیں۔
کہ "بریلوی حضرات نے ہر اس شخص کو کافر قرار دیا ہے جو ان کے افسانوی قصے کہانیوں پر ایمان نہیں رکھتا اور انکی بدعت کو اسلام کا حصہ نہیں سمجھتا۔"

الجواب :- علماء اہلسنت حنفی بریلوی نے نہ تو کسی مسلمان کو کافر کہا ہے اور نہ وہ اس کی اجازت دیتے ہیں۔ انہوں نے جسکی تکفیر فرمائی ہے وہ صرف انکی فرمائی ہے جو شان الوہیت اور شان رسالت و ولایت کے بیچ مچ گستاخ ہیں۔ انہوں نے جن اکابر دیوبند وغیرہ کی عبارات کو کفریہ قرار دیا ہے بجز ان عبارات کو خود علماء دیوبند بھی کفریہ قرار دے چکے تھے۔ جب ان کتابوں اور ان کے مصنفین کے نام لئے بغیر یہی عبارات دیوبند میں بھی حکم طلب کیا گیا تو علماء دیوبند نے بھی ان عبارات کو کفریہ اور انکے لکھنے

والوں اور انکے قائلین کو کافر قرار دیا ہے۔ مگر جب کتابوں اور مصنفین کے نام سامنے آئے تو پھر چپ سادھ کی طرف چپ ہی نہیں بلکہ حمایت شروع کر دی اور "التخذ والاحابہم" میں ہبنا ہمداد باباً من دون اللہ کی عملی تفسیر بن گئے۔ مگر نفی حسن نے تو اخذ العذاب میں نھانوی کا یہ قول بھی نقل کر دیا کہ اگر احمد رضا ہمیں کافر نہ کہتا تو وہ خود کافر ہو جاتا۔ ملاحظہ ہو رد ص ۳۱۔ لہذا ثابت ہوتا ہے کہ ظہیر و ثاقب کا یہ قول بالکل باطل و مردود اور سفید جھوٹ ہے۔ فلعلہ اللہ علی الکاذبین۔

ظہیر صاحب اور ثاقب صاحب بالترتیب صفحہ ۹ اور ص ۲۳-۲۴ پر لکھتے ہیں۔ کہ ہمارے ملک کے عوام بے خبر تھے۔ اصل حقیقت سے اسلئے حقیقی معنوں میں اسلامی عقائد کے حامل اور عہد نبوی سے وابستہ اسلام پر ایمان رکھنے والوں کو گستاخ سمجھتے رہے۔ بریلویوں کی کتابوں کے مطالعہ کے بعد معلوم ہوا کہ انکی کتابوں میں ہماری معلومات سے کہیں زیادہ غیر اسلامی عقائد موجود ہیں۔ شرک و بدعت کی ایسی ایسی اقسام انکی کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔ جو دور جاہلیت کے مشرکین میں بھی موجود نہیں تھیں۔ جو لوگ اتحاد و اتفاق کی دعوت دیتے ہیں۔ انہیں یہ بختہ سمجھ لیتا چاہیے کہ عقائد و نظریات کے ایک ہوئے بغیر اتحاد عبث ہے اور یہ کتاب شرک و بدعت کے خاتمہ اور توحید و سنت کی نشر و اشاعت میں اہم کردار ادا کرے گی (ملخصاً)

الجواب :- نہیں بلکہ عوام گستاخوں کو ہی گستاخ سمجھتے رہے ہیں۔ اور الحمد للہ آج بھی سمجھ رہے ہیں۔ عوام کی بھاری اکثریت آج بھی بزرگانِ دین کے ماننے والوں کی ہے۔ مثلاً دمنانے والے عرس منانے والے۔ گیارہویں یونیورسٹی والے یا رسول اللہ کہنے والے یا غوث اعظم کہنے والے آج بھی عظیم اکثریت کے حامل ہیں۔ الحمد للہ علی ذالک۔

دوبابی نجدی حقیقی معنوں میں اسلامی عقائد کے حامل ہیں اور نہ ہی عہد نبوی سے وابستہ اسلام پر ایمان رکھتے ہیں۔ انکی اصل کتب حدیث پر نظر رکھنے والوں سے مخفی

نہیں ہے۔ سب جانتے ہیں کہ ذوالخویہ جیسا گستاخ جو رسول کریم سے کہتا ہے۔ اعدل یا محمد۔ اے محمد انصاف کر۔ سے وابستہ ہے (ابن ماجہ ص ۱۸) اور یہ لوگ درحقیقت اسی گستاخ کی ذریت معنوی ہیں۔ جب کو قتل کرنے کے لئے فاروق اعظم نے حضور علیہ السلام سے اجازت طلب کی تھی مگر حضور نے منع کر دیا تھا اور فرمایا تھا تم اس کو قتل نہیں کر سکتے۔ آخری زمانے میں اسکی اولاد ہوگی۔ جو تم سے (بظاہر) زیادہ نمازی پابند موم صلوٰۃ ہونگے تم اپنی نمازوں اور روزوں کو انکی نمازوں اور روزوں کے مقابلے میں حقیر جانو گے۔ یعنی وہ بظاہر زیادہ پابند موم صلوٰۃ نظر آئیں گے۔ قرآن پڑھیں گے حلق سے نیچے نہیں ہوگا۔ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیرکان سے۔ یعنی نمازی روزے دار قاری قرآن ہو کر بھی بے دین ہونگے۔ ملاحظہ ہوں ملاحظہ

تعب اور ضد کی پٹی اٹا کر دیکھیں تو خود معلوم ہو جائیگا کہ کس کے عقائد غیر اسلامی ہیں اور کون بدعقیدہ ہے۔ جن جہلاء زمانہ کو آج تک شرک اور بدعت کا معنی سمجھ میں نہیں آیا۔ وہ توحید کے مفہوم کو کیا سمجھ سکتے ہیں۔ یہ تو آج بھی شرک کے صحیح تعریف پیش نہیں کر سکتے۔ باقی رہا مسئلہ اتحاد کا تو ظہیر صاحب اور ثناقب صاحب ہی بتائیں کہ آپکی مراد اتحاد کلمی ہے یا جزوی ہے۔ اگر مراد اتحاد کلمی ہے تو اس اتحاد کلمی کے لئے آپ کو کس نے دعوت دی ہے۔ اس جماعت و گروہ کا نام بتائیں۔ اگر مراد اتحاد جزوی ہے تو یہ اتحاد تو گزشتہ ادوار میں ہوتا رہا ہے۔ مرزاؤں کے خلاف ہوا تھا۔ یعنی ختم نبوت کی تحریک کے موقع پر پھر تحریک نظام مصطفیٰ میں بھی ہوا تھا۔ سب اکٹھے تھے۔ البتہ یہ ٹھیک ہے کہ اس اتحاد کے موقع پر ظہیر صاحب ذوالفقار علی بھٹو کے لئے جاسوسی کرتے رہے ہیں۔ اور اتحاد کی میٹنگوں کی تمام کارروائی کی رپورٹ بھٹو کو دیگر رقم کھڑی کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ یہ ہم نہیں کہتے بلکہ خود ایک اہل حدیث عالم مدینہ یونیورسٹی کا مسند یافتہ عالم حافظ عبدالرحمن صاحب مدنی اپنے چیلنج

مبارک میں لکھتے ہیں کہ۔ کیا ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف قومی اتحاد کی تحریک میں اس شخص نے قومی اتحاد کی جاسوسی کے عوض بھٹو حکومت سے لاکھوں روپے بطور رشوت یا برائے نام قیمت پر پلاٹ اور کاروں کے پروٹ حاصل نہ کئے تھے۔ بحوالہ اندھیرے سے اجالا تک ص ۳۲ اور بحوالہ ہیئت روزہ اہل حدیث لاہور شمارہ اگست ۱۹۸۷ ص ۵۵ تا ص ۵۷۔ عنوان ہے۔ احسان الہی ظہیر کے لئے چیلنج مبارک ظہیر صاحب کوئی عقیدت مند کیا بنا سکتا ہے کہ جب عقائد کے ایک ہوئے بغیر اتحاد نہیں ہو سکتا تو ختم نبوت اور تحریک نظام مصطفیٰ کے موقع پر اتحاد کیسے ہو گیا تھا پھر یہ کہ کیا اس سے بڑی منافقت بھی ہو سکتی ہے کہ اتحاد کے جلسوں میں تو بڑے جوش و خروش اور زوردار انداز میں بھٹو کے خلاف تقریریں کریں اور اندر رکھاتے انہی سے لاکھوں روپے یا پلاٹ وغیرہ لیکر قومی اتحاد کی جاسوسی بھی کریں۔ فلعلہ اللہ علی المنافقین۔

سہ رقم صدے ہمیں دیتے نہ ہم فریادیوں کرتے
نہ کھلتے راز مر بستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

ظہیر صاحب ص ۱۸ اور ثناقب صاحب ترجمہ کے ص ۲۲ پر لکھتے ہیں کہ۔ مجھے خوشی ہے کہ میں مقدمے کی یہ سطور آدھی رات کے وقت مسجد نبوی میں بیٹھ کر تحریر کر رہا ہوں۔ انج

الجواب :- مسجد نبوی شریف میں کوئی اچھا کام کرنا تو کار ثواب ہے۔ مگر مسجد نبوی میں بیٹھ کر کوئی بدعت جھوٹ بولنا یا جھوٹ لکھنا شروع کر دے تو کیا وہ بھی کار ثواب ہو جائیگا۔ ہرگز نہیں۔ مقدمہ میں جو خرافات ظہیر صاحب نے لکھی ہیں اور جو کذب بیانی کی ہے۔ وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ اس کذب بیانی اور ان خرافات و گھوڑات کو تحریر کرنی شکل دنیا مسجد نبوی میں بیٹھ کر وہ بھی آدھی رات کو یہ کسی ایسی ہی کام ہو سکتا ہے۔ الیہا کر کے ظہیر صاحب نے ذین لہم الشیطان اعما لہم کی علی تفسیر پیش کی ہے۔ جو انہی کا حصہ ہو سکتا تھا۔

باب اول بحوالہ باب اول

قارئین کرام! باب اول میں بریلویت اور اسکی تاریخ و بانی کے عنوان سے ۱۳ پر ظہیر صاحب اور تاقب صاحب ترجمہ کے ۲۵ پر رقم طراز ہیں۔ کہ (۱) بریلوی حضرات جن عقائد کے حامل ہیں۔ انکی تائیس و تنظیم کلام بریلویوں کے مجدد جناب احمد رضا بریلوی نے انجام دیا۔ بریلویت کی وجہ تسمیہ یہ ہے۔

الجواب :- جہانگ و تبرسمیہ تعلق ہے تو یہ بات درست ہے۔ مگر یہاں یہ افہ کہ حاضر ردی ہے۔ کہ بریلویت کوئی مستقل مذہب نہیں جیسے حق یا شافعی یا مالکی یا حنبلی مذاہب ہیں۔ یہ صرف ایک اعلم حضرت علیہ الرحمۃ کے شہر کی طرف نسبت ہے جیسے حشیتی، نقشبندی، قادری، سہروردی، اویسی وغیرہ ہیں۔ البتہ یہ فرق ضرور ہے۔ کہ ہر حشیتی ہر نقشبندی ہر قادری ہر سہروردی ہر اویسی بریلوی ہے۔ عقائد و نظریات کے لحاظ سے مگر ہر بریلوی نہ حشیتی ہے نہ قادری ہے نہ نقشبندی نہ سہروردی نہ اویسی۔ ان کے درمیان نسب اربعہ میں سے نسبت عام خاص مطلق کہے۔ جیسے انسان اور حیوان کے درمیان عموم خصوص مطلق ہے۔ کہ ہر انسان حیوان ہے۔ مگر ہر حیوان انسان نہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ تمام حشیتی تمام نقشبندی، تمام قادری، تمام سہروردی تمام اویسی وغیرہ حسب طرح کی ہیں۔ اسی طرح بریلوی بھی ہیں۔ اور تمام بریلوی سنی ہیں۔ یعنی سنی اور بریلوی کے درمیان نسبت تساوی ہے۔ یعنی ہر سنی بریلوی ہے اور ہر بریلوی سنی ہے۔ یعنی عرف میں ہر بریلوی کو سنی اور ہر سنی کو بریلوی کہا جاتا ہے۔ گو یا عند الحرف دونوں کے درمیان معنوی تفرق پایا جاتا ہے۔ باقی بریلویت کوئی مذہب یا فرقہ نہیں جیسا کہ اعلم حضرت علیہ الرحمۃ کے دشمنوں اور حاسدین نے بنائے عداوت و عناد یہ نسبت رکھنے والوں کو بطور مذہب یا فرقہ مشہور

دیا ہے۔ ہمارے اکابر میں سے کسی نے بھی آج تک کہیں بھی یہ نہیں لکھا کہ ہمارا مذہب بریلوی ہے۔ یا بریلویت ہے۔ کسی ایک کتاب سے (ایسا حوالہ نہیں دکھایا جاسکتا۔ باقی یہ کہنا کہ بریلوی جن عقائد کے حامل ہیں۔ انکی تائیس کلام اعلم حضرت علیہ الرحمۃ نے انجام دیا ہے۔ یہ بدعتی پر مبنی ہے۔ ظہیر صاحب اور ترجمہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ بریلویوں کے عقائد سنی ایجاد اور نیا اختراع ہے۔ عہد رسالت و عہد صحابہ و تابعین و تبع تابعین میں موجود نہ تھے۔ اب گھڑائے گئے ہیں۔ تو یہ کہنا بدعتی پر مبنی ہے۔ اور حجت باطنی کا نتیجہ ہے۔ اور جھوٹ کا پلندہ اور مردود ہے۔ کیونکہ بریلوی حضرات کے عقائد و نظریات تو الحمد للہ قرآن اور احادیث نبوی اور اقوال صحابہ و تابعین و تبع تابعین مفسرین متقدمین و متأخرین اور خود محدثین کلام علیہم الرضوان سے ثابت ہیں اور کتب حدیث و تفاسیر و کتب فناوی اس پر شاہد عدل ہیں۔ جیسا کہ عقائد کے باب میں آئیگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

نام پر اعتراض

ظہیر صاحب البریلویت کے ۱۳ اور تاقب صاحب ترجمہ کے ۲۶ پر لکھتے ہیں کہ انکی فاضل بریلوی کی ولادت ۱۲ جون ۱۸۶۵ء میں ہوئی۔ ان کا نام محمد رکھا گیا۔ والدہ نے امن میاں اور والد نے احمدی اور داد نے احمد رضا رکھا۔ مگر جناب احمد رضا ان اسماء میں سے کسی پر راضی یا مطمئن نہ ہوئے۔ اور اپنا نام عبدالمصطفیٰ رکھ لیا۔ (بحوالہ من سوا احمد رضا)

الجواب :- قرآن سے عبدالمصطفیٰ کا ثبوت :-۔ حجت باطن انسان کو جھوٹ بولنے پر مجبور کر دیتا ہے اور یہاں بھی یہی حال ہے کہ ظہیر صاحب جھوٹ بولنے پر مجبور ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ ولد یوسف یحییٰ الاسماعیلہا فسمیٰ نفسه عبدالمصطفیٰ ۱۳۔ یہ کہنا کہ وہ ان ناموں میں سے کسی نام پر راضی نہ ہوئے یا مطمئن نہ ہوئے سراسر جھوٹ ہے اور خرافات ظہیر یہ میں سے ایک ہے۔ اعلم حضرت کی کسی ایک کتاب یا کسی ایک رسالہ سے بحوالہ ثابت کریں بعینہ یہ الفاظ دکھائیں کسی کتاب سے ورنہ پھر ہم لغت اللہ علی

الکافین پڑھنے میں حق بجانب ہوں گے۔ باقی رہا یہ کہ آپ نے اپنا نام عبد المصطفیٰ کیوں رکھا تو یہ آپ کے عشق رسول اور محبت رسول کا تقاضا تھا۔ اسکو پورا کرتے ہوئے آپ نے ایسا کیا جو قرآن کی روشنی میں جائز ہے۔ عبد یعنی عابد نہیں بلکہ عبد یعنی خادم یا غلام ہے۔ عبد المصطفیٰ کا معنی غلام مصطفیٰ ہے اور جواز کی دلیل یہ آیت کریمہ ہے۔
 وَاتَّخِذُوا لِيَآيَاتِي مَنَاسِكًا ۚ وَآتُوا صَدَقَاتٍ حُبًّا ۚ وَأَمَّا بِنِكَاحٍ ۖ فَمِمْسِكٍ لِّقَدْرٍ ۚ وَأُولَٰئِكَ لَمْ تُغْنِ عَنْهُمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْسِدُونَ
 ایت (۳۷) اس آیت کریمہ میں عباد بمعنی غلاموں کے ہے۔ اور اضافت کم ضمیر جمع مذکر کی طرف کی گئی ہے۔ جس سے عبد بھی غلام کہنے کا جواز بلاشبہ ثابت ہوتا ہے۔ قرآن میں ایک جگہ ارشاد باری ہے۔ کہ قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ ۚ (سورة الزمر آیت ۵۳) ترجمہ :- فرما دو تم اے میرے بندو۔ جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادہ کی ہے۔ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ عبد المصطفیٰ یا عبد النبی یا عبد الرسول نام رکھنا بالکل جائز ہے۔ کیونکہ خود خدا اپنے محبوب سے فرماتا ہے کہ اے محبوب تم کہدو کہ اے میرے بندو الخ اپنے نبی سے کہلاتا ہے۔ کہ اے میرے بندو۔ (یعنی اے میرے غلاموں) عبادی میں ہی ضمیر متکلم کا مرجع ہے حضور کی ذات گرامی ہے اور اس پر فریقہ مقابلہ یہ ہے کہ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ ۚ فرمایا ہے۔ من رحمۃ نہیں فرمایا اور اس استدلال میں ہم تنہا نہیں بلکہ اکابر علماء دیوبند بھی یہی کہتے ہیں۔ چنانچہ حاجی صاحب امداد اللہ مہاجر کی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم داخل بقوت ہیں۔ عباد اللہ کو عباد رسول کہہ سکتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ ۚ (سورة الزمر آیت ۵۳) اور دیوبندیوں کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی

کہتے ہیں کہ قرینہ بھی انہی معنی کا۔ آگے فرماتا ہے۔ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ ۚ اگر مرجع اسکا اللہ تعالیٰ ہوتا تو فرماتا من رحمۃ تاکہ مناسبت عبادی کی ہوتی۔ ملاحظہ ہو (شہادۃ امدادیہ ص ۱۳۶)

حدیث سے عبد المصطفیٰ عبد النبی عبد الرسول نام رکھنے کا ثبوت

لیجئے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم حضور علیہ السلام کے ساتھ خیر کی طرف چلے تو اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی۔ مال غنیمت میں سونا چاندی تو نہیں ملا۔ مگر ساز و سامان اور انہام حاصل ہوا۔ واپسی پر ایک جگہ ٹھہرے تو اتنا دھرم میں۔ قام عید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یحلُّ احلُّہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ساز و سامان کھولنے لگا۔ (مسلم ترمذی مطبوعہ نو محمد کراچی ص ۱۷۸ ج ۱)
 اس حدیث پاک میں عبد کی اضافت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کی طرف مراعات موجود ہے۔ کیا قرآن کریم اور حدیث پاک شرک کی تعلیم دے رہے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ اسکو شرک یا منہج قرار دینا جہالت ہے۔

غیر مقلدین کے امام سے اسکا جواز ثابت ہے:-

ان غیر مقلدین وہابیہ کے ایک بہت بڑے پیشوا و مقتدا علامہ قاضی شوکانی اپنی تفسیر (فتح القیر ۲۹) مطبوعہ دارالعرفۃ بیروت) لکھتے ہیں کہ وقد ذهب المعجمون الى انه يجوز للسيد ان يكتسب عیدہ وامتہ علی انکاح۔ یعنی جمہور کا فتویٰ یہ ہے کہ آقا و مولیٰ اپنے غلام یا لونڈی کو نکاح پر مجبور کر سکتا ہے۔ اس عبارت میں بھی لفظ عبد غلام کے معنی میں قاضی شوکانی نے استعمال کیا ہے۔ اور کتب فقہ اور کتب اصول فقہ میں اذ قال بعدہ انت جود، جب آقا اپنے غلام کو کہے تو آزاد ہے متعدد مقامات پر ایسی عبارات موجود ہیں جو جواز کی دلیل ہیں۔ الغرض عبد المصطفیٰ بمعنی غلام مصطفیٰ کا

جواز قرآن وحدیث اور محمد غیر مقلد و تابعیوں کے مقتدار فاضل شوکانی کی تصریحات سے ثابت ہو گیا ہے۔

اعتراف :- ظہیر صاحب کی منقولہ عبارت میں اس کے عدم جواز کی بات نہیں کی گئی پھر آپ نے جواز پر کیوں زور لگایا ہے ؟

الجواب :- بے شک ظہیر صاحب نے یہاں عدم جواز کی بات نہیں کی۔ مگر انکا مسلک و فتویٰ یقیناً یہی ہے۔ کیونکہ انھوں نے گرو اسماعیل دہلوی نے اپنی کتاب تفویض الایمان (جو حقیقت میں تفویض الایمان ہے) ص ۶۵ میں لکھا ہے کہ کوئی ایسے بیٹے کا نام طیبی رکھتا ہے۔ کوئی غلام محی الدین کوئی غلام معین الدین اور دعویٰ مسلمانی کا کیا جاتا ہے۔

سبحان اللہ یہ منہ اور یہ دعویٰ۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ اس عبارت میں عبد الباقی نام کو اسلام اور مسلمانی کے خلاف قرار دیا ہے۔ اس لئے ہم نے بھی اس کے جواز کو قرآن وحدیث اور خود اکابر دیوبند والحدیث کی عبارات یا حوالہ پیش کر کے ثبوت مہیا کر دیا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کا حوالہ ایک اور حوالہ بھی ملاحظہ ہو حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ

جگو و بابی اپنا مقتدا و پیشوا مانتے ہیں۔ وہ اپنی کتاب ازالۃ الخفاء میں ایک حدیث نقل کرتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین جناب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ السلام کے متعلق فرمایا۔ کنت عبداً و خادماً۔ یعنی میں حضور کا بندہ (غلام) اور خادم تھا۔ اس کتاب میں حضرت شاہ صاحب نے مکمل بحث فرمائی ہے۔

(ملاحظہ ہو ص ۲۵ ج ۲) اس حوالے اور عبارت سے یہ ثابت ہو گیا کہ عمر فاروق بھی اپنے آپ کو عبد المصطفیٰ سمجھتے تھے۔ اور یہ طیفہ راشدین۔ جس کے طریقہ کو عملی جامہ پہنا علیکم بسنتی و سنتہ الخلفاء الراشدین۔ سے ماخوذ ہے۔

رنگ کی بحث

ظہیر صاحب البریلوینی کے ص ۱۴ پر اور ثاقب صاحب ترجمہ کے ص ۲۶ پر لکھتے ہیں کہ جناب احمد رضا کا رنگ نہایت

سیاہ تھا۔ چنانچہ یہ عبارت ترجمہ کی ہے اور البریلوینی کی عبارت ہے کہ۔ افنہ کان السود اللون مشد ید السواد۔ یعنی کہتے ہیں کہ انکا سیاہ تھا۔ بہت زیادہ سیاہ تھا۔ یہاں تک کہ مخالفین چہرے کے سیاہ ہونے کا سارے تھے۔ اور ایک مخالف نے تو رد میں جو کتاب لکھی اسکا نام ہی رکھا چپکے ڈالی مٹی سیاہ جھوٹے پر۔ اور انکے اپنے بھیجے نے اس کا اقرار کیا ہے کہ۔ کارنگ اول عمر میں گہرا گندمی تھا۔ لیکن مسلسل محنت و مشاقت نے آپ کی رنگت کی و تاب ختم کر دی تھی۔ ص ۲۷ (ترجمہ)

الجواب :- قدس کرام یہ ظہیر صاحب کا جھوٹ ہے۔ اور سراسر جھوٹ ہے۔ یا اس کا کوئی حوالہ یا قیامت یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ آپ کا رنگ شدید اور سیاہ تھا یا انتہائی سیاہ تھا۔ یہ ان کا اپنا خبیث باطنی ہے کہ وہ بے سرو پا جھوٹ لکھ کر اپنا کتاب ہونا ثابت کر رہے ہیں۔ ورنہ حقیقت واقعہ یہ ہے کہ ڈاکٹر عبد احمد اسبق مہتمم بیت القرآن، جناب بلیک لائبریری لاسور اپنے مشاہدہ کے بعد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ممبر پران کے بیٹھتے اور ان کے حلیہ مبارک کا منظر بھی رنگ انکھوں کے سامنے رہتا ہے۔ حضرت والا بلند اقامت، خوب رو اور مرخ و سفید کے مالک تھے۔ دارمعی اس وقت سفید ہو چکی تھی۔ مگر نہایت خوبصورت تھی۔

ملاحظہ ہو مقالات یوم رضا رضا اکیڈمی لاہور حصہ سوم ص ۱۷۱ از عابد احمد علی ڈاکٹر نیاز فتحپوری جو ایک مشہور نقاد و ادیب ہے جس نے اعلیٰ حضرت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ وہ لکھتے ہیں کہ انکا نور علم انکے چہرے اشرے سے ہویدا تھا۔ ان کا کساری کے باوجود انکے رونے زیادہ سے حیرت انگیز حد تک رعب ظاہر ہوتا تھا۔ (افتاحیہ۔ خیابانِ رضا۔ عظیم پبلیکیشنز لاہور ص ۱۷۱)

ان دو حوالوں کی عبارات سے ظہیر صاحب کا شدید اکذب یا کذاب ہونا ثابت ہو گیا۔ پھر رد لکھنے والے نے اپنی کتاب کا جو نام رکھا ہے۔ اس میں بھی ایک لفظ نہیں بچا کہ ہو۔ شدید السواد یا نہایت سیاہ یا انتہائی سیاہ چہرے کے سیاہ ہونے کا لفظ نہ ہونے والا ہے ایک لفظ بھی ایسا نہیں لکھا۔ کتاب کے نام میں جس کا معنی وہ ہو جس کا ذکر ظہیر صاحب نے کیا ہے۔ باقی بھیجے کی جو عبارت نقل کی گئی ہے۔ اس میں بھی ایک موجود نہیں جس کا معنی ہو شدید سیاہ نہایت سیاہ یا انتہائی سیاہ بلکہ سیاہ کا ذکر نہیں ہے صرف یہ ہے کہ رنگت بدل گئی۔ پہلے والی آب و تاب نہیں رہی مسلسل ہونے شاقہ کی وجہ سے۔ پھر کیا واقعی رنگ کا سیاہ ہونا طعنہ زنی کی وجہ شرعاً گناہ ہے۔ اگر بن سکتا ہے تو دلیل لانا ہوگی۔ پھر حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کے متعلق کہیں گے۔ اگر نہیں بن سکتا تو پھر طعنہ زنی کرنے والوں کا یہ فعل خلاف شرع ہے کیا آپ اس خلاف شرح فعل کو حجت بنا سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔

اعتراف :- شاقہ صاحب ترجمہ کے ۲۷ پر چارشہ میں گزشتہ حوالوں کا جواب ہونے لکھتے ہیں۔ کہ (۱) بریلوی حضرات کو ناراض نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ مرصعہ یہاں حلیہ بیان کیا ہے۔ اور حلیہ بیان کرتے وقت کالی رنگت کا ذکر معیوب نہیں۔ (۲) یہ کہ جواب میں جن لوگوں کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے کہ علحضرت کا رنگ بلکہ سفید تھا۔ ان میں سے اب کوئی بھی موجود نہیں۔ یہ خود ساختہ دلائل ہیں۔ (۳) آج بھی احمد رضا صاحب کی ساری اولاد کا رنگ سیاہ ہے۔ الخ

الجواب :- قارئین کرام اعراض اس بات پر نہیں کہ انہوں نے حلیہ بیان کر دیا۔ رنگ کا ذکر کیوں کیا ہے۔ ہمارا اعراض تو یہ تھا۔ یعنی شرف قادری صاحب جواب دہندگان کے جواب کا خلاصہ یہ تھا کہ ظہیر صاحب نے شدید سیاہ نہایت یا انتہائی سیاہ رنگ کا دعویٰ کیا ہے۔ مگر جو عبارات نقل کی ہیں۔ ان سے شدید سیاہ

ہونا ہرگز ثابت نہیں ہے۔ یہ ظہیر صاحب جھوٹ ہے۔ اس کا جواب شاقہ صاحب ترجمہ کے حاشیہ میں بھی نہیں دے سکے اور انشاء اللہ قیامت تک بھی نہیں دے سکیں گے۔ پھر کالی رنگت کا ذکر تو معیوب نہیں۔ لیکن اگر اس کالی رنگت کا ذکر غلط انداز میں کیا جائے یا غلط نیت سے کیا جائے تو پھر یہ یقیناً قابل اعتراض اور معیوب ہے۔ اور ترجمہ شاقہ صاحب کا ترجمہ کے حاشیہ میں یہ کہنا جس کے حوالوں سے رنگت کا سیاہ نہ ہونا اور سفید ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ ان میں سے کوئی بھی موجود نہیں ہے۔ اس لئے یہ دلائل خود ساختہ ہیں تو جواباً گزارش ہے۔ کیا اس جواب کا ملخص یہ ہوا کہ جو لوگ انتقال کر جائیں۔ فوت ہو جائیں یا وصال کر جائیں۔ ان کے حوالے قابل استدلال نہیں۔ ایسے حوالوں کو خود ساختہ تصور کیا جائیگا تو پھر احادیث مبارکہ اقوال و افعال صحابہ و مفسرین اور محدثین کے اقوال یہ سب کے سب اس اصول کے پیش نظر قابل استدلال قرار پائیں گے۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سمیت سب حضرات اس دنیا سے تشریف لے جا چکے ہیں کیا۔ اسی بنیاد پر احادیث اور اقوال و افعال صحابہ و اقوال مفسرین و محدثین کو خود ساختہ قرار دے دیں گے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ من ہذا الخرافات)۔ اور یہ کہنا کہ آج بھی احمد رضا صاحب کی ساری اولاد کا رنگ سیاہ ہے۔ تو یہ بھی خلاف واقعہ ہے۔ گزشتہ چند سالوں میں علحضرت کی اولاد کرام سے مولانا علامہ اختر رضا خاں صاحب متعدد بار یہاں پاکستان آچکے ہیں۔ ہزاروں لوگوں نے انکی زیارت کی ہے۔ میں متعدد افراد سے سنا ہے کہ انکا رنگ بڑا سفید ہے۔ یہ مشاہدہ ہے ہزاروں حضرات کا اور یہ چیز ظہیر صاحب اور شاقہ صاحب کی کذب بیانی کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔

بینائی پر اعتراض | ظہیر صاحب ص ۱۲ پر اور شاقہ صاحب ص ۲۸ پر لکھتے ہیں۔ کہ آپ کمر کی دردناک سکار رہتے تھے۔ اور سردرد اور بخار کی شکایت بھی عموماً رہتی تھی۔ اور انکی آنکھ میں نقص تھا۔ تکلیف

رہتی۔ وہ پانی اترنے سے بے نور ہو گئی تھی وغیرہ وغیرہ۔

الجواب :- اس حقیقتی کہ کادرو یا سردی بخار کی شکایت کسی انسان کا ذاتی کمزوریاں نہیں نہ ذاتی فائض ہیں۔ یہ طبعی امراض ہیں۔ انکی بنیاد پر کسی کو طعن زنی کرنا عقلمندی نہیں ہے۔ بلکہ مشکوٰۃ شریف میں حدیث ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ بیماریاں مسلمان کے لئے کفارہ سیئات اور بلند کی درجات کا ذریعہ بھی ہوتی ہیں گنہگاروں کے گناہوں کا کفارہ اور انکیوں کے لئے بلند کی درجات کا سبب بنتی ہیں۔ ملاحظہ ہو حدیث۔ حضرت عبداللہ بن مسعود سے ایک حدیث کے ضمن میں حضور علیہ السلام کا ارشاد مروی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَعْنِيهِ اَذَى مِنْ مَرَضٍ فَمَا سِوَاهُ الاَ قَطُّ اللّٰهُ تَعَالٰی بِہٖ سَيِّئَاتُہٗ کَمَا تَحْطُ الشَّجَرَةُ بِمَرَقِہَا (متفق علیہ)۔

یعنی جس بھی مسلمان کو کوئی بیماری ہے یا کوئی اور تکلیف ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اسکے بدلے اسکے گناہ معاف کرتا ہے۔ جیسے درختوں کے پتے جھڑتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو مشکوٰۃ شریف ص ۳۵) اور سردی بھی یقیناً مرض ہے۔ درہی آنکھ کی بنیائی کی بات تو یہ بھی ظہر صاحب کی جہالت اور خبیث باطنی کی علامت ہے محض حلیہ کو بیان کرتے وقت آنکھ کی حالت کا تذکرہ محیوب اور بُرا نہیں مگر انداز بیان اگر بُری نیت اور بُرے ارادے کی غمازی کرتا ہو تو پھر اس تذکرے کا بُرا اور محیوب ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ کہ آپ کی آنکھ بے نور ہو گئی تھی۔ بالکل جھوٹ اور خلاف واقعہ ہے۔ خود اعلمت فرماتے ہیں۔ کہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر وہ اعتماد تھا کہ طبیوں کے کہنے سے متزلزل ہوتا۔ الحمد للہ۔ کہ سبیل سال در کنار تینین برس سے زائد گزر چکے ہیں اور وہ حلقہ درہ بھر بھی نہیں بڑھا۔ نہ بعونہ تعالیٰ بڑھے۔ زمین نے کتاب بینی میں کسی کی ترانہ اللہ کی گویں۔ ملاحظہ ہو ملفوظات ص ۲۰۔ اس عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی آنکھ بے نور نہیں ہوئی تھی۔ مگر خبیث باطنی کا مظاہرہ کرتے ہوئے منکر شان رسالت نے بے نور

دیا۔ یہ ظہر صاحب کا یہ لکھا کہ مکان میں شکوہ دائماً و جمیع لفظ ہوا الخ اور ہم ثاقب لکھتا ہے۔ انہیں ہمیشہ شدید درد سرد اور بخار رہتا تھا۔ ظہر صاحب کا الہام کی قید لگانا اور یونہی شدید کی قید لگانا کہاں سے آگیا ہے کیا کسی کتاب سے حدیث اور شدید کے الفاظ کا ثبوت دکھا سکتے ہیں۔ انشاء اللہ قیامت تک نہیں دکھا سکتے۔ یہ بددیانتی نہیں تو اور کیا ہے؟ ورنہ ملفوظات میں تو صرف اس قدر لکھا ہے الحمد للہ کہ مجھے اکثر حرارت، درد سرد رہتا ہے (ملفوظات ص ۶۷)۔

الناصح جواب :- یہ ہے کہ آنکھوں کی بنیائی کو وجہ طعن بنانا اگر درست ہے تو پھر کیا حضرت عبداللہ بن ام مکتوم اور حضرت عبداللہ بن عباس اور بعض دیگر صحابہ کرام جو زندگی میں ہی نابینا ہو گئے تھے۔ انکے متعلق کیا خیال ہے۔ پھر دینہ بن خویسٹی کا والد اس چاندلہ عبدالعزیز بن باز اور ریاض ہائی کورٹ کے چیف جج محمد ابراہیم حمزہ کے متعلق کیا خیال ہے۔ کیا اس وجہ سے انکے علم و فضل کا اگر انکار کیا جائے۔

یا اسی وجہ سے طعنہ زنی کی جائے تو یہ درست ہوگا۔ ہرگز نہیں۔ فما هو جواب کہ فہو جوابنا یہاں ثاقب صاحب کا ترجمہ کے طاش میں جواب دیتے ہوئے یہ کہنا کہ جناب قادری صاحب نے یہ عبارت ملفوظات سے ذکر کی ہے لیکن علمی بددیانتی کا ثبوت دیتے ہوئے مکمل عبارت کو بر کرنے کی بجائے عبارت کا اگلا حصہ حذف کر گئے ہیں۔ اسکے متصل بعد ملفوظات میں لکھا ہے کہ "واین آنکھ کے نیچے شئی کا جتنا حصہ ہوتا ہے۔ (یعنی جس چیز کو دائیں آنکھ سے دیکھتے) وہ نا صاف اور دیا ہوا معلوم ہوتا۔" اس عبارت کو چھوڑنے کا مطلب سوائے اس کے کیا ہو سکتا ہے۔ قادری صاحب اپنے اعلمت کی آنکھ کے نقص کو چھپانا چاہتے ہیں۔ الخ۔ بے سوہے کیونکہ اس عبارت سے بھی آنکھ کا بے نور ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ زیادہ سے زیادہ بنیائی کا کمزور ہونا ثابت ہوتا ہے مگر کمزور کی کو بے نور ہونا دنیا کی دیاں اور کہاں کا انصاف ہے۔ اس لئے جواب ثاقب صاحب کا بے جا ہے جو حقیقت جواب نہیں ہے۔

ظہیر صاحب ص ۱۲۰ پر اور مترجم صاحب ص ۳ پر لکھتے ہیں کہ جناب بریلوی نیاں میں مبتلا تھے۔ انکی یادداشت کڑی تھی۔ ایک بار عینک مانتے پر رکھ کر بھول گئے اور تلاش شروع کر دی وغیرہ وغیرہ (مخفہ)

الجواب :- نیاں اور سہو اور خطا و لغزش ایسے امور ہیں جن سے انبیاء کرام علیہم السلام بھی محفوظ نہیں رہے (البتہ گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں) کتب حدیث بخاری وغیرہ میں موجود ہے کہ ایک بار حضور علیہ السلام عصر کی نماز چار رکعت کی نیت سے شروع کی مگر دو پڑھ کر سلام پھیر دیا۔ حضرت ذوالبیدین نے عرض کیا۔ اقصی الصلاة امر نیت یا رسول اللہ الخ ایسی ہی بعض اور روایات موجود ہیں جن سے حضور علیہ السلام کا نیاں ثابت ہے۔ بلکہ ایک حدیث تو یہاں تک موجود ہے کہ آپ صبح کی نماز کے لئے تشریف لائے۔ مسجد میں اور جماعت کرانے کے لئے کھڑے ہو گئے پھر جلدی جلدی میں گھر چلے گئے۔ واپس آئے تو پانی کے طرات سرے اقدس سے ٹپک رہے تھے۔ دریافت کرنے پر فرمایا۔ میں نے غسل کرنا تھا۔ جو مجھے یاد نہیں رہا تھا۔ اس لئے جا کر غسل کیا ہے۔ اب ظہیر صاحب اور ثاقب صاحب بتائیں کہ کیا یہاں نیاں ثابت نہیں۔ یقیناً ثابت ہے پھر کیا اسکو وجہ طعن بنایا جاسکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ پھر یہ نیاں تو قرآن سے ثابت ہے۔ متفق علیہ فلا تنسی الا ماشاء اللہ عنقریب ہم آپ کو پڑھائیں گے۔ پس آپ نہیں بھولیں گے۔ مگر جو اللہ نے چاہا الا ماشاء اللہ کی استثناء سے بھی نیاں ثابت ہے یعنی امکان نیاں ثابت ہے۔ بہر حال امکان اور وقوع دونوں ثابت ہیں۔ انکار ممکن نہیں ہے۔ تمہارے طور پر تو چاہئے کہ اہم الانبیاء علیہم السلام کے علم و فضل کا بھی انکار کر دیا جائے (لا لعیاذ باللہ تعالیٰ)

(نوٹ) ہمارے نزدیک پیغمبر علیہ السلام بھولتا نہیں۔ بلکہ بھلائے جاتے ہیں مگر بھلا جانے کو بھولنا لازم ہے۔ پھر پیغمبر علیہ السلام کی بھول متعذر حکمتوں و مصلحتوں پر مبنی

ہے۔ انکی بھول اور عام انسان کی بھول میں بڑا فرق ہے۔ جیسا کہ بعض احادیث ثابت ہے کہ حضور نے فرمایا۔ میں بھولتا نہیں۔ بھلایا جاتا ہوں۔ تاکہ میری سنت ال کیا جائے۔ (موطا امام مالک ص ۸۲) میں ہے کہ مالک ائدہ یلعنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انی لانسى او انسى لا انس۔ امام مالک فرماتے کہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے شک میں بھولنا یا بھلایا جانا ہوں اگر میں طریقہ بتاؤں۔

اور حدیث شریف میں طاعون میں مبتلا ہو کر انتقال کر تے والے کو شہید فرمایا گیا ہے۔ اس طاعون میں مبتلا ہو کر خون کی قے کرنا بھی شرعاً قابل طعن زنی نہیں ہے اور اس کو مویہ قرار دینا درست نہیں ہے۔ حدیث ملاحظہ ہو۔

حضور نے فرمایا۔ طاعون ہر مسلمان کی شہادت ہے۔ پھر فرمایا شہداء و پانچ ہیں ایک مسنون ایک مسنون ایک غرق ایک صاحب ملام ایک شہید فی سبیل اللہ۔ (مشکوٰۃ ص ۱۳۵)

تیز مزاجی کا جواب | ظہیر صاحب ص ۱۵۱ پر لکھتے ہیں کہ بہت تیز مزاج تھے۔ بہت جلد غصہ میں آ جاتے تھے۔ زبان کے مسئلہ میں بہت غیر محتاط اور لعن و لعن کرنے والے تھے۔ فحش کلمات کا کثرت سے استعمال کرتے تھے۔ بعض اوقات اس مسئلہ میں حد سے زیادہ تجاوز کر جاتے اور ایسے کلمات کہتے کہ انکا صدور صاحب علم و فضل سے تو دور کرنا کسی عام آدمی کے لائق نہ ہوتا۔ انکے بعض اپنے معتقدین بھی انکی تند مزاجی سے تنگ آ کر علیحدہ ہو گئے تھے۔ ایک بار علما بھی بریلی میں اس وجہ سے انکے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ جتنا نام تھا مصباح التہذیب " ایک مولوی محمد سلیم صاحب جو فاضل بریلوی اپنے استاد کا درجہ دیتے تھے۔ وہ بھی ان سے علیحدہ ہو گئے تھے۔ مصباح التہذیب کے منتظمین بھی تکفیر کی وجہ سے انکا ساتھ چھوڑ گئے تھے۔ حتیٰ کہ بریلویت کے مرکز میں انکی حمایت میں کوئی مدرسہ باقی نہ رہا (ترجمہ بریلوی ص ۱۲۵)

الجواب :- ہم مانتے ہیں کہ آپ کا مزاج سخت تھا۔ مگر کس کے لئے سخت تھا یہ سختی صرف منکرین شان رسالت و منکرین شان الوہیت کے لئے ہوتی تھی۔ یا پھر اس کے لئے جو منکرین شان الوہیت اور گستاخانِ شان رسالت کی حمایت کرتا یا انکے حق میں کچھ نرمی دکھاتا۔ اعلمحضرت کے نزدیک جس اخلاق نہیں بلکہ یہ ملتفت فی الدین ہے۔ اور ملتفت ملتفت فی الدین کو بزرگ پرست نہ فرماتے بلکہ اسکو شدید گناہ تصور کرتے تھے اور آپ اشداً علی الکفار کی صفت صحابہ کے منظر تھے۔ قرآن میں ارشاد خداوندی ہے کہ۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ جَاهَدُوا الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَأَعْلَظْ عَلَيْهِمُ (الآیہ)** اے نبی کفار و منافقین سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو۔ قرآن کو ہم میں جہاں نرمی کرنے کا حکم ہے وہ اہل اسلام اور مومنوں کے لئے ہے۔ یا پھر اسوقت تک ہے جب تک اسلام اور ربانی اسلام اور شعار اسلام کی توہین کا مرتکب نہ ہو۔ اگر ارتکاب توہین کر چکا ہے تو اب کسی رو رعایت کا مستحق نہیں ہے اعلمحضرت کو فحش کلامی یا سختی کا طعن دینے والا ایک بھی ایسا شخص نہیں دکھا سکتے جسکو آپ نے بڑا کہا ہو اس کے ساتھ سختی کی ہو۔ حالانکہ وہ صحیح العقیدہ مسلمان تھے۔ آپ نے سخت الفاظ صرف ان لوگوں کے متعلق کہے ہیں جو مرتد ہیں، کافر ہیں، مکرہ ہیں، لیکن ہیں۔ گستاخِ شان الوہیت اور گستاخِ شان رسالت و شان ولایت ہیں۔ اعلمحضرت کی تحقیق کے مطابق آخر۔ **اشدوا علی الکفار رحماء بینہم (الآیہ)** بین کافروں پر سختی کو صحابہ کرام کا وصف قرار دیا گیا ہے۔ یہ وصف اعلمحضرت کی ذات میں بھی موجود تھا۔ اس کا مقتضا ہے کہ آپ نے گستاخوں کو معاف نہیں کیا اور ان کے لئے سخت الفاظ استعمال فرمائے مگر یہ حسب رسول اور عشق رسول کا تقاضا تھا اور جس درجہ کہ انکو رسول سے محبت تھی اور جس درجہ کا عشق رسول انکے سینے میں تھا۔ اسی کے مطابق اعداء رسول سے نفرت اور عداوت تھی۔ **أَحِبُّ لِدِّهِ وَالْبُغْضُ لِلدِّهِ** کا صحیح اظہار بھی تھا۔ محبوب کے دشمن اور مخالف یا نفار و بغض کا یہ مطلب برداشت نہیں کر سکتا اور سچی اور حقیقی محبت کا تقاضا یہی ہوتا

اعدل یا محمد کہنے والے کو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے قتل کرنے کی اجازت حضور علیہ السلام سے طلب کر کے یہی ثابت کیا تھا کہ محبوب رسول پیغمبر کی معمولی گستاخی کو بھی برداشت نہیں کر سکتا۔

فحش زبانی کا غوغا :- قارئین کرام۔ یہاں مترجم تاقب نے ترجمہ کے واسطے سے ۳۲ تک فحش زبان کا عنوان قائم کر کے چند حوالہ جات و قعات النیسان، خالص الاعقل الامن والعدا، فتاویٰ رمویہ، سخن السبوح، مقدمہ مقالات رفعا از کوکب سے نقل کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اعلمحضرت نہایت فحش اور غلیظ زبان استعمال کرتے تھے۔ فحش ٹیٹ کس امر۔ جس قدر عبارات تاقب نے مذکورہ کتابوں کی نقل کی ہیں۔ ان میں ایک بھی عبارت میں مان، بہن، بیٹی، دادی، مانی کی گالی نہیں دی گئی۔ سخت کلمات ضرور استعمال فرمائے ہیں۔ ابلیس، دجال کے گدھے، مسخرے، اکوے، بوم، سرکش، ملائی، لعین، بندہ داغی، جہنم کے کتے، بے دین، یکے شیاطین، پورے ملائین یہ الفاظ ہیں تنگی بنیاد پر فحش زبان کا الزام دیا ہے۔ لیکن کیا منافقین و مرتدین، ملعونین، شیاطین دجال و غیرہ کو قرآن و حدیث میں بے دینوں بد مذہبوں بد عقیدہ لوگوں کو خدا نے رسول نے نہیں فرمایا۔ **فناس من اکبتہ والناس** کیا۔ دجالوں کذابوں، حدیث میں نہیں ہے لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ قرآن و حدیث میں نہیں ہے۔ **کالانعام بل ہم اضل** قرآن میں نہیں ہے کیا قرآن میں بد عقیدہ لوگوں کو نجس نہیں فرمایا۔ کیا حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے ائمہ منہالات نہیں فرمایا تھا۔ اور کیا موجودہ دور کے رافضی و شیعہ اسی قول کی بنیاد پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرتے ہوئے انکو فحش زبانی اور بد زبانی کا الزام نہیں لگاتے؟ کچھ آج یہ نجدی و بابی اعلمحضرت کے متعلق کہتے ہیں۔ تقریباً یہی کچھ رافضی و شیعہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے متعلق کہا کرتے ہیں۔ کچھ غفاروق رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی ایسے ہی الزامات لگاتے ہیں۔ **فما هو جوابیکہ** مفہو جوابنا۔ (واللہ اعلم بالصواب)

بدعتوں کا ہمیشہ سے یہ شیوہ رہا ہے کہ وہ اہل حق سے استہزاء کرتے آئے ہیں۔
 طعنہ زنی کرتے رہے ہیں۔ قرآن کی تنہادت ہے کہ وصایا تمہم من رسول الا
 ما نوا بہم لیستہزؤن۔ جب بھی کوئی رسول انکے پاس آتا تو یہ اس سے استہزاء
 کرتے تھے۔ اُسکے خلاف پراپیگنڈا کرتے تھے۔ رہا یہ کہ کچھ اپنے حضرات متہققین
 و حامیان بھی شدہ و کچھ فرار ہو گئے۔ یا ساتھ چھوڑ گئے تھے۔ تو یہ بھی کوئی قابل اعتراض
 بات نہیں ہے۔ قابل اعتراض تب ہو کہ اگر حامیان اور رفقاء نے آپ کی ذات میں کوئی
 شرعی عیب دیکھا اور کوئی خلاف شرع حرکت کا ارتکاب دیکھا۔ سو کھاتے دیکھا۔ شروت
 کھاتے دیکھا۔ مدرسہ کا چنہ کھاتے دیکھا۔ حرام مال گھراتے دیکھا۔ مگر ایسا کوئی عیب تو
 مان کا لعل تا قیامت ثابت نہیں کر سکتا۔ محض اسلئے چھوڑ دینا حمایت ترک کرنا غلط
 ہو جانا کہ یہ شان الوہیت اور شان رسالت و ولایت کے گستاخوں کو برداشت نہیں کرتا۔
 ان پر سختی کرتا ہے۔ انکو کافر و مرتد ابلیس لعین شیطان رجیم وغیرہ کہتا ہے تو یہ بات تو
 چھوڑنے، ترک کرنے، حمایت سے ہاتھ کھینچ لینے کے لئے وجہ جواز نہیں بن سکتی۔ یہ تو
 ان علیحدگی اختیار کرنے والوں کی کمزوری ہے۔ یہ تو ان کی بدبختی ہے کہ ایک محب رسول اور
 عاشق رسول سے علیحدگی اختیار کی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ محب رسول اور عاشق رسول سے
 علیحدہ ہونا خوش قسمتی نہیں ہو سکتی۔ یہ تو یقیناً بد قسمتی اور بدبختی ہی ہو سکتی ہے۔ کیا
 قرآن و حدیث میں ایسے لوگوں کا تذکرہ موجود نہیں ہے کہ وہ اسلام سے منحرف ہو گئے
 رسول سے اسلام لانے کے بعد پھر گئے۔ مرتد ہو گئے اور اسلامی اور بانی اسلام کی کمزوری
 بیان کرنے لگ گئے۔ اگر رسول پر خدا پر ایمان لانے والے مرتد ہو سکتے ہیں۔ منحرف ہو سکتے
 ہیں۔ معاویہ و قائلین منسوب کر سکتے ہیں تو اعلیٰ حضرت کے بعض رفقاء یا متعلقین آپ
 سے منحرف کیوں نہیں ہو سکتے۔ آپ کو کیوں نہیں چھوڑ سکتے۔ اگر انکے اخلاقی و ارتداد
 کو اور انکی طعنہ زنی وغیرہ کو اسلام پر، بانی اسلام پر طعنہ زنی وغیرہ کی وجہ نہیں بنا سکتے اور

بنا نہیں بنا سکتے تو پھر یاد رہے کہ اعلیٰ حضرت کے بعض رفقاء و متعلقین کی علیحدگی
 کو میں طعنہ زنی نہیں بنا سکتے۔ جیسے اسلام اور بانی اسلام کو چھوڑ جانے والوں کی
 بدبختی ہے۔ اسلام و بانی اسلام کی کمزوری نہیں بلاشبہ اعلیٰ حضرت سے علیحدگی اختیار
 کرنے والوں کی بھی اپنی بد قسمتی ہے۔

۱۔ جنوں کا نام خود رکھ دیا خود کا جنوں

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

قارئین کل! مرزا۔ اعلیٰ حضرت عظیم الکریم نے عشق رسول اور حب رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)
 میں مستغرق ہونے کی وجہ سے اگر گستاخوں نے ادبوں کو سخت الفاظ سے یاد کیا ہے
 تو یہ کوئی شرعی جرم نہیں مگر دلیو بندوں کے شیخ الاسلام حسین احمد مدنی پوری نے محض
 اپنے اساتذہ و اکابر مولویوں کا دفاع اور طرف داری کرتے ہوئے اپنے اکابر کی وفاداری
 کا ثبوت دیتے ہوئے اعلیٰ حضرت کے خلاف جو زبان اپنی کتاب "الاشہاب الثاقبہ" کے مختلف
 صفحات میں استعمال کی ہے۔ کیا وہ کسی مہذب اور شریف انسان کی ہو سکتی ہے جسے
 صفحات کی کتاب میں موٹی موٹی جو کالیاں دی گئی ہیں۔ وہ صرف اور صرف چھوڑ چالیں ہیں۔
 اور جو چھوٹی چھوٹی ہیں وہ شمار سے باہر ہیں۔ جسکو یقین نہ آئے وہ خود اس کتاب کا مطالعہ
 کر کے فیصلہ کر سکتا ہے۔ کہ انہوں نے اعلیٰ حضرت کے متعلق اعلیٰ حضرت کے الفاظ سے ہی سخت
 الفاظ لکھے ہیں یا نہیں۔

مزید یہ ہے کہ طہر صاحب البیوت کے ص ۱۱ میں رقمطراز ہیں کہ۔

ابتداء میرا گمان تھا کہ یہ فرقہ پاک و ہند سے باہر موجود نہیں ہے۔ مگر یہ گمان زیادہ دیر
 قائم نہیں رہا۔ میں نے یہی عقائد مشرق کے آخری حصے سے مغرب کے آخری حصے تک
 اور افریقہ سے ایشیا تک اسلامی ممالک میں دیکھے (ملخصاً) اب عقائد کیا تھے۔ اس کے
 متعلق بھی وہ خود ص ۵۵ ص ۶۵ پر لکھتے ہیں کہ۔ انکے عقائد کا اسلام سے دور

نزدیک کا کوئی تعلق ہے بلکہ بعینہ وہی عقائد جو ہزیمہ عرب کے مشرک اور بت پرست رکھتے تھے۔ بلکہ دور جاہلیت کے لوگ بھی شرک میں اس قدر غرق نہ تھے جس قدر یہ ہیں۔ بریلویوں کے امتیازی عقائد وہ ہیں جو دین کے نام پر بت پرستوں، عیسائیوں، یہودیوں اور مشرکوں سے مسلمانوں کی طرف منتقل ہو گئے ہیں۔ کفار مکہ، ہزیمہ عرب کے مشرکین اور دور جاہلیت کے بت پرست بھی ان سے زیادہ فاسد اور رومی عقیدہ والے نہیں تھے۔

قارئین کرام! آپ خود فیصلہ کریں۔ کیا ان تین عدد عبارات میں ظہیر صاحب نے ان اہلسنت حنفی بریلوی کو مشرک، بت پرست، جاہل، عیسائی، یہودی بلکہ مشرکین مکہ و جاہلیت کے مشرکین سے بدتر قرار نہیں دیا اور کیا کسی مسلمان کو مشرک، بت پرست اور ان سے بھی بدتر قرار دینا گالی نہیں۔ بدزبانی نہیں، فحش زبانی نہیں۔ کیا مشرکین کو انما المشرکون نجس قرآن میں فرما کر مشرکین کو نجس عین قرآن نے قرار نہیں دیا۔ اس طرح کیا تمام دنیا کے مسلمانوں کو انہوں نے نجس عین نہیں ٹھہرایا۔ یقیناً ٹھہرایا ہے۔ کیا یہ۔ انا مومن الناس بالبر وتسنون انفسکم و انتہ تسکون الکتاب اخلا تعقلون کی علمی تفسیر نہیں ہے۔ یقیناً ہے۔

ظہر شرم غی، خوف خدا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں۔

اعلیٰ حضرت کی ذہانت اور حافظہ و سند فراغت پر اعتراض :-

قارئین کرام! ظہیر صاحب البریلویت کے ص ۱۱ سے ص ۲۲ تک اعطفت کے معتقدین اور اہل اہل بیت کے چند مباہلہ پر مبنی عبارات نقل کرتے ہوئے جو کچھ لکھتے ہیں۔ اسکا خلاصہ اور ترجمہ تا ق ص ۲۳ سے ص ۲۴ تک ترجمہ میں جو لکھتے ہیں۔ اسکا خلاصہ صرف یہ ہے کہ۔ اعطفت بچپن سے ہی بڑے ذہین ذی حافظہ قویہ اور بڑے نقاد طبیعت والے تھے۔ بریلویوں کے نزدیک محفوظ عن الخطا و

الحکم اور زبان سے کبھی کوئی غیر شرعی لفظ یا غیر شرعی بات صادر نہیں ہوئی۔ خدا خواہنگی منکلت فرماتا تھا وغیرہ وغیرہ۔ اور ایک طرف تو ۱۲ سال کی عمر میں سند فراغت پر نامزد ہو چکے تھے۔ دوسری طرف ۲۲ سال کی عمر تک تحصیل علم کے لئے پھرتے نظر آتے ہیں اور یہ حقائق خود بریلویوں کی کتابوں سے ثابت ہیں۔ اور یہ لوگ اپنے امام میں وہ کمالات ثابت کرتے ہیں۔ جو انبیاء و کلام میں ہوتے ہیں۔ غلطیوں سے مبرا تھے انکو دیکھ کر صحابہ کو دیکھنے کا شوق کم ہو گیا۔ انکا وجود اللہ کی نشانی ہے نشانہوں میں انکو مولانا عبدالحق نے منطقی علوم پڑھانے سے انکار کر دیا تھا۔ (از ظہیر)

الجواب :- قارئین کرام تمہارا جواب ملاحظہ فرمائیں۔ اعطفت کا ذہین اور نقاد حافظہ کا مالک ہونا تو تقریباً امر بدیہی ہے۔ ایک منصف کے لئے اس میں شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ اعطفت کے فتاویٰ رضویہ کا مطالعہ کرنے والے حضرات پر یہ حقیقت پوشیدہ نہیں ہے۔ بڑا ذہین اور قوی حافظہ ہونے سے انکار کی وجہ سے ملتا اور بعض کے اور کیا ہو سکتی ہے۔ آپ کے ذہین اور قوت حافظہ کے مالک نہ ہونے کی دلیل کیا ہے۔ اگر بعض اوقات کسی چیز کو بھول جانے سے ذہین یا حافظہ قویہ کی نفی ہوتی ہے تو پھر حضور علیہ السلام سے بھی اسکو منصف اور سلوب ماننا لازم آئے گا کیونکہ صحیح احادیث سے آپ کا نیاں و سہو ثابت ہے۔ الاذم بالادل قلمن و مثله اور نقاد طبیعت کا مالک ہونا بھی آپ کا گھوس دلائل سے ثابت ہے۔ آپ نے بڑے فقہاء کرام سے بعض فروعی مسائل میں اختلاف کیا ہے اور خود اکابر دیوبند اور اکابر مقلدین دہلیہ پر کڑی تنقید کی ہے۔ جسکے زعم آج تک یہ وہابیہ خصوصاً مظہر صاحب چلتے رہے ہیں۔ اور چلتے رہے ہیں۔ اور ظہیر صاحب تو قبر میں بھی نہیں بھول سکیں گے ان بات محفوظ عن الخطا ہونے کی تفسیر بھی کوئی قابل اعتراض بات نہیں اور اولاً اس لئے کہ انکی محفوظ عن الخطا ہونا نہ عملاً محال ہے نہ نقلاً اور منکر اس کے استعمال عقلی یا نقلی

پر کوئی دلیل بھی پیش نہیں کر سکا۔ لہذا یہ اعتراض بلا دلیل ہے۔ ثانیاً۔ بندہ کے نزدیک یہ مبالغہ پر مبنی ہے۔ اور ایسے مبالغے ہر جماعت و فرقہ کے لوگ اپنے مقتدا یا پیشوایان کے حق میں کرتے رہے ہیں۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ البتہ اعلم حضرت کی شان میں مبالغہ کرنے والوں میں اور دوسروں کوگوں میں اتنا ضرور فرق ہے کہ ان کے حق میں مبالغہ کرنے والوں کا کوئی مبالغہ باعث تحقیق الوہیت و نبوت و رسالت و ولایت نہیں جیسا دوسرے لوگوں کے مبالغے میں شان الوہیت اور شان نبوت و رسالت میں یہ توہین و تنقیص کا پہلو غالب ہے۔ چنانچہ ان گستاخانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اکابر نے اپنے مولویوں اور پیروں کی مدح سر لٹی کرتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کافرا کر ڈالی ہے۔ جیسا کہ محمود الحسن صاحب گنگوہی صاحب کی شان میں مرثیہ میں لکھتے ہیں کہ

مردوں کو زندہ کیا اور زندوں کو مرنے نہ دیا

اس میحالی کو بچیں ذرا اپنے سریم !

اس شعر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو چیلنج کیا گیا ہے کہ تم بھی مسیحا ہو مگر تم صرف مردے زندہ کر سکتے ہو مگر کسی زندے کو مرنے سے نہیں بچا سکتے۔ ہمارا مسیحا (گنگوہی) اس شان کا مالک ہے کہ وہ زندوں کو مرنے بھی نہیں دیتا (اور خود مر گیا) اس نے اسی گنگوہی کے مرثیہ میں لکھا ہے حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن سے گنگوہی کی زیادتی بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ

قبولیت اسے کہتے ہیں مقبول ایسے ہوتے ہیں

عبید سود کا اُن کے لقب ہے یوسف ثانی (العیاذ باللہ)
اس شعر میں محمود الحسن صاحب جو ایک بڑے عالم دین تھے۔ (عند الدیابہ واسبیہ) وہ گنگوہی صاحب کے حسن صورت کو حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن صورت پر ترجیح دیتے ہوئے کہہ رہے ہیں کہ گنگوہی صاحب کے کالے کلوٹے غلام کا لقب یوسف ثانی ہے۔ کیا

توہین و تنقیص ہے۔ ایسی سینکڑوں مثالیں اس موضوع پر پیش کی جاسکتی ہیں۔ یہیں اختصار ملحوظ ہے۔ اسلئے صرف چند عبارات پر ہی اکتفاء کرتے ہیں۔ چنانچہ اعلم حضرت کے لئے بچپن میں حصولِ علم کا انکار کرنے والے خود اپنے مولویوں اور پیروں کے حق میں لکھتے ہیں کہ (۱) اللہ تعالیٰ کی عادت اسی قانون پر جاری ہے کہ کتاب و سنت کے مضامین کتبِ عربیہ اور فنونِ ادبیہ کے حاصل کرنے کے بعد حاصل ہوتے ہیں۔ لیکن بعض نفوس کاملہ کو خرقِ عادت و کرامت کے طور پر ان مضامین لطیفہ پر پہلے اطلاع دے دیتے ہیں اور اسے قوم کی اصطلاح میں علم لدنی کہتے ہیں۔ اس عبارت میں بطور کرامت سید احمد بریلوی کے لئے اسماعیل دہلوی نے مروجہ علوم درسی پڑھنے کے بغیر ہی انکو کتاب و سنت کا عالم تسلیم کیا ہے۔ علم لدنی بھی مانا ہے مگر اعلم حضرت کے لئے علم لدنی سے انکار ہے۔

(۲) یہ اعتراض بھی البریلویت میں کیا گیا ہے۔ بریلوی حضرات اپنے امام کو انبیاء سے تشبیہ دینا چاہتے ہیں۔ بلکہ انبیاء سے بھی عالی مرتبت ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ (العیاذ باللہ) حالانکہ ان کے نزدیک ولی کو نبی کے برابر یا افضل قرار دینا کفر ہے۔ چنانچہ صدر الشریعہ علامہ احمد علی صاحب فرماتے ہیں کہ ولی کتنا ہی بڑے مرتبے والا ہو، کسی نبی کے برابر نہیں ہو سکتا۔ جو کسی غیر نبی کو کسی نبی سے افضل یا برابر بتائے، کافر ہے (ملاحظہ ہو ہدایہ بریلوی) جب بریلوی حضرات کا یہ عقیدہ ہے تو پھر انبیاء سے تشبیہ یا بلند مرتبہ کیوں کر ثابت کر سکتے ہیں۔ ● بریلوی حضرات نہ تو تشبیہ دینا چاہتے ہیں اور نہ ہی برابر اور نہ بلند مرتبہ مگر خود غیر مقلدین کے پیشوا و مقتدا مولوی اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ جو شخص ذات کا مراقبہ اس لحاظ سے کرے کہ وہ کمالاتِ نبوت کا منشا ہے۔ اسکو نبوت سے ایک معنی پر فائز کر دیں گے۔ جس کا ادنیٰ درجہ اچھی خواہش میں ہے۔ ایسے ہی دوسرے درجہ میں اس پر رسالت کے معنی کا فیضان ہوگا۔ اور ایسے تفہیم، تعظیم اور غفلوں، جاہلوں

اور معاندوں سے مناظرے کا الہام کیا جائے گا۔ اور تیسرے درجہ میں نافرمانوں
سے کشاکش کو ہلاک کرنے اور فرمانبرداری کرنے والے مخلص کو انعام و اکرام کی ہمت تو یہ
بخشتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو کتاب صراط مستقیم فارسی ۱۲۸)

اس عبارت میں دہلوی صاحب نے نبوت کے معنی اور رسالت کا معنی اور
آخری درجہ میں انعام و اہلاک کی قوت دیتے جانے کو بھی مان لیا ہے۔ بلکہ دہلوی صاحب
نے تو یہ ہائیک سید احمد بریلوی کے حق میں لکھ دیا ہے کہ روزے حضرت خلی جن و علما
دست راست ایشاں را بدست قدرت خاص خود گرفت و چیز را از امور قدسیہ کہ
بس رفیع و بدیع بود پیش روئے حضرت ایشاں کردہ فرمود کہ ترا این چنین وادہام
و چیز ہائے دیگر خواہم داد۔

ترجمہ :- ایک دن اللہ تعالیٰ نے سید صاحب کا ہاتھ، اپنی قدرت خاص
کے ہاتھ میں پکڑا اور امور قدسیہ میں سے بلند و عجیب چیز حضرت کے سامنے
کی اور فرمایا تمہیں یہ کچھ دیا ہے اور بہت سی دوسری چیزیں بھی دوں گا۔ ملاحظہ ہو
(صراط مستقیم ۱۲۸ فارسی)

کیا وہ کالات جو بریلویوں نے اپنے امام کے لئے مانے ہیں۔ وہ شریک
ہیں یا یہ کہ یہاں سید احمد کے ہاتھ کو خدا کے ہاتھ میں دیکھ خدائی بھی سید احمد
کے لئے مان لی ہے۔ یا کم از کم خدائی قدرت مان لی ہے۔ ان مشرک گروں کو اپنے
گھر کا مشرک کیوں نہیں آتا۔ آخر کیا وجہ ہے۔ کیا یہ تعصب نہیں ہے۔ باقی پور
سال کی عمر میں فراغت اور پھر ۲۴ سال کی عمر میں طلب علم میں کوئی تعارض نہیں جیسا کہ
مخالف غیر نے سمجھا ہے۔ دراصل علوم مروجہ اور درس نظامی کے نصاب سے
فراغت ۱۲ سال کی عمر میں حاصل کر لی۔ مگر اس نصاب سے خارجی کتابوں کو پڑھنے
کا شوق پورا کرنے کے لئے بعض اکابر کی خدمت میں تشریف لے جاتے ہیں۔

بریلویوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اعلیٰ حضرت ۱۲ سال کی عمر میں دنیا میں تمام علوم
کے رفاہ فرما دیے ہو گئے تھے۔ اگر ایسا کسی نے لکھا ہے تو جو الہام پیش کیا جائے۔ مگر یہ
اعمال ہے۔ ظہر صاحب کی عقل کا فتوہ ہے کہ وہ یہاں تعارض ثابت کرنا چاہتے ہیں۔
اور یہ کہ انکو دیکھ کر صحابہ کو دیکھنے کا شوق کم ہو گیا تو درحقیقت یہ کوئی قابل اعتراض
دلیل نہیں ہے۔ اسکا مطلب یہ نہیں کہ نوح و ابراہیم۔ اعلیٰ حضرت صحابی ہیں یا صحابی کے
مقابلہ میں۔ مقصد یہ ہے کہ انکو دیکھنے والے کو قدر اطمینان حاصل ہو گیا اور اسکا دل
مطمئن ہو گیا جو بے قراری صحابہ کو دیکھنے کی تھی وہ قدرے ٹھم گئی۔

دعا یہ اعلیٰ حضرت اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہیں۔ تو یہ بھی کوئی قابل اعتراض
دلیل نہیں ہے۔ کیونکہ اگر کائنات کی ہر چیز قدرت خداوندی پر نشانی ہے تو اشرف المخلوق
اس ایک علم دین کیونکر خدا کی نشانی نہیں ہو سکتا۔ ان فی خلق السموات والارض
اختلاف اللیل والنہار والایات کا مطالعہ کرنے والا اعتراض نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی
دعا کہنے و حمد نہ ہو اور یہ کہ مولانا عبدالحق صاحب نے علوم منطقیہ پڑھانے سے انکار
کر دیا تھا۔ تو یہ بھی جھوٹ ہے۔ بلکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت نے مولانا عبدالحق
پر پڑھنے سے خود انکار کر دیا تھا۔ ملاحظہ ہو۔ (حیات اعلیٰ حضرت ص ۱۳۱) (مولانا نظر الدین)
اعلیٰ حضرت نے مولانا عبدالحق کو جواب دیتے ہوئے فرمایا۔ جناب معلوم ہو گیا ہوگا کہ
اسیہ کار دسب سے پہلے مولانا فضل حق (خیر آبادی) جناب کے والد ماجد نے ہی کیا اور
مولانا اسماعیل دہلوی کو بھرے مجمع میں مناظرہ کر کے مساکت کیا اور انکے دین میں ایک
مستقل رسالہ بنام تحقیق الفتوی السلب الطغوی تحریر فرمایا۔ علامہ عبدالحق خیر آبادی نے
اسکا جواب دیا۔ اگر ایسی ہی حاقہ جوابی میرے مقابلہ میں رہی تو میں پڑھا نہیں سکوں گا۔ امام احمد رضا
رحمہ اللہ نے آپ کی باتیں سن کر میں نے پہلے ہی فیصلہ کر لیا ہے کہ ایسے شخص سے منطقی بحث
علماء کی توہین و تحقیر سننی ہوگی۔ اسی وقت میں نے پڑھنے کا خیال بالکل دل سے دور

کر دیا۔ تب آپ کی بات کا ایسا جواب دیا ہے۔ ملاحظہ ہو (احیاء اعلیٰ حضرت ص ۳۳۶ اور ج ۱ از مولانا طہر الدین بہاری)

اور یہ اعتراف کہ اعلیٰ حضرت مرزا قادیانی کے بھائی غلام قادر بیگ کے شاگرد ہیں۔ تو یہ بھی سفید جھوٹ ہے۔ جس کا مفصل جواب ہم عطیہ سالم قاضی مدنیہ منورہ کی تقدیم کے جواب میں دے چکے ہیں۔ اعادہ باعث طوالت ہے۔ اس لئے ابتدائی صفحات میں جواب کا مطالعہ فرمائیں۔ فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

اعلیٰ حضرت کی تشیع سے بیزار | قارئین کرام۔ الربوبیت ص ۲۲ نمک نام نہاد احسان الہی ظہیر نے اعلیٰ حضرت

کے باپ اور دادا کا علماء و احناف میں شمار تسلیم کرنے کے بعد سات عدد دلائل مرعومہ پیش کر کے انکا شیعہ ہونا ثابت کرنے کی ناکام کوشش بھی کی ہے۔ اور اس قول شیعہ کی نسبت اپنی طرف کرنے کی بجائے یا اس کو اپنا دعویٰ قرار دینے کی بجائے آپ کے مخالف کی طرف کی ہے۔ اگر یہ سچے ہوتے تو اس کو اپنی طرف منسوب کرتے اور خود ضوکی کرتے کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ شیعہ اور تقیہ کئے ہوئے تھے۔ مگر وہ خود جانتے تھے کہ یہ سراسر جھوٹ ہے اور بکواس ہے۔ جس کا حقیقت سے کوئی دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ اس لئے وہ یہ دعویٰ نہ کر سکے۔ یوں تو جواباً ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہ غیر مقلد یا نجدی و ہابی خارجی ہیں۔ حضرت علی اور دیگر اہلبیت علیہم السلام کے دشمن قرار ہیں۔ اور اس پر متعدد دلائل بھی پیش کر سکتے ہیں۔ تفسیر اہل حدیث بن گئے ہیں وغیرہ کیا اسکو مبنی بر حقیقت مان لیا جائے۔ (البتہ خارجیوں کی معنوی اولاد ہونا امر واقعہ ہے جس کا انکار مشکل ہے۔ قارئین کرام۔ ظہیر صاحب نے اعلیٰ حضرت کے شیعہ ہونے پر مخالفین کی طرف سے سات عدد دلائل پیش کئے ہیں۔ ہر ایک کا جواب نیز ان کا کیا جاتا ہے۔ غور فرما کر خود فیصلہ کریں کہ کیا واقعی اعلیٰ حضرت شیعہ تھے اور تقیہ کئے ہوئے تھے۔

ہوئے تھے۔ یا یہ سراسر جھوٹ و بہتان ہے۔

دلیل | جناب احمد رضا کے آثار و اجداد کے نام شیعہ اسماء سے مشابہت رکھتے ہیں۔ انکا شیعہ نسب یہ ہے۔ احمد رضا بن نقی علی خاں بن وفا علی بن کاظم علی۔ (احیاء اعلیٰ حضرت ص ۱)

الجواب :- قارئین کرام اسکے دو جواب ہیں۔ ایک تحقیقی دوسرا الزامی۔ تحقیقی جواب یہ ہے کہ اسماء در حقیقت اعلام ہوتے ہیں اور اعلام کے معانی اعتبار نہیں ہوتا۔ منطق کے ابتدائی رسائل جس نے پڑھے ہیں۔ وہ بھی یہ جانتا ہے نیز یہ کہ محض نام کی مشابہت شرعاً مذموم نہیں ہے۔ اور اس کے مذموم ہونے کا ادعا بلا دلیل ہے۔ محض اسم و نام کی مشابہت سے من تشبیہ لعموم فہو منہم کا مصداق نہیں بنتا ورنہ تو ائمہ شیوں کی لمبی لمبی دائرہ بندیوں کی وجہ سے انکو سکھ قرار دینا لازم آسکا۔ کیا یہ قبول ہے۔ شعاثر دین میں عزیزوں سے مشابہت ممنوع ہے۔ جو لمبی دائرہ بندی میں موجود ہے۔ مگر نام شعاثر دین میں نہیں ہیں۔ پھر من وجہ مشابہت کا اعتبار نہیں ہے ورنہ تو پھر خدا کو ایک ماننے میں رسول کو رسول ماننے میں اسلام کو دین ماننے میں قیامت کو ماننے میں ایسے بے شمار امور ماننے میں غیر مقلدین و ہابیوں نجدیوں کی مشابہت رافضیوں، خارجیوں بلکہ مرزائیوں مشرکین مکہ کے ساتھ بھی لازم آتی ہے۔ مشرکین مکہ بھی ہر چیز کا خالق خدا کو مانتے تھے۔ ولئن سألتہم من خلق السموات والارض ليقولن اللہ۔ کہ اگر تم ان سے پوچھو کہ آسمانوں و زمینوں کو کس نے پیدا کیا ہے تو جواب دیں گے کہ اللہ نے۔ یہ امر مذکور کی دلیل ہے۔ غیر مقلد و ہابی بھی ہر چیز کا خالق خدا کو مانتا ہے۔ اور مشرکین مکہ بھی خدا کو ہی ہر چیز کا خالق مانتے تھے کیا یہ من وجہ مشابہت نہیں ہے۔ یقیناً ہے۔ تو پھر کیا انکو بھی مشرکین مکہ کی معنوی اولاد قرار دیا جاسکتا ہے۔ اگر جواب نفی میں ہے پھر فرق بتائیں۔ جو واضح ہوا دین ہو۔

جواب الزامی

یہ ہے کہ اگر ناموں میں مشابہت شیعہ ہونے کی دلیل بن سکتی ہے تو پھر جناب اپنے گھر کی بھی خیر منائیں جناب کے پیشوا و مقتدا و اب صدیق حسن خاں کے والد کا نام حسن، دادا کا نام علی الحسین بیٹوں کے نام میر علی خاں اور میر نور الحسن خاں خود اب صاحب کا نام صدیق حسن خاں ہے۔ وہابیوں کے شیخ الکل کا نام ہے نذیر حسین دہلوی ایک مدرسی مولوی کا نام ہے محمد باقر قنوج کے ایک مولوی کا نام ہے رستم علی ابن علی اصغر ایک مولوی کا نام ہے۔ غلام حسین ابن مولوی حسین علی ایک مشہور مولوی کا نام ہے محمد حسین ٹالوی۔ ان سب تذکرہ اب صاحب بھوپال نے اپنی کتاب الجہاد العلوم کی تیسری جلد میں کیا ہے۔ کیا یہ سب رافضی اور شیعہ تھے۔ اگر نہ تھے تو پھر اپنی دلیل کا بطلان تسلیم کرو اور اگر دلیل کا بطلان تسلیم نہیں پھر ان اپنے اکابر کا رافضی و تشیع تسلیم کرنا ہوگا۔

ظہر لو آپ اپنے دام میں صبا دا گیا
بریلویوں کے اعلا حضرت نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے
خلاف نازیبا کلمات کہے ہیں۔ عقیدہ اہلسنت سے وابستہ کوئی
شخص ایسا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ الخ

دلیل نمبر ۱

الجواب :- اولاً۔ "حقائق بخشش" حصہ سوم اعلا حضرت کی سرے سے تصنیف ہی نہیں ہے۔ کوئی ماں کا لال اسکا ثبوت پیش کر دے تو عدالت کے ذریعے پانچ ہزار روپے انعام لے سکتا ہے۔ اعلا حضرت کی "حقائق بخشش" کے صرف دو حصے ہیں۔ جو ۱۹۰۷ء بمطابق ۱۳۲۵ھ میں مرتب ہو کر شائع ہوئے۔ اور ماہ صفر ۱۳۲۶ھ بمطابق ۱۹۰۸ء کو اعلا حضرت کا وصال ہوا اور آپ کے وصال کے دو سال بعد ماہ ذوالحجہ ۱۳۲۶ھ اور ۱۳۲۷ھ میں یہ حصہ سوم شائع ہوا۔ جسکو مولانا محبوب علی خان قادری نے متفرق مقامات سے جمع کر کے شائع کرایا۔ مگر کتابت کرنے والا کتاب کوئی بد مذہب تھا۔

اس نے اپنی طرف سے چند ایسے اشعار کا از خود اضافہ کر دیا۔ جن میں جناب صدیقہ کی شان میں گستاخی پائی جاتی ہے۔ جو ام زرع وغیرہ مشرک عورتوں کے متعلق تھے۔ جسکا اسلام تشریف ترمذی تشریف اور فرائی تشریف میں بھی موجود ہے۔ مولانا محبوب علی صاحب یہ بخش غلطی ہوئی کہ وہ مسودہ کتابت شدہ کو چیک نہ کر سکے۔ چنانچہ انہوں نے بعد میں علی الاعلان توبہ کی تھی۔ جو اس زمانہ کے متعدد جرائد و اخبارات میں شائع ہو چکی ہے۔
انامہ سنی دنیا۔ شماره ذوالحجہ ۱۳۴۲ھ حاکم بحوالہ فتاویٰ منطری ص ۳۹ (۲۶)

اس کامزید ثبوت فیصلہ مقدمہ میں بھی دیکھا جاسکتا ہے جو ۱۳۴۵ھ میں چھپا تھا۔
حکواب مرکزی مجلس رضا لاہور نے بھی چھاپ دیا ہے۔ تفصیلات کا مطالعہ اس میں کر سکتے ہیں۔
یہ ہے کہ اعلا حضرت نے مسلمانوں میں شیعہ مذہب سے ماخوذ عقائد کی نشر و اشاعت میں بھرپور کوشش کی اور تقویت سنی بنے رہے اور اپنے
شیعہ پر پردہ ڈالے رکھا۔ اور انبیاء اولیاء کے لئے علم غیب و علم ماکان و مایکون و اختیار قدرت کے مسائل شیعہ سے اخذ کئے۔ مدار بریلوت ص ۷۱

دلیل نمبر ۲

الجواب :- قارئین کرام یہ ایسا جھوٹ ہے کہ جسکے سامنے بڑے بڑے دجال الاب بھی اپنے آپ کو چھوٹے تصور کریں گے اور ظہیر کے اس جھوٹ پر وہ بھی فخر کرتے ہوئے اسکو شاباش دینے پر مجبور ہو جائیں گے۔ بلکہ ابلیس لعین بھی ظہیر صاحب پر فخر کریگا کہ تم نے ایسا جھوٹ گھڑا ہے۔ جو میرے خواب و خیال میں بھی نہ تھا۔ قارئین کرام جس شخص نے اپنی زندگی میں متعدد فتوے شیعہ کے کفر و فسق و ضلالت پر دیئے ہوں۔ جس نے متعدد رسالے لکھے ہوں۔ انکے خلاف اسکو شیعہ قرار دینا کہاں کا انصاف ہے کہاں کی عقلندی ہے۔ آپ نے تقریباً بیس سال سے نادر رسالے شیعہ و روافض کے رد میں لکھے ہیں۔ جن میں سے بعض یہ ہیں۔ (۱) رد الرافضہ ۱۳۲۰ھ میں لکھی (۲) الدولۃ الطاعنۃ فی اذان الملاءمۃ جو

مثالیں دی جاسکتی ہیں۔ کیا ان روایات کو بھی خالص شیعہ روایات قرار دے دیا جائے گا۔
ہرگز نہیں۔ بس اس طرح ان روایات کو بھی خالص شیعہ قرار دینا غلط ہے۔

مثلاً نیا۔ یہ روایات صرف شیعہ کی کتابوں میں ہی نہیں بلکہ خود اکابر اہل سنت کی معتبر
کتابوں میں موجود ہیں۔ مثلاً علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب الشفا فی
فاروقی کتب خاتمہ طمان ۲۲۳ میں نقل کرتے ہیں۔ وقد خرج اهل الصحيح والجمع

(الحان قال) وانه قسيم النار يد قل الىاء الجنة واعداره النار يعني
اہل صحیح اور محدثین نے تخریج فرمائی ہے کہ حضرت علی دشمنوں کو دوزخ میں داخل کریں گے
اور دوستوں کو جنت میں کیونکہ وہ قسیم النار بھی ہیں اور علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الزہدین
شرح شفا و قاضی عیاض میں فرماتے ہیں کہ امام ابن اثیر نے نہایت ہی بیان کیا ہے کہ۔
حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ۔ انا قسیم النار۔ میں دوزخ تقسیم کرنے والا ہوں
یعنی (دوزخ کی ٹکٹیں بانٹنے والا) ملاحظہ نسیم الزہدین مکتبہ سلفیہ مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۲۸

اس کے بعد خود علامہ خفاجی فرماتے ہیں کہ ابن اثیر ثقہ ہیں اور حضرت علی کا قول محض
رائے نہیں ہے کیونکہ اس میں اجتہاد یا رائے کا کوئی دخل نہیں ہو سکتا لہذا یہ حکم حدیث
مرفوعہ قرار پاتی ہے۔ ملاحظہ کریں۔ (صفحہ مذکور)

المحدث نے فرمایا کہ حضرت علی کے اس قول کو حضرت شاذان فضلی نے اپنی
کتاب جزو الشمس میں روایت کیا ہے (ملاحظہ ہوا من والعلی ص ۱۹۹) تو
اب ثابت ہو گیا کہ اس روایت کو صرف اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے ہی بیان نہیں کیا۔
بلکہ متعدد دیگر ائمہ دین اور جلیل القدر بزرگان دین نے بھی بیان کیا ہے۔ اسی لئے قاضی
عیاض نے اہل الصیغ اور الائمہ جمع کے معنی استعمال فرمائے ہیں۔ پھر کم از کم چار گواہ
تو محسوس موجود ہیں۔ (۱) قاضی عیاض (۲) علامہ خفاجی (۳) ابن اثیر (۴) شاذان فضلی
اور ان چار کا اس روایت کو بیان کرنا اس کے معتبر و قابل قبول ہونے کی واضح دلیل ہے

یہ قاضی عیاض کوئی معمولی شخصیت نہیں۔ انکی امامت اور جلالت کا اقرار تو خود غیر
مقلدین کے گرو اور پیشوا و نواب صدیقی حسن بھوپالی بھی کئے بغیر نہیں رہ سکے چنانچہ
وہ خود کہتے ہیں کہ کان امام وقتہ فی الحدیث وعلومہ (الحان قال) کان
امامیۃ کثیرۃ بلا لہتمام بجمعہ و تقییدہ و ہون اہل القین فی العلم
والدعاء والفتنة والفہم۔ یعنی۔ قاضی عیاض اپنے

زمانے میں حدیث اور علوم حدیث کے امام تھے۔ حدیث کی طرف بہت توجہ تھی۔
حدیث کے جمع کرنے اور ضبط کا اہتمام فرماتے تھے۔ وہ علم فہم اور ذکاوت و خطرات
میں صاحب یقین تھے۔ ملاحظہ ہو (حوالہ ابجد العلوم ص ۱۲۸ ج ۳) مگر خوارج کی یہ
علامت ہے کہ وہ جب کو محبت اہل بیت پاتے ہیں۔ اسکو بدنام کرنے کے لئے فوراً
اسے رافضی و شیعہ ہونے کا الزام و بہتان لگاتے ہیں۔ یہی ان کے خارجی ہونے
کی نشانی ہے۔ یہی روایت کہ جناب فاطمہ کا نام فاطمہ اس لئے رکھا کہ اللہ نے
ان کو اور انکی اولاد کو جہنم سے آزاد کر دیا ہے۔ تو اسکو بیان کرنے میں بھی علم حضرت
نہایت نہیں بلکہ اسکو دسویں صدی کے مجدد و مشکوٰۃ کے شارح اخلاف کے جلیل القدر
امام و محدث ملا علی قاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ فقد ورد مرفوعاً انما سمیت فاطمہ
لان الله تعالى قد قطعها و ذریتها عن النار يوم القيامة اخبرني الحافظ الذهبي
وروي النسائي مرفوعاً انما سمیت فاطمہ لان الله تعالى قطعها و ذریتها عن النار
(شرح فقہ اکبر مصری ص ۱۱) یعنی مرفوع

حدیث ہے کہ حضور نے فرمایا کہ فاطمہ کا نام فاطمہ اس لئے رکھا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ
نے انہیں اور انکی اولاد کو قیامت کے دن آگ سے محفوظ کر دیا ہے۔ یہ روایت
امام حافظ الحدیث ابن عساکر دمشقی نے بیان کی ہے۔ امام نسائی حدیث مرفوعہ بیان
کرتے ہیں کہ فاطمہ تلم اس لئے رکھا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اور انکے محبین کو

اگ سے محفوظ کر دیا ہے۔ کیوں جناب کیا امام احمد رضا بریلوی تنہا ہیں انکو بیان کرنے میں یا ملا علی قاری، امام ابن عسکر دمشقی اور امام نسائی جو صحاح ستہ کے امام ہیں وہ بھی ان کے ساتھ شامل ہیں۔ قارئین کرام چاہئے تو یہ کہ عیز مظہرین قاضی عیاض، امام خضاجی، امام شاذان، فضلی امام ابن اثیر اور ملا علی قاری، امام ابن عسکر دمشقی اور امام نسائی کو بھی شیعہ رافضی قرار دیں۔ اگر یہ حضرات شیعہ ہیں تو پھر سنی کون ہے۔ سچ ہے۔

عمر ابن کاراز تو سی آید و مردان چنین کنند

(نوٹ) دلیل نمبر ۳ میں یہ بھی ظہر صاحب نے لکھا ہے کہ علم غیب اور ماکان مائیکون کا علم اور قدرت و اختیار جیسے مسائل انہوں نے شیعہ سے اخذ کئے ہیں۔ حالانکہ یہ سفید جھوٹ ہے۔ اس لئے کہ انبیاء کی شایان شان علم غیب ماکان و مائیکون کا علم اور اختیار و قدرت تو خود قرآن کریم کی متعدد آیات اور متعدد احادیث صحاح سے ثابت ہے۔ جو بے عطاء اللہ اور یاقین اللہ ہے۔ اور عطائی اور بلا واسطہ محدود و متناہی حادث حریفانی ہے۔ اس کے برعکس خدا کا علم ذاتی، استقلالی بلا واسطہ غیر محدود و عزیز متناہی، قدیم غیر فنا ہے۔ یہی اسکی ذات کا خاصہ ہے۔ جسکا حصول غیر خدا کے لئے ممکن ہی نہیں ہے اور ایسے علم کا ایک ذرہ بھی غیر خدا کے لئے ماننا کفر اور شرک خالص ہے یعنی غیر خدا کے لئے ایک ذرہ کا علم ذاتی۔ استقلالی بلا واسطہ ماننا کفر ہے۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت نے اپنی کتاب الدلائل الکبیرہ ج ۲۲/۲۱۲ میں تصریح فرمائی ہے۔ باقی تفصیلی دلائل ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ مسائل کے ضمن میں آئیں گے۔

ترتیب اغواث پر اعتراض اور اسکا جواب

ظہر صاحب ج ۲۲ پر لکھتے ہیں کہ فاضل برکیوی کہا کرتے تھے کہ سوئوں یعنی مخلوق کی مدد کرنے والے اور جن سے مدد طلب کی جاسکتی ہے انکی ترتیب یہ ہے کہ انکی ابتدا حضرت علی سے ہوتی ہے۔

اور یہ ترتیب حسن عسکری تک جاتی ہے جو گیارہویں امام ہیں شیعہ کے نزدیک۔

(نوٹ) قارئین کرام یہاں ظہر صاحب عربی عبارت میں لکھتے ہیں۔ الاثنتہ الاحدی عشر عند الشیعۃ۔ جس کا کوئی مطلب نہیں بنتا۔ عبارت کو یوں ہونا چاہیئے تھا کہ (احدی عشر من الاثنتہ عند الشیعۃ۔ یعنی شیعہ کے نزدیک گیارہویں امام تک ظہر صاحب نے الاثنتہ الاحدی عشر عند الشیعہ لکھ کر اپنے عربی دان ہونے کا بھانڈا بھجوا دیا ہے۔ اہل علم خوب جانتے ہیں۔ اس عربی دانی کی حقیقت کو احمدی مضاف ہے عشر کی طرف اور قانون یہ ہے کہ مضاف پر لفظ لام نہیں آسکتا مضاف اضافت کی وجہ سے پہلے ہی معرف ہے اور معرفہ پر لفظ لام تعریف کا لانا بے سود ہے۔ مگر ظہر صاحب جیسو لوگ علامہ کہتے ہیں وہ علامہ اس سے بے خبر تھا۔ جو اس کے جعلی علامہ ہونے کی دلیل ہے (بحوالہ الامن والعلی ص ۸۷) اب اصل اعتراض کا جواب ملاحظہ فرمائیں۔

(الجواب)۔ قارئین کرام اس اعتراض کا مقصد یہ ہے کہ فاضل بریلوی کے نزدیک صرف شیعہ کے بارہ امام ہی غوث ہیں اور کوئی نہیں۔ یہ شیعہ ہونے کی دلیل ہے۔ مگر حقیقت ظہر صاحب نے جھوٹ بولا ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے غوثیت کو ان بارہ اماموں میں کہیں بھی حصر نہیں فرمائی۔ یعنی یہ کہیں نہیں لکھا کہ بس یہی غوث ہیں اور کوئی نہیں ہے۔ چنانچہ اسکی دلیل یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت ہی فرماتے ہیں کہ غوث اکبر و غوث ہر غوث حضور سید عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ صدیق اکبر حضور کے وزیر دست چپ تھے۔ (اس سلطنت میں وزیر چپ وزیر دست راست سے اگلا ہوتا ہے) اور فاروق اعظم دست راست پھر امت میں سب سے پہلے درجہ غوثیت پر امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ممتاز ہوئے۔ وزارت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا ہوئی۔ اسکے بعد امیر المومنین حضرت عمر فاروق کو غوثیت مرحمت ہوئی۔ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم (وامام حسن رضی اللہ عنہ)

وزیر ہوئے۔ پھر مولیٰ علی کو غوثیت عطا ہوئی اور امامین محترمین رضی اللہ عنہما قید ہوئے پھر امام حسن رضی اللہ عنہ سے درجہ بدرجہ امام حسن عسکری تک یہ سب مستقل غوث ہوئے۔ امام حسن عسکری کے بعد حضور غوث اعظم تک جتنے حضرات ہوئے سب ان کے نائب ہوئے۔ ان کے بعد سید غوث اعظم مستقل غوث حضور تنہا غوث کبریٰ کے درجہ پر فائز ہوئے۔ ملاحظہ ہو (ملفوظات مطبوعہ لاہور ص ۱۱۱) از مولانا مصطفیٰ رضا خاں بریلوی۔

اس عبارت میں اعلمت نے سب اُمت میں پہلے غوث صدیق اکبر کو اور آخری غوث غوث اعظم کو لکھا ہے۔ اور ساتھ ہی فاروق اعظم اور عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھی غوث لکھا ہے۔ کیا شیعہ ورافضی انکو غوث مانتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ کیا یہ عبارت اعلمت کے خالص سنی ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ یہ تو نص کا درجہ رکھتی ہے۔ پھر اگر تقیہ ہی کیا تھا۔ تو صرف ابو بکر صدیق کو غوث کہہ دیتے یہ کافی تھا۔ پردہ پوشی کے لئے کیا تینوں کو اور پھر غوث اعظم کو بھی غوث قرار دینا تقیہ کے لئے ضروری تھا۔ ہرگز نہیں۔ مگر ہم یہاں صرف لعنتہ اللہ علی الکاذبین ہی پڑھ کر مخالفین کے ارجح خیال کو ابطال کر سکتے ہیں اور ان کذابوں کے لئے ہمارے پاس انکے لئے کچھ نہیں ہے۔

ایک اور اعتراض کا جواب

اسی دلیل کے ضمن میں ظہیر صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ فاضل بریلوی کہتے ہیں کہ علی بلائیں مانتے ہیں۔ مصیبتیں دور کرتے ہیں۔ ہر اس شخص کی جو دعاء سیفی مشہور کو سات یا تین یا ایک مرتبہ پڑھتا ہے۔ اور وہ دعاء سیفی یہ ہے۔ ناد علیا منہدر العجائب تجددہ عوناً لک فی النوائب کل ہمد و غم سیغلی۔ وہ لا یتک یا علی یا علی۔

نیز یہ بھی کہا کہ یہ شعر دفع امراض کے لئے نافع اور حصول وسیلہ و اب کا سبب ہے۔ شعر یہ ہے۔
 "لی خمسۃ اظفی بہا حراً لوباء الحاطمہ
 المصطفیٰ والمرتضیٰ وابناہما والفاطمہ"

الجواب :- امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان نے یہ دعا خود نہیں بنائی اور نہیں گھڑی بلکہ آپ نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (جو مسلمہ بین القرین شخصیت ہیں) سے انکی کتاب انباء فی سلاسل اولیاء اللہ سے نقل فرمائی ہے۔ اس دعا کو اپنے تلامذہ و مریدین کو نہ صرف پڑھنے کی اجازت دیتے تھے۔ بلکہ خود بھی پڑھتے تھے۔ اور صرف شاہ ولی اللہ صاحب ہی نہیں بلکہ آپ کے بارہ عدد اساتذہ اسادت و مشائخ طریقت بھی پڑھتے تھے۔ اور اس کو پڑھنے کی اجازت بھی دیتے تھے۔ اپنے مریدین و متعقدین کو اور وہ اساتذہ و مشائخ حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ یہ ہیں۔

۱۔ مولانا طاہر مدنی (۲) طاہر مدنی کے والد و استاذ و پیر مولانا ابراہیم گڑوی (۳) اُنکے استاذ مولانا احمد قشاشی دہلی پیران کے استاذ مولانا احمد خاوی (۴) پھر شاہ صاحب کے استاذ الاساتذہ مولانا احمد نعلی و غیر ہم جیسے اکابرین اور شاہ صاحب کے اکثر سلاسل حدیث انہی اکابر سے ہیں۔ یہ سب حضرات حضرت شاہ محمد غوث گوالیاری علیہ الرحمۃ کے جواہر خمسہ کو بالعموم اور دعاء سیفی کو بالخصوص پڑھنے کی اجازتیں دیتے تھے اور اجازتیں دیتے بھی تھے۔ فارمین کریم غور کریں اور خود الفاف کریں کہ کیا حضرت شاہ ولی اللہ اور ان کے یہ اساتذہ و مشائخ کرام سب کسب شیعہ اور مشرک تھے۔ اور کیا حضرت شاہ محمد گوالیاری بھی شیعہ یا مشرک تھے۔ (الغیا ذب اللہ)

یہ پاکستانی بخدی وہابی یہ اصلی وہابی اور گلابی وہابی اگر اس دعاء سیفی کو پڑھنے کی اجازت دینے والے کو واقعی شیعہ و مشرک قرار دینے میں خلص ہیں اور سچے

ہیں۔ تو پھر ان تمام حضرات کو سمیت شاہ ولی اللہ کے شیعہ اور مشرک قرار دیں ورنہ اعطاف پر اعتراض سے توبہ کر کے سچے مسلمان بن جائیں۔ مگر انکے نصیب میں توبہ یا سچا مسلمان بننا کہاں۔ یہ نعمت ان اشتیاق کے حصہ میں کہاں ہے

ایک اور اعتراض اور اس کا جواب یہ کہ انہوں نے (فاضل بریلوی نے) شیعہ کی خاص اصطلاح علم جعفر اور

جامعہ کا اقرار کیا ہے جعفر وہ جلد تھی جس میں جعفر صادق نے ہر وہ چیز لکھ دی تھی جو قیامت تک ہونے والی تھی اور جس کی معرفت کی اہل بیت کو ضرورت ہو سکتی تھی نیز جعفر و جامعہ حضرت علی کی دو کتابیں ہیں جن کے اندر انتہائے دنیا تک کے ہونے والے حوادث علم الحروف کے طریقہ کے مطابق لکھ دیئے تھے۔ اور آپ کی اولاد میں سے ائمہ معروفین انکو جانتے تھے۔ (البریلویت ص ۲۲ ترجمہ ملخصاً)

الجواب :- قارئین کرام۔ علم جعفر ایک مستقل علم ہے۔ اسکی متعدد کتابیں ہیں۔ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نے بھی اس علم میں ایک اہم کتاب لکھی تھی۔ اس علم کو شروع کرنے سے قبل اللہ تعالیٰ کے چند اسماء کا ورد کرنا ہوتا ہے۔ پھر خواب میں حضور علیہ السلام کی زیارت ہوتی ہے اس ملاقات میں اگر حضور اجازت دیں تو اس فن کو شروع کیا جاتا ہے۔ اگر اجازت نہ دیں تو پھر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ یہ کہاں کی عقلندی ہے کہ کسی علم کو ماننے یا جاننے سے انسان شیعہ قرار پاتا ہے۔ علم نحو و بلاغت کے بڑے بڑے امام معتزلی تھے۔ کیا ان علوم کو ماننے والا معتزلی قرار پاتا ہے۔ ہرگز نہیں تو پھر جعفر و جامعہ محض ذکر کرنے سے اعطاف کا شیعہ ہونا کیونکر لازم آیا۔

ماہذا ۱۱۱۱ افتخار عظیم۔ حضرت شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ اور بعض دیگر تحقیقین کے نزدیک تو کسی بھی علم کو سیکھنا اور حاصل کرنا منع نہیں کہ علم سحر کی تحصیل بھی ممنوع نہیں ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ عزیزی اور تفسیر عزیزی میں موجود ہے۔

ایک اور اعتراض اور اس کا جواب دلیل نمبر ۴ کے ضمن میں ایک اور اعتراض یہ کیا ہے۔ کہ

فاضل بریلوی نے یہ جھوٹی روایت نقل کی ہے۔ اسے برقرار رکھا اور اہلسنت کو اسکی تلقین کی ہے۔ رضا سے کہا گیا۔ جو امام ثامن اور شیعہ کے نزدیک معصوم ہیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مجھے ایک کلام تعلیم فرمائیے کہ اہل بیت کرام کی زیارت میں عرض کیا کروں۔ فرمایا قبر کے نزدیک ہو کر چالیس بار تجہیر کہہ پھر عرض کر، سلام آپ پر لے اہل بیت رسالت میں آپ سے شفاعت چاہتا ہوں اور آپ کو اپنی طلب و خواہش و سوال و حاجت آگے کرتا ہوں۔ خدا گواہ ہے مجھے آپ کے باطن کیم و ظاہر پر سچے دل سے اعتقاد ہے اور میں اللہ کی طرف بری ہوتا ہوں۔ ان سب جن و انس سے جو محمد اور آل محمد کے دشمن ہوں (البریلویت ص ۲۱)

الجواب :- اعطاف نے اس روایت کو دو بزرگ ترین ہستیوں سے نقل فرمایا ہے۔ (۱) حضرت خواجہ حافظ واسطی سے انکی کتاب "فصل الخطاب" سے اور حضرت شیخ محقق علی الاطلاق محدث دہلوی سے انکی کتاب "جذب القلوب" سے ملاحظہ ہو فتاویٰ رضویہ ص ۲۹۹ مطبوعہ مبارکپور انڈیا) اور حضرت شیخ محقق وہ قدر اور شخصیت ہیں جنکی علمی حیثیت کا اقرار کرتے ہوئے غیر مقلدین کے پیشوا و مقتدا و اباب صدیق حسن خاں بھوپالی انکی خدمت میں خراج عقیدت پیش کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ "اعلم ان المحدث لم یکن بہا علم الحدیث منذ فتحها اهل الاسلام (الی ان قال) حتی من الله تعالیٰ اعلیٰ المحدث بانافست هذا العلم علی بعض علمائہا کالشیخ عبد الحق بن سیف الذین الترتک الذلک المتوفی فی سنتہ اثنتین وخمیسین والاف امثالہم وهو اول من جاوب هذا الاقلیم واماخذ علی سکانہ فی احسن تقویم الخط الاسلامی المادی لابی جیب



اہل اسلام نے ہندوستان کو فتح کیا ہے۔ یہاں علم حدیث نہیں تھا۔ (پھر چاہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہندوستان پر احسان فرمایا اور یہ علم وہاں کے علماء کو عطا فرمایا۔ جیسے شیخ محقق عبدالحق بن سبب الدین ترک دہلوی (جسکی وفات ۱۰۵۲ھ میں ہوئی) وغیرہ علماء اور وہ اس علم کو اس خطہ میں لانے والے اور یہاں کے لوگوں میں اچھے طریقے سے پھیلانے والے پہلے بزرگ ہیں۔
 قارئین کرام غور کریں۔ ایسی عظیم شخصیت نے اس روایت کو اپنی کتاب "جذب القلوب" میں بیان کیا ہے۔ اور اعلمت نے انہی کے حوالہ سے اسکو نقل کیا ہے۔ اب اگر اعتراض کرنا ہے۔ تو پہلے علامہ حافظی واسطی صاحب فصل الخطاب اور شیخ محقق پکرو پھر اعلمت پکرو بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اعلمت پر اعتراض جہالت قرار پائے گا کیونکہ وہ ناقل ہیں اور ناقل پر اصولی طور پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔ اعتراض تو صرف منقول عنہ پر کیا جاتا ہے۔ پھر ان بزرگوں کو شیعہ ثابت کرو اور شیعہ ہونے کا اعتراض ان پر کرو پھر اپنے پیشوا و اب صدیق حسن خان پکرو۔ جس نے اپنی روایت کے ناقل اور بیان کرنے والے شیخ محقق کی توثیق و تصدیق فرمائی ہے اور حواج معتقدت پیش کیا ہے۔

۵۔ نہ مخبر اٹھے گا نہ تلوار ان سے

یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

ایک اور اعتراض :- ایک اعتراض دلیل ۲ کے ضمن میں یہ بھی کیا گیا کہ اعلمت نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ امام حسین کے مزار کی تصویر انگریزوں میں رکھنا بطور تبرک جائز ہے۔ (البریلویتہ ص ۲۳)

الجواب :- قارئین کرام اس ظالم جھوٹے سے پوچھئے کہ کیا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کی تصویر جاندار کی تصویر ہے یا غیر جاندار کی شق اولیٰ کی

صفت میں جاندار ہونے کی دلیل درکار ہے اور غیر جاندار ہونے کی صورت میں منہج کی کوئی وجہ نہیں ہے اگر ہے تو پیش کرو اس قسم کی چیزیں دینی طور پر منظم ذوات کی طرف نسبت کی وجہ سے تقدس کی حامل ہوجاتی ہیں۔ کعبہ شریف و منہج رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعادیر کو اپنے گمروں میں رکھنا بلاشبہ جائز ہے۔ منہج کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ ہاں اگر ان کی تعادیر جاندار اشیاء کی تعادیر سے ملحق ہوں تو پھر منہج کا حکم لگایا جائیگا۔ ومن یحفظ شعائر اللہ فانہامن تقویٰ القلوب اور ان الصفاء والصدوقہ من شعائر اللہ اور والتخذوا من مقامہ ابراہیم علیہ السلام۔ اس بات کی روشن دلیلیں ہیں کہ معظمان دینی کی نسبت سے تقدس حاصل ہو جاتا ہے۔ اور جس تعزیر و ماڈل میں پریوں اور براق کی تصویریں ہوں۔ وہ اعلمت کے نزدیک بھی منہج اور حرام ہیں۔ جیسا کہ آپ نے اسکا حکم اپنے رسالہ "تعزیر داری" مکتبہ حادیہ لاہور ص ۳۴ میں بیان فرمایا ہے۔ اور وہ یہاں زیر بحث نہیں ہے۔

دلیل نمبر ۵

اعلمت کا سلسلہ بیعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک شیعہ کے اماموں کے ذریعہ پہنچتا ہے۔ جیسا کہ انہوں نے خود اپنی عربی عبارت میں بیان کیا ہے۔ (البریلویتہ ص ۲۱)

الجواب :- یہ اعتراض پہلے درجہ کی جہالت کا ثبوت ہے۔ اگر اسکو شیعہ ہونے کی دلیل بنایا جاسکتا ہے تو پھر اسماعیلی دہلوی کے پیرو مرشد سید احمد بریلوی کا سلسلہ بیعت بھی حضور تک الہی الہی بیعت کے ذریعہ پہنچتا ہے۔ اور حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ تو ان اماموں کو معصوم قرار دے چکے ہیں اور شاہ عبدالغفر صاحب محدث دہلوی۔ انکا اہلسنت کے پیشوا اور مقتدا و قرار دیتے ہیں ملا حظہ ہو (تغیہات الہی وغیرہ اور فتاویٰ عزیزی ماری مجتہد دہلی ص ۱۲۷ اور مخزن احمدی ص ۱۱)

ایک اعتراض :- اعلمت کو عربی نہیں آتی تھی۔ وہ غلط علی لکھتے تھے۔ اس عبارت سے جو شجرہ نقل کیا ہے کہ رجیل من امت خیر من الرجال السالین وحین من ذمومت احسن من کذا وکذا احسن من السالین۔ السجاد ذین العابدین یا قو علوما لانیاء والمسلمین (الی ان قال) وجعفر الذی یطلب موسیٰ الطیب دفاء ربہ بالصلوة علیہ۔

اس عبارت سے عربی میں ان کا نابغہ اور ماہر ہونا ظاہر ہو جاتا ہے۔ وہ شخص جس کے بابے میں کہا جاتا ہے کہ وہ تین سال کی عمر میں عربی میں گفتگو کرتا تھا (الریلویتہ) ^{۱۲۱} **الجواب :-** قارئین کرام اس عربی عبارت پر ظہیر صاحب کا اعتراض ایسا ہی ہے جیسے کسی کاتب نے قرآن کی کتابت کرتے وقت نادانانہ طور پر ٹھکانا کو کاٹ دیا اور دانا نوح بنا دیا۔ یہی حال اس معترض کا ہے۔ "انوار رضا" ص ۲ تا ص ۳ میں اس شجرہ کی عربی عبارت دیکھی جاسکتی ہے۔ بلاریب اعلمت کو خدا نے عربی زبان پر پوری دسترس عطا فرمائی تھی۔ اور یہ شجرہ کی عبارت بھی اسکی گواہ ہے۔ مگر جو لئے وقف خود عبارت کو سمجھنے سے قاصر رہا اور صحیح عبارت نقل کرنے سے بھی عاجز رہا وہ کیا اعتراض کر سکتا ہے۔ ظہیر صاحب نے اصل عبارت کو صحیح نقل نہیں کیا جہاں اصل عبارت خیر من رجال السالین تھا۔ اسکو خیر من الرجال السالین بنا دیا یعنی مرکب اضافی کو مرکب توصیفی بنا دیا۔ رجال نکرہ پر الف لام داخل کر دیا پھر السالین پر من جارہ تھا۔ اسکو بھی حذف کر دیا۔ رجال کی تنوین تغلیف کی تھی اسکو حذف کر کے اصل مفہوم بدل دیا پھر بعض مقامات پر قومہ لگانا تھا نہیں لگایا اور جہاں نہیں لگایا تھا۔ وہاں لگادیا۔ اس امر کی دلیل ہے کہ وہ عبارت کو ہی نہیں سمجھ پائے۔

اور ظہیر صاحب اسی ص ۲۳ میں لکھتے ہیں کہ۔ اور ہم نہیں جان سکے کہ یہ ترکیب کونسی ہے۔ اور یہ عبارت کیا ہے۔ "حین من ذمومت احسن من کذا وکذا اور

یہ کہ باقر علوم الانبیاء کا کیا معنی ہے۔ اور بالصلوة علیہ کا کیا معنی ہے۔

الجواب :- قارئین کرام ظہیر صاحب کا اپنا مبلغ علم یہ ہے کہ وہ بالکل صاف اور واضح عبارت کو بھی سمجھنے سے قاصر ہیں۔ اس عبارت میں جس طرح رجیل و رجلی کی تصغیر ہے اسی طرح لفظ حین بھی یہاں تصغیر کا معنی ہے۔ چونکہ حضور کا ذکر تصغیر کے معنی سے بے ادبی ہے۔ اسلئے اعلمت نے آپ کا ذکر نہایت لطیف طریقہ سے کیا ہے۔ کہ آپ کی امت کا چھوٹا سا مرد سابق امتوں کے بڑے بڑے مردوں سے بہتر ہے۔ اور آپ کے گروہ کا چھوٹا سا حسین گذشتہ امتوں کے بڑے بڑے حسینوں سے زیادہ حسن والا ہے۔ ترکیب نحوی یہ ہے کہ رجلی موصوف اور من امت اسکی صفت ہے موصوف اور صفت مل کر مبتدا ہے۔ حین من رجال السالین دونوں ظرفین خبر اسم تفضیل سے متعلق ہو کر خبر ملکہ جملہ اسمیہ خبریہ بنتا ہے۔ یونہی داؤد علقمہ ہے اور حین موصوف ہے۔ من زمرتہ اسکی صفت ہے اور احسن اسم تفضیل ہے من کذا وکذا لکذا ملکہ خبر ہے اور چونکہ احسن اسم تفضیل ہے اور اس میں ابہام ہے اس لئے اسکی تمیز حسنا کو لاکر ابہام کو دور کر دیا گیا ہے من السالین بھی احسن سے متعلق ہے۔ یہ سب مل کر خبر ہیں۔ مبتدا کی مبتدا اور خبر ملکہ جملہ اسمیہ خبریہ بنتا ہے۔ اس ترکیب کو خود وہ سمجھ نہ سکے۔ اور سمجھ بھی کیسے سکتے تھے۔ وہ تو ترکیب نحوی سے بہرہ تھے۔ اسی طرح باقر کا معنی بھی نہ سمجھ سکے۔ حالانکہ باقر کا معنی ہے۔ کھولنے والا کتب لغت کو اٹھا کر دیکھتے تو یہ ذلت نہ اٹھاتے پوری عبارت کا معنی ہے۔ انبیاء و رسل کے علوم کو کھولنے والے اور یہ کہ بالصلوة علیہ کا معنی کیا ہے ظہیر صاحب یہ بھی نہ سمجھ سکے۔ اگر پورے جملہ پر غور کرتے تو معنی سمجھنے میں کوئی مشکل پیش نہ آتی پورا جملہ یہ ہے کہ جو ساتی کوثر ہے اور نسیم جو جعفر جو جنت کی نہر ہے کا مالک ہے۔ وہ جس پر صلاۃ پڑھ کر موسیٰ الیم اپنے رب کی رضا طلب کرتے ہیں۔ کتنی آسانی ترکیب ہے۔ اور کتنی صاف اور واضح عبارت ہے جسکو ظہیر صاحب جیسے

نالائق کم سے کم استعداد والا شخص کیونکر سمجھ سکتا تھا۔ جو شخص مسجد کے بچوں کے پڑھانے کے بعد نوافیاں اور چوٹی یا اٹھنی دیکر یہ کہے کہ گلیوں میں بیغیرہ لگاؤ۔ علامہ صاحب زندہ باد علامہ صاحب زندہ باد وہ علم میں استعداد پیدا کرنے کی کوشش کیوں کر لگا ثبوت کے لئے ملاحظہ ہو "سنت روزۃ المحدثین" لاہور شمارہ ۱۳ اگست ۱۹۸۲ء اور بیان حافظ عبدالرحمن مدنی المحدثین فاضل مدینہ یونیورسٹی

دلیل نمبر ۶

انہوں نے پاک و ہند اور بیرونی ممالک کے اہل سنت کی تکفیر کی اور صراحت لکھا کہ انکی مسجدیں مسجدیں نہیں انکی صحبت اور ان سے نکاح جائز نہیں لیکن شیعہ کو اپنے فتوؤں کا نشانہ نہیں بنایا۔ انکی مرکز اور امام باؤوں کے بارے میں گفتگو نہیں کی۔ اس کے برعکس کہتے ہیں کہ شیعہ نے ایک امام باڑہ بنایا۔ پھر بریلوی کے پاس گئے تو انہوں نے اس کا تاریخی نام تجویز کر دیا (بریلوی) جواب :- یہ سراسر جھوٹ ہے اور سفید جھوٹ ہے۔ اعلیٰ حضرت نے ہرگز کسی بھی سنی مسلمان کی تکفیر نہیں کی نہ کسی مسلمان کو کافر قرار دیا بلکہ آپ نے صرف ان لوگوں کی تکفیر فرمائی اور ان کا حکم شرعی بتایا۔ جنہوں نے خدا اور رسول کی شان میں گستاخی کا ارتکاب کیا اور مزدربات دین کا انکار کیا ہے اور ایسے لوگوں کو کافر قرار نہ دینا خود کافر ہونے کے مترادف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اشرع فعلی تھا لوی نے خود اقرار کیا ہے کہ احمد رضا اگر عین کافر قرار نہ دیتا تو وہ خود کافر ہو جاتا جیسا کہ "اشد العذاب" حدیث پر آپ نے لکھا ہے کہ مسلمان کو کافر کہنا خود کافر ہونا ہے۔ آپ نے تو اسماعیل دہلوی کے بہتر کفریات گننے کے بعد بھی اسماعیل کو کافر قرار نہیں دیا۔ کیونکہ ایک قول کے مطابق بعض علاقوں میں اسکی توبہ مشہور ہو چکی تھی۔ جیسا کہ فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۱ پر انسخہ میں سکا ذکر موجود ہے۔ اتنے محتاط شخص پر تکفیر مسلمان اور وہ بھی اہلسنت کی تکفیر کا الزام لگانا ظالم و غیرت نہیں تو اور کیا ہو سکتا ہے۔ اور یہ کہنا بھی سفید جھوٹ ہے کہ فاضل بریلوی نے

شیعہ کو اپنے فتوؤں کا ہدف نہیں بنایا۔ ہم پہلے گزشتہ صفحات میں اعلیٰ حضرت کے متعدد رسائل کے نام تحریر کر چکے ہیں جو آپ نے رافضیوں اور شعیوں کے رد میں لکھے ہیں۔ مثلاً "رد الرافضہ" (۱) الاولیۃ الماعنۃ فی آذان الملاعنۃ (۲) اعلیٰ الانافذہ فی تعزیرۃ الہند و بیان الشہادۃ تفصیلہ شیعہ اور امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تنقیص کرنے والے شیعہ کے رد میں (۳) الشری العاجلۃ وغیرہا لکھے۔ تقریباً بیسٹ سے زائد رسائل شیعہ شیعہ کے رد میں لکھے ہیں۔ اسکے باوجود یہ کہنا کہ انہوں نے شیعہ کو اپنے فتوؤں کا نشانہ نہیں بنایا ظلم مریج اور کذب خالص نہیں تو اور کیا ہے۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ رہا یہ کہ انہوں نے شیعہ کے ایک امام باڑے کا نام تجویز کیا تو یہ بھی اعلیٰ حضرت کے کلام کو نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے یا پھر خیانت مجرمانہ ہے۔ اصل بات یہ ہے اعلیٰ حضرت سے ۱۲۸۶ھ میں کسی نے یہ سوال کیا کہ ایک امام باڑا بنایا گیا ہے آپ اسکا نام (جو تاریخی ہو) تجویز کریں۔ آپ نے فرمایا۔ اور فی البدیہہ فرمایا کہ بدر رافضی (۱۲۸۶ھ) نام رکھ لیں۔ وہ کہنے لگا امام باڑا تو گزشتہ سال تیار ہو چکا تھا۔ غرض یہ تھی کہ نام میں لفظ "رفض" نہ آئے۔ آپ نے فرمایا۔ در رافضی (۱۲۸۵ھ) رکھ لیں۔ سائل نے کہا امام باڑا کی ابتداء تو (۱۲۸۴ھ) میں ہوئی تھی۔ فرمایا۔ "در رافضی" پھر مناسب ہوگا۔ (حیات اعلیٰ حضرت ص ۱۴) مؤلف مولانا ظفر الدین بہاری)۔ یہ کیسی مریج دلیل ہے کہ آپ شیعہ کے سخت مخالف ہیں۔ وہ تو ایسا نام تجویز کرتے ہیں۔ کہ ہر حال میں انکار رافضی ظاہر ہو کسی مسلمان کو جو کفر نہ لگے۔ مگر کیسے ظالم ہیں یہ نجدی و آبائی کے جس واقعہ سے مخالفت کا ثبوت ملتا ہے۔ اسکو موافقت کے انداز میں پیش کر رہے ہیں۔ پورا واقعہ لکھ دیتے تو اصل حقیقت واضح ہو جاتی مگر پورا واقعہ نقل نہیں کیا صرف یہ لکھ دیا کہ انہوں نے شیعہ کے امام باڑے کا نام تجویز کیا تھا۔ حالانکہ صرف نام تجویز کر دینے کو بھی شیعہ ہونے کی دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔ (کمالا یخفی علی اہل النہی)

دلیل نمبر

انہوں نے اپنے بعض قصائد میں شیعہ کے اماموں کی مدح و منقبت میں مبالغہ کیا ہے (البرلیوتہ ص ۲۲)

الجواب :- اس کے ثبوت میں صرف "حالات بخشش" کا نام لکھا ہے۔ کوئی نمبر کا حوالہ موجود نہیں نہ کوئی قصیدہ یا شعر بطور ثبوت پیش کیا ہے۔ نہ اور کوئی دلیل دی ہے اور دعویٰ بلا دلیل قبول نہیں ہو سکتا۔ اس طرح شیعہ ہونے کو ہرگز ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ یہ بھی سفید جھوٹ ہی ہے۔

اقراری شیعہ کون؟

قارئین کرام۔ اعلیٰ حضرت کا شیعہ ہونا تو یہ تجدی وہابی تاقیامت ثابت نہیں کر سکتے۔ اگر ان میں ہمت اور جرأت اور حوصلہ ہے تو ہم انکو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ گوہر انوار الہی بھی عدالت میں آکر اعلیٰ حضرت کا رافضی یا شیعہ ہونا ثابت کریں اور پانچ ہزار روپے انعام حاصل کریں۔ یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

البتہ ہم انکو ایک اہم اور چوٹی کے گرو اور ایک بہت بڑے عالم کے قلم سے اسکا اقرار پیش کرتے ہیں۔ جس سے انکا خود شیعہ ہونا مراعات ثابت ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ مولوی وحید الزماں لکھتے ہیں کہ۔ اہل الحدیث ہم شیعہ علی و جبریل اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و بیاتول نہم و یحفظون فیہم و میتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ کم کما اللہ فی اہل بیئہ وانی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی اہل بیئہ (الحی ان قال) و اہل البیت علی و الحسن و الحسین و فاطمہ و اولاد فاطمہ و اولاد فاطمہ الی یوم القیامۃ

الحی ان قال حدیث ہی علی کے شیعہ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سے بہت و مولات رکھتے ہیں اور انکے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وصیت کا پاس رکھتے ہیں کہ میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ سے ڈرانا سکھاتا ہوں۔ اور میں تمہارے اندر دو قیمتی چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ ایک کتاب اللہ دوسری اپنی عزت اہل بیت رہبان تک کما اہل بیت یہ ہیں۔ علی۔ حسن۔ حسین۔ فاطمہ۔ اولاد فاطمہ اور انکی اولاد تا قیامت (رضی اللہ عنہم اجمعین) ملاحظہ ہو۔ (ہدیۃ المہدی۔ مطبوعہ سیالکوٹ ص ۱۱)

کیا اس عبارت میں علامہ وحید الزماں صاحب نے صراحت علی کا شیعہ ہونے کا اقرار و اعتراف نہیں کر لیا۔ کیا اسکو جھٹلایا جاسکتا ہے۔
۱۔ دل کے پھپھو لے جل گئے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی مگر کے چراغ سے

اعلیٰ حضرت کے ذرائع معاش پر اعتراض

پھر یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ انکے عقیدت مند حضرات متضاد باتیں انکی معیشت کے متعلق لکھتے اور بیان کرتے ہیں۔ کبھی تو کہتے ہیں کہ وہ خانہ دانی طور پر رہتے تھے۔ زمین دار تھے۔ عزیز لوگوں کو ماہانہ وظائف دیتے تھے۔ اور یہ اعانت صوفیہ و عام لوگوں کو نفع دینے کی بلکہ بیرونی لوگوں کو یہ اعانت بذریعہ منی آرڈر رقوم کی صورت میں کرتے تھے۔ اور کبھی لکھتے ہیں کہ انکو دست غیب سے بکثرت مال ملتا تھا۔ جیسا کہ حیات الہی حضرت اور دیگر کتابوں میں ملتا ہے۔ مگر تعجب کی بات ہے کہ ایک طرف یہ روایت کی واولی اور دوسری طرف انکے عقیدت مندوں نے انہی کتابوں میں یہ بھی لکھا ہے۔ بعض

اوقات سالانہ ملنے والی رقم کافی نہ ہوتی تو وہ دوسروں سے قرض لینے پر مجبور ہو جاتے
 تھے کہ ڈاک کا ٹکٹ خریدنے کے لئے بھی پیسے نہ ہوتے تھے۔ (ملاحظہ ہو البریلویت ۲۵)
الجواب :- یہ امر واقعہ ہے کہ آپ خاندانی طور پر رئیس اور زمیندار تھے۔ اپنی
 زمینیں آپ نے اپنے غریبوں کے سپرد کی ہوئی تھیں۔ وہ کاشت کرتے تھے۔ جو آپ
 آپ کے حصہ میں آتی۔ اسکو کتابوں کی خریداری گھر کے اخراجات مہالوں کی خاطر ملازمت پر
 خرچ کر دیتے تھے۔ اسی سے عزرا کو وظائف بھی دیتے تھے۔ اور اگر کبھی ضرورت پڑتی تو کسی
 سے طلب کر لیتے تھے۔ چنانچہ حیاتِ اعلیٰ میں آپ کے متعلق یہ بھی لکھا ہے کہ فرماتے
 "ضروریات کیلئے کسی سے طلب نہیں کرتا ہوں" پھر قرض لینے کا کیا مطلب ہے؟ یہ تو استغفار
 نفس کی بات ہے کہ باوجود ضرورت کے کسی سے نہ طلب کرتے اور یہ بھی تو ہوتا رہا ہے
 کہ دولت مندوں کے حبیب بھی کبھی خالی ہو جاتے ہیں اور عارضی ضرورت مند بن جاتے ہیں
 اس سے ان کو تنگ دست تو نہیں کہا جاسکتا۔ تنگ دست کی تعریف اس پر کب صادق
 آتی ہے۔ باقی دستِ عیب بعض اوقات ملنا یہ بھی ناممکن نہیں مگر اس کو اعلیٰ حضرت
 نے پسند نہیں فرمایا۔ خود فرماتے ہیں کہ دستِ عیب کے لئے دعا کرنا محالِ عادی کے
 لئے دعا کرنا ہے جو مثلِ حوالِ عقلی و ذالی کے حرام ہے۔ (ملاحظہ ہو احکامِ شرعیہ)
 باقی کسی حد و قیچی سے بعض اوقات کچھ نکالنا بھی ناممکن نہیں یہ بھی کرامت ہو سکتی
 ہے۔ اور کرامت کا ہمارا معیار یہ ہے کہ نہ اہلیت۔ (ملاحظہ ہو شرح فقہ اکبر ص ۲۱۲)
 وقنا نھم المعتزلۃ حیات لیسنا ہدوا فجا نبھم ہذہ المنزلۃ
 یعنی معتزلہ نے اہلیت کی مخالفت کی ہے۔ کرامت کا انکار کر کے کیونکر انکو اپنے
 بزرگوں میں یہ مرتبہ دکھائی نہیں دیا۔

ایک اعتراض :- انکے مخالفین یہ نہت لگاتے ہیں کہ دستِ عیب کا
 صندھ قیچی وغیرہ سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ یہ انگریزی استعمال کا ہاتھ تھا۔ جو انہیں

لینے اغراض و مقاصد میں استعمال کرنے کے لئے امداد دیتا تھا۔ (البریلویت ۲۵)
الجواب :- اولاً۔ تو غلط فہم صاحب نے اس ۲۵ میں تسلیم کر لیا ہے۔
 کہ انگریزی استعمال کی بجائے کا الزام محض تہمت ہے۔ خود لفظ تہمت لکھا ہی اس بات کی
 دلیل ہے کہ ظہیر صاحب کا اپنا منہ بھی اسکو محض تہمت قرار دیتا ہے۔ اسکو حقیقت مانتے
 کو تیار نہیں ہے۔ مزید بیکر ظہیر صاحب نے اسکو تہمت قرار دیا ہے اور پھر اس کے
 تہمت نہ ہونے پر کوئی دلیل بھی پیش نہیں کی ہے۔ جو ان کے نزدیک بھی بلا دلیل ہو
 کا ثبوت ہے۔ بلکہ ظہیر صاحب نے خود ص ۲۱ پر اسکی تردید کر دی ہے اور تسلیم کیا ہے
 کہ انکی آمدنی کا ذریعہ مریدین اور عقیدت مندوں کے نذرانے اور تحائف تھے۔ اور
 یہی بات حق و درست ہے۔ اسکے علاوہ جو کچھ لکھا گیا ہے وہ منکھڑت اور ڈھکوسلہ
 ہے۔ چنانچہ انکی اپنی عبارت یہ ہے۔ ان ما ذکرناہ وقتناہ آخراً حق
 الامع فی دخلہم ومعاشہم والیاتی کلہما مختلفات۔ یعنی۔ انکی آمدن اور زریعہ
 معاش کے سلسلہ میں صحیح ترین بات وہ ہے جو ہم نے آخر میں بیان کی ہے۔ باقی سب
 ڈھکوسلے ہیں۔ (ملاحظہ ہو ص ۲۱ البریلویت) اگرچہ ہمارے نزدیک یہ کہنا درست
 نہیں ہے کہ۔ انکی آمدن کا بڑا حصہ مریدین کی نذروں اور تحائف پر مشتمل تھا یا پھر مسجد
 کی تنخواہ پر گذر بسر تھا۔ کیونکہ یہ ثابت نہیں کہ بریلوی کے والد یا دادا زراعت ضاعت
 یا تجارت و فروخت میں مصروف تھے۔ یہی حالت بریلوی کی اپنی تھی (ملخصاً) ص ۲۱ پر
 جھوٹ ہے حقیقت وہ ہے جو پہلے لکھا گیا ہے کہ اعلیٰ حضرت خاندانی طور پر رئیس تھے۔
 زمینوں کے مالک تھے۔ زمین اپنے عزیزوں کے حوالے کر رکھی تھی۔ اسکی آمدن ملتی تھی۔
 اس سے کتابیں خریدتے تھے۔ اسی سے گھر کے اخراجات چلاتے تھے۔ اسی سے ماہانہ
 وظائف بعض عزرا کو دیتے تھے۔ (ملاحظہ ہو حیاتِ اعلیٰ حضرت ص ۵۲ مولانا غفر اللہ عنہما)
 دیکھنا :- یہ سراسر جھوٹ اور سفید جھوٹ ہے کہ اعلیٰ حضرت انگریز کے ایجنٹ تھے۔

اس پر کوئی ٹھوس اور صحیح دلیل تا قیامت مخالفین پیش نہیں کر سکتے محض الزام تراشی کرنے رہے ہیں۔ اور اب بھی کہتے ہیں۔ مگر تا قیامت انشاء اللہ تعالیٰ اپنے اس دعویٰ کو باطل کو ثابت نہیں کر سکتے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ انکے اپنے اکابر کا انگریز کا ایجنٹ ہونا امر واقعہ ہے جسے جھٹلانا انکے لئے ممکن نہیں ہے۔

دہائیوں کو چیلنج

تاکثین کر لیں! ہمارا چیلنج ہے ان دہائیوں بخدیوں کو کہ وہ کسی بھی گورنر انالہ کی عدالت میں حاضر ہو کر اپنے اکابر کا دفاع کریں۔ ہم ثابت کریں گے کہ ان کے اکابر خود انگریز کے وفادار نمک خوار اور نہایت مخلص ایجنٹ تھے۔ اگر ان میں ہمت، حوصلہ، جرأت ہے۔ تو وہ ہمارے اس چیلنج کو قبول کریں اور میدان میں لیں یعنی گورنر انالہ کی کسی بھی عدالت میں اگر ہمارے دلائل کا جواب دے کر انعام حاصل کریں قارئین کی معلومات میں اضافہ کے لئے ہم یہاں چند حوالہ جات پیش کرتے ہیں تاکہ قارئین کرام کو معلوم ہو سکے کہ درحقیقت انگریز کا وفادار نمک خوار اور نہایت مخلص ایجنٹ کون ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔ حوالہ جات درج ذیل ہیں۔

(۱) تقویت الایمان مؤلفہ اسماعیل دہلوی کا انگریزوں نے ترجمہ انگریزی میں کر دیا اس کے شائع کیا۔ اور ڈاکٹر ہنر صاحب نے جنکی چودہ کتابوں کا ذکر آپ نے کیا ہے۔ ان میں ۷ پر تقویت الایمان (جو درحقیقت تقویت الایمان ہے) ہے۔ ملاحظہ ہو ثبوت کے لئے مقالات سرسید ص ۷۹ مجلس ترقی ادب لاہور) یہ انگریزی ترجمہ منشی شہامت علی نے کیا جو ۱۸۵۲ء میں لندن سے شائع ہوا۔ یہ کسی بریلوی کی بات نہیں سرسید کی بات ہے۔ (۲) غیر مقلدین کے ایک نامور اور مشہور زمانہ عالم فاضل مولوی

محمد حسین بٹالوی (جس نے مسلسل کوششوں سے انگریزی حکومت سے اپنی جماعت اور فرقہ کا کام الہدیت الاث کرایا تھا۔ جیسا کہ اشاعت السنۃ کے صفحات گواہ ہیں لکھتے ہیں کہ "فرقہ الہدیت گورنمنٹ کے اس حکم سے اپنی کامل حق ری کا معترف ہے۔ یعنی اہل حدیث نام الاث ہونا) اور اپنے ہر دلعزیز اور مسلمانوں کے خیر خواہ دائرہ لئے لارڈ فرن" اور اپنے پیارے رحم دل اور فیاض لفظی گورنر سر جانسن ایچی سن" کا تہہ دل سے شکریہ گزار ہے۔ الخ (ملاحظہ ہو اشاعت السنۃ ص ۹۹ شمارہ ۷) (نوٹ) محمد حسین بٹالوی نے جو درخواست انگریزوں کو دی اہل حدیث نام الاث کرانے کے لئے وہ صرف ایک مولوی بٹالوی کا کام نہیں بلکہ اس پر تین ہزار ایک سچوتیں (۳۱۲۶) علماء و افراد غیر مقلدین کے دستخط کروا کر یہ درخواست دیکھی۔ یعنی لیٹ نظامی اور اجتماعی کارنامہ ہے۔ ملاحظہ ہو حوالہ (اشاعت السنۃ ص ۱۰۹ شمارہ ۷) انگریزی حکومت کا شکریہ ادا کرتے ہوئے بٹالوی صاحب نے اشاعت السنۃ میں جو لکھا ہے وہ اوپر گزرد چکا ہے۔

(۳) ملکہ وکٹوریہ کی حکومت کا جشن بیچاس سالہ سرکاری طور پر ۱۸۸۶ء میں منایا گیا تھا جس پر اہل بیتوں نے خصوصاً لاہور کے اہل بیتوں نے ایک سپانامہ پیش کیا تھا جس میں لکھا تھا کہ ہم بڑے جوش سے یہ دعا مانگتے ہیں کہ خدا تعالیٰ حضور والا کی حکومت کو اور بڑھائے اور تادیر حضور والا کی رعایا کا نگہبان رہے۔ الخ۔ ملاحظہ ہو۔

(۴) اشاعت السنۃ ص ۲۵ ج ۹ حاشیہ ۵ شمارہ ۷ اور اشاعت السنۃ ص ۱۱ شمارہ ۲۷ میں یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ انگریز نے اہل حدیث "خطاب سے غیر مقلدین کو نوازا تھا۔ غیر مقلدین نے انگریزوں کو جو سپانامہ پیش کیا تھا۔ اس پر علاوہ دیگر تحفہ کے ان حضرات کے دستخط درج تھے۔ (۱) مولوی سید تہدیر حسین دہلوی (۲) محمد حسین بٹالوی (۳) مولوی سید تہدیر حسین دہلوی (۴) مولوی قطب الدین بیٹو

الحدیث (۵) مولوی محمد سعید بنارس (۶۸) مولوی الہی بخش پلیدر لاہور (۷) مولوی سید نظام الدین پشواں اہلحدیث مدرس

(۸) ثالوی صاحب لکھتے ہیں کہ اس مسئلہ اور اسکے دلائل سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ملک ہندوستان باوجود یہ کہ عیسائی سلطنت کے قبضہ میں ہے دارالسلام ہے۔ اس پر کوئی بادشاہ عرب کا ہو یا عجم کا۔ مہدی سوڈان ہو یا خود حضرت سلطان (ذکر کا بادشاہ) شاہ ایران ہو خواہ امیر خراسان مذہبی لڑائی یا چڑائی کرنا جائز نہیں ہے ملاحظہ ہو۔ حوالہ (الاقتصاد ص ۱۹) و کٹوریہ پریس

(۵) اس زمانہ میں بھی شرعی جہاد کی کوئی صورت نہیں ہے کیونکہ اس وقت نہ کوئی مسلمانوں کا امام موصوف بصفات و شرائط موجود ہے اور نہ اُن کو ایسی شوکت و جمعیت حاصل ہے جس سے وہ اپنے مخالفوں پر فتح یاب ہونے کی امید کریں۔ ملاحظہ ہو (الاقتصاد ص ۲۷) مؤلف محمد حسین ثالوی۔ یہ رسالہ ثالوی نے ۱۸۷۹ء میں لکھا تھا۔ ثالوی صاحب نے بھی پہلے مولوی غلام علی قہوری ثم امیری اور مرزا فتح محمد بیگ جو یقیناً اہلحدیث تھے انہوں نے جہاد کے حرام ہونے کا فتویٰ دیا تھا۔

(۶) اسماعیل دہلوی نے کہا کہ۔ ان پر (انگریز کے خلاف) جہاد کسی طرح واجب نہیں ہے..... بلکہ اگر ان پر کوئی حملہ آوری ہو تو مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اس سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ پر کچھ نہ آنے دیں۔ ملاحظہ ہو (حیات طیبہ ص ۱۹۹) مرزا حیرت دہلوی

(۷) مولوی محمد حسین ثالوی پشواں نے اہل حدیث اپنی وصیت میں لکھتے ہیں کہ اراضی جو خدا تعالیٰ نے گورنمنٹ سے مجھے ولائی ہے۔ چار مربع ہے۔ ملاحظہ اشاعت السنۃ ص ۲۷۷ ج ۱۹ شماره ۹

(۸) علاوہ بریں ہم لوگ معاہدہ ہیں سرکار سے عہد کیا ہوا ہے۔ پھر کیوں کر عہد کے خلاف کر سکتے ہیں۔ عہد شکنی کی بہت مذمت حدیث میں آئی ہے (فتاویٰ ندیریہ ص ۳۸) لکھتے ہیں کہ ہندوستان میں شوکت و قوت اور قدرت مقصود ہے اور ایمان بھائی ہاں موجود ہے۔ پس جبکہ شرط جہاد کی اس دیار میں معدوم ہوئی تو جہاد کرنا یہاں سبب ہلاکت اور مصیبت کا ہوگا۔ (فتاویٰ ندیریہ ص ۲۸۵ ج ۳) یہ تین عدد عبارتیں سید ندیر حسین دہلوی پشواں نے اہل حدیث کی بہن عین میں وہ انگریز کے خلاف جہاد کو عہد شکنی ناقابلِ مذمت اور جہاد کو گناہ بھی قرار دے رہے ہیں۔

(۹) نواب صدیق حسن بھوپالی لکھتے ہیں کہ اگر جب ہندوستان دارالسلام ہے تو یہاں جہاد کا کیا مطلب، بلکہ گناہوں میں سے ایک گناہ اور کبائر میں سے ایک کبیرہ ہے۔ ملاحظہ ہو (ترجمان و ماہیہ ص ۱۵) مؤلف نواب صدیق حسن خاں بھوپالی) قارئین کرام! ہم نے ۹ عدد جو حوالہ جات سے بغیر مقلد و ماہیوں کا انگریز کا وفادار ہونا ملک غوار اور پکا حامی ہونا ثابت کر دیا ہے۔ غور کریں۔ اور فیصلہ خود کریں کہ انگریز کا ایجنٹ کون ہے بریلوی یا غیر مقلد و ماہی۔

ہمارے ہاں !

قرآن پاک مترجم و غیر مترجم - حدیث، شرح حدیث
فقہ - علمی، تحقیقی، دینی کتب - نعتیہ کتب - دعوت اسلامی
کی کتب - اسٹیکر - بیچ - تمبیان تھوک و پرچون حاصل کریں۔

عوشیہ کتب خانہ - اردو بازار - گوجرانوالہ

آپ کی بعض عادات پر اعتراض

تاریخ کرام علیہ بے ضمیر صاحب البریلوی کے صفحہ ۱۲ پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ فاضل بریلوی کی ایک عادت یہ تھی کہ وہ بکثرت پان کھاتے تھے۔ حتیٰ کہ اخطا کے بعد رمضان میں پان پر ہی اکتفا کرتے تھے۔

الجواب :- تاریخ کرام مخالف جب کسی عادت کا ذکر کرتا ہے تو عموماً اس سے متبادلی الذہن بھی ہوتا ہے کہ وہ اس عادت پر اعتراض کرنا چاہتا ہے اور اس عادت کو قابل مذمت قرار دینا چاہتا ہے۔ اگر یہاں بے ضمیر صاحب کی اس حرکت کو اسی پر محمول کیا جائے تو پھر چونکہ بے ضمیر صاحب پان کی حرمت یا کراہت یا قباحت پر کوئی بھی شرعی دلیل پیش نہیں کر سکے۔ اس لئے وہ اپنی مذہب کو شمش میں ناکام صہ ہے ہیں ان کے نزدیک پان کھانا یا اس کی کثرت حرام یا مکروہ یا قبیح ہے تو پھر دلیل پیش کرنا ان کی ذمہ داری تھی، جس کو وہ پورا نہیں کر سکے اور نہ ہی کوئی غیر مقلد اب اس کا ثبوت فراہم کر سکتا ہے۔ جب اس کی کسی قسم کی ممانعت پر دلیل شرعی موجود نہیں تو پھر اعتراض کی کیا گنجائش ہے۔

اعتراض :- اسی صفحہ نمبر ۲۶ پر بے ضمیر صاحب لکھتے ہیں کہ وہ حقہ بھی پیتے تھے بلکہ حقہ کے کش کو کھانے پینے کی اشیاء پر ترجیح دیتے تھے اور وہ اور ان کے خاندان کے افراد ہر ملاقاتی اور مہمان کے سامنے حقہ پیش کرتے تھے۔ جیسے بازار سی اور دیہاتی لوگ کرتے ہیں اور مزے کی بات یہ ہے، یہ بریلوی سے منقول ہے کہ میں حقہ پیتے وقت بسم اللہ نہیں پڑھتا تاکہ شیطان بھی میرے ساتھ شریک ہو جائے (ملفوظات)۔

الجواب :- اگر بے ضمیر کو حقہ پینے پر اعتراض تھا تو چاہیے تھا کہ حقہ کی حرمت یا کراہت یا اس کی قباحت پر دلائل شرعیہ قائم کرتے مگر دلائل تو درکنار، ایک دلیل ہی پیش کرنے کی جرات نہ کر سکے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ تاقیامت کوئی غیر مقلد حقہ نوشی کی حرمت ثابت نہیں کر سکتا۔ اگر حوصلہ ہے تو میدان میں آئیں اور حرمت ثابت کر کے انعام حاصل کریں۔ باقی بعض علاقوں میں آنے والے مہمان ملاقاتی کو اولاً حقہ پیش کرنا رواج و دستور ہے، اس کو بھی مہمان کی عزت تصور کیا جاتا ہے۔ اسی لئے اعلیٰ حضرت یا آپ کا خاندان بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ یہ بھی اگر مولا الضیفہ کے پیش نظر ہوتا تھا۔ جب حقہ حلال چیز ہے تو پھر اس کو کھانے پینے کی دیگر اشیاء پر مقدم کرنا اور آنے والوں کو اولاً پیش کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ اگر اس میں کوئی شرعی قباحت کا مدعی ہے تو پھر دلیل شرعی پیش کرنا اس کی ذمہ داری ہے۔

حقہ ادعئے فعلیہ البیان۔

اور یہ کہنا کہ مزے کی بات یہ ہے کہ میں حقہ پیتے وقت بسم اللہ نہیں پڑھتا۔ الخ تو واقعی یہ مزے کی بات ہے کہ کیونکہ وہ شیطان کو اپنا دشمن جانتے تھے اس لئے چاہتے تھے کہ شیطان بھی شریک ہو تاکہ اس کو نقصان ہو۔ یعنی وہ شیطان کو نقصان میں مبتلا کرنا چاہتے تھے اور ہر مومن کامل کا یہی شیوہ ہے اور خواہش ہے کہ وہ شیطان کو اذیت و نقصان میں مبتلا کرے۔ یہ واقعی مزے کی بات ہے اگر بے ضمیر صاحب کا مطلب یہ ہے کہ شیطان ان کا ساتھی ہوتا تھا تو اس سے تو کوئی دینی تنبیہ ملان محفوظ نہیں ہے۔ اگر آپ کھانا کھانے میں پانی پیتے ہیں مگر بسم اللہ نہیں پڑھتے تو حدیث پاک سے ثابت ہے کہ ایسا کرنے والے کے ساتھ شیطان نزدیک ہوتا ہے۔ اس سے تو اعلیٰ حضرت، شیطان سے نفرت و عداوت کا اظہار ہوتا ہے نہ کہ محبت و دوستی کا۔ پھر حقہ نوشی کا جواز تو خود غیر مقلدین کے شیخ اعلیٰ

سید ظہیر حسین دہلوی کے اپنے فتاویٰ مذہبیہ ص ۲۷۳ ج ۳ میں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :-

”جو لوگ حقہ نوشی کی حرمت کے قائل ہیں ان کا قول ناقابل اعتماد ہے اس واسطے کہ حرمت موقوفہ ہے۔ اور پر دلیل قطعی کے اور قائل“

حرمت نے حرمت پر کوئی دلیل قطعی قائم نہیں کی ہے بلکہ جتنی دلیلیں وہ پیش کرتے ہیں، کل کی کل ملتی ہیں، اور وہ بھی مخدوش..... الخ

اس عبارت سے حقہ نوشی کا حرام نہ ہونا واضح طور پر ثابت ہوتا ہے بلکہ اسی فتاویٰ میں ص ۲۷۳ میں لکھتے ہیں کہ آیا تمباکو کا کھانا اور

استعمال کرنا، اس کا ناک میں سمو کوئی دلیل معتبر اس کی کہ است پر قائم نہیں ہے اور تمباکو ایک پاک چیز ہے اور اس کا دھواں بھی پاک

ہے۔ پس اس کے پانی کے ناپاک ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے اور دھواں کی وجہ سے جو پانی متغیر ہو جاتا ہے سو اس کی وجہ سے وہ ناپاک

نہیں ہو سکتا..... الخ جو لوگ اعلیٰ حضرت پر اعتراض کرتے ہیں کہ انہوں نے حقے کے پانی کو پاک

قرار دیا ہے وہ اس عبارت پر بھی غور کریں، اپنے گریبان میں بھی جھانک کر دیکھ لیں۔

اعتراض :- ص ۲۷۳ پر بے غیر صاحب لکھتے ہیں کہ فاضل بریلوی کی عادت تھی کہ وہ لوگوں کے ہاتھ پاؤں چومتے تھے اور ایک بریلوی (مصنف) نے لکھا ہے

کہ بریلوی، اشرف میاں کے پاؤں چوما کرتے تھے۔ اور ایک اور بریلوی (مصنف) نے لکھا ہے کہ فاضل بریلوی جب سنتے کہ کوئی حاجی حج بیت اللہ سے واپس آیا ہے تو وہ فوراً پوچھتے کہ کیا آپ نے روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضری دی ہے؟

روہ کہتا کہ ہاں، تو وہ فوراً اس کے پاؤں چومتے تھے۔

الجواب :- قارئین کرام ظاہر ہے ضمیر نے لفظ انسان سے (لوگ) ذکر کر کے

اثر دینے کی ناکام کوشش کی ہے کہ، فاضل بریلوی عام لوگوں کے پاؤں چومتے

تھے حالانکہ یہ سفید جھوٹ ہے۔ کیونکہ آپ یا توبہ رگزان دین، او یا کرام یا مرن

لوگوں کے پاؤں چومتے تھے جو روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و حج بیت اللہ

یا ماضی کی صحادت سے مشرف ہو کر آتے تھے اور ایسے لوگوں کے پاؤں چومنا

ہمارے گھر کی اور خدا کے رسول کی محبت کی علامت ہے برائے محبت الیا کرنا

کوئی شرعی جرم اور گناہ نہیں ہے۔ بے ضمیر نے اعتراض تو کر دیا مگر ایسے حضرات

کے پاؤں چومنے کے عام جواز و قباحیت پر کوئی دلیل قائم نہیں کر سکے۔

ہاتھ پاؤں چومنا

بزرگان دین کی دینی جلالت و عظمت کے پیش نظر ان کے ہاتھ پاؤں

چومنا بلاشبہ جائز ہے۔ جب کہ ایسا کرنا یا کاری اور چا پلوسی یا کسی اور عرض فاسد

کے لئے نہ ہو۔ حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ دو یہودی جناب

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہوں نے آیات

بینات کے متعلق سوال کیا، تو آپ نے بیان فرمایا اس کے بعد فقہلا یدیدہ

در جلیبہ فقال تشهد انک نبی رساۃ الترمذی والبوداؤد والنسائی الخ ان دونوں نے حضور کے دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں کو بوسہ دیا اور کہا کہ ہم شہادت

دیتے ہیں کہ آپ بلاشبہ نبی ہیں، اس حدیث کو ترمذی، ابوداؤد، نسائی نے

روایت کیا ہے۔ مزید ملاحظہ ہو (مشکوٰۃ شریف باب الکباثر و علامات النفاق ص ۱۰۰)

۲۔ حضرت زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عبد القیس کے اس وفد میں شامل تھے جن
حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے تھا، فرماتے ہیں کہ لما قدمنا اليك ليلة
فجعلنا نبتا دس من مر واحلنا فقبل يد رسول الله صلى الله عليه
وآله وسلم ورجلهم رداً ابوداؤد، یعنی حبیب ہم مدینہ منورہ پہنچے تو
اپنی سواریوں سے جلدی جلدی اتر کر رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست اقدس
اور پائے مبارک کو چومنے لگے۔ اس حدیث کو ابوداؤد نے روایت کیا
ہے۔ اس کے علاوہ حدیث، مشکوٰۃ شریف، باب المعانق والمصافح، فصل
شامی صحت میں بھی موجود ہے۔ ان دو عدد حدیثوں سے صاف طور پر ثابت
ہے کہ بزرگوں کے ہاتھ و پاؤں چونا جائز ہے۔ اگر یہ منع ہوتا تو حضور علیہ السلام
ان مسلمان ہونے والے دو یہودیوں کو اور اس طرح وفد عبد القیس کے شرکار
سمیت حضرت زرارہ کو اپنے ہاتھ پاؤں چومنے کی اجازت نہ دیتے۔ حضور
کا منع ذکر تا نہ روکنا نہ ٹوکنا یہ جواز کی واضح اور روشن دلیل ہے بلکہ بعض
روایات میں تو حضور نے خود اپنا سر اور پاؤں کی اجازت دی ہے۔ جیسا کہ
علامہ شامی نے شامی شریف صفحہ ۲۴۵، ج ۵ میں نقل کیا ہے۔

اعلیٰ حضرت کے اسلوب بیان پر اعتراض

فارعین کرام طہیر بے خیر صاحب صفحہ ۲ پر اعلیٰ حضرت عظیم البرکت پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وہ بہت سخت تھے۔ مخالفین کو بڑے سخت الفاظ سے یاد کرتے تھے۔ حتیٰ کہ گنا، خنزیر، ابلیس، کذاب، سرکش، کافر، فاجر، مرتد جیسے الفاظ کی ان کے نزدیک کوئی قیمت نہیں ہے۔ بریلوی لغت میں، اور ان کی تو کوئی کتاب کوئی رسالہ ایسے بے حمودہ الفاظ اور القاب سے خالی نہیں ہے، وہ تو

حقیقت یہ ہے کہ تمام حدود سے تجاوز کر گئے ہیں۔ وہ دیوبندیوں کے خدا کی صورت کھینچتے ہوئے دکھتے ہیں :-

مقبلاً را خداوند بندگان کی طرح زنا پر بھی قادر ہو ورنہ چلنے کی عورتیں اس کے ساتھ بتیس گئی کہ تو خدا کی کما دعوئی کیسے کرتا ہے جبکہ تو جہاں طرح زنا کے فعل پختہ قادر نہیں ہے۔ حالانکہ اس پر ہم قادر ہیں۔ مزید یہ کہ خدا کا آلہ تناسل بھی ہو وغیرہ وغیرہ۔ (بحوالہ سبحان السبوح ازفاضل بریلوی صفحہ ۱۴۲، البریلوتیہ صفحہ ۲۶۔)

الجواب

الجواب :- اعلیٰ حضرت عظیم البرکت نے دنیاوی اور دنیویوں، بے عقیدہ
 اور سفاخانِ شانِ الوہیت و شانِ رسالت کے لئے تمیز کے نیام تھے۔ اولاً تو
 دین و محبت سے سمجھانے کی کوشش کرتے۔ اگر سمجھ جائے ٹھیک ورنہ اس کی
 اسی وضاحت کے مطابق زجر و توبیخ فرماتے تھے۔ اعلیٰ حضرت مذہبی بیماروں
 کے ایک سرجن ڈاکٹر تھے جیسے سرجن جب سمجھ جاتا ہے کہ اس عضو کے کاٹے
 یا پاریشن کے بغیر کوئی عمل نہیں ورنہ مرضِ جسم کے دوسرے حصوں میں پھیل
 جائے گا تو یہی حال اعلیٰ حضرت کا تھا کہ وہ مذہبی بیماری میں مبتلا لوگوں کو پوری
 کوشش سے سمجھاتے تھے۔ اگر کوئی نہیں سمجھتا تھا تو آپ پھر فتویٰ دے کر
 علم شرعی بتاتے تاکہ لوگ ان سے بچ سکیں تاکہ ان کی گمراہی کا مرض دوسرے لوگوں
 میں پھیل نہ جائے۔ ظاہر ہے کہ سرجن جس شخص کے کسی ایسے عضو و حصہ کو چیر بھار
 یا کاٹ کر علاج کرتا ہے تو وہ شخص تو ضرور اس سرجن کو صحتِ دل، پتھر دل
 معلوم کیا کیا کہتا ہے۔ مگر درحقیقت وہ سرجن اس کے جسم کے دوسرے حصوں
 کو خیر خواہ و بہادر ہے۔ اسی طرح اعلیٰ حضرت کے نشر کی زد میں آنے والے
 لوگوں کو صحتِ دل، پتھر دل وغیرہ وغیرہ کہتے ہیں۔ مگر درحقیقت آپ نے

دیگر اہل اسلام کو ان کی گمراہی و ضلالت سے بچایا ہے اور یہ اہل اسلام کا واقعی بھلا ہے نہ کہ بُرا۔ یہ دلیل محبت ہے نہ کہ دلیل عداوت۔ یہ تو اہل ایمان سے ہمدردی اور خیر خواہی ہے نہ دشمنی۔

قارئین کرام اعلیٰ حضرت نے کبھی بھی اپنی ذات کی وجہ سے کسی کو برا نہیں کہا بلکہ آپ نے جس کو بھی بُرا کہا یا جس پر بھی شدت کی صرف اور صرف خدا و رسول کے لئے کی ہے جو درحقیقت اشداء علی الکفار و جماعہ بنیہم کا منظر اور الحب للعدو البغض للعدو کا مصداق ہے۔

اور یہ اعتراض کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو ایسے اوصاف سے متصف قرار دیا کہ کوئی مسلمان خدا کو ان اوصاف سے متصف نہیں کر سکتا۔ اگرچہ وہ کہتے ہیں کہ وہ دیوبندیوں کا خدا ہے (البریلویہ صفحہ ۲) تو جواباً گناہ پیش ہے کہ چونکہ دیوبندیوں کے شیخ الہند مولوی محمود الحسن صاحب نے یہ کہا تھا کہ :-

”چوری، شراب خوری، جہل، ظلم سے معارفہ کم فہمی، یہ کلیہ ہے کہ جو مقدور العبد ہے، وہ مقدور اللہ ہے۔“ (جہد المنقل اور اخبار نظام الملک ۲۵ اگست ۱۸۸۹ء)

اس لئے اعلیٰ حضرت نے الزامی جواب دیتے ہوئے اور تقدیس شان الہیہ کا تحفظ کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ اگر بندے کا ہر مقدور، مقدورِ خدا ہے تو پھر نعوذ باللہ اسے درج ذیل مفاسد لازم آئیں گے کہ پھر خدا زنا، چوری، شراب خوری، جہل و ظلم وغیرہ قباخ پر بھی قادر ہو۔ وگرنہ خواہشات خدا کو مطعون کریں گی۔ کہ تو ہمارے برابر بھی نہیں ہے تو خدائی کا دعویٰ کس نہ سے کرتا ہے۔ اعلیٰ حضرت کی اصل عبارت کو دیکھ لیں پھر نتیجہ چل جائے گا کہ وہ نعوذ باللہ قباخ سے خدا کو متصف قرار دیتے ہیں یا جھوٹ کے امکان کا رد کرتے ہوئے ان تمام بُرے اوصاف سے مبرا و

مستزاد ثابت کرتے ہیں اور دیوبندیوں اور دیوبندیوں کے اکابر کو الزام دیتے ہیں۔ اگر تم کل مقدور العبد مقدور اللہ کا مفہوم و مطلب یہی لیتے ہو تو پھر ان مذکورہ بالا مفاسد سے کیسے بچو گے۔ (ظالم المزوم مشعلہ)

مگر بے فہم نے اس بات کو ایسے ڈھنگ میں پیش کیا ہے کہ پڑھنے والا یہ دھوکہ کھا جائے کہ وہ (فاضل بریلوی، ایضاً باللہ تعالیٰ خدا کی ذات اقدس کو ان اوصاف مذکورہ سے متصف مانتے ہیں، لعنتہ اللہ علی الکاذبین۔

ایں کار از تو می آید و مردان چنین گفتند۔

یہ فہم صاحب صفحہ ۲ پر لکھتے ہیں کہ بریلوی صاحب ایک ماہر علوم عقلیہ کے پاس پڑھنے گئے۔ انہوں نے پوچھا کیا شغل ہے جواب دیا کہ دیوبندیوں کے خلاف لکھتا ہوں۔ ان کی گمراہی اور کفر کا پول کھولتا ہوں، تو اس ماہر عالم نے کہا ایسا کرنا مناسب نہیں ہے تو یہ دہان سے واپس لوٹ آئے اور اس شخص سے پڑھنے سے انکار کر دیا۔

قارئین کرام غور کریں اس میں اعتراض کی کیا بات ہے۔ یہ تو اعلیٰ حضرت عظیم الہیہ کا ہی حصہ تھا کہ وہ محبت و عشق رسول میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اس لئے کتاخون کو برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ شہادت بات ہے دوست کا دشمن بھی دشمن ہوتا ہے۔ اور یہ تو الحب للہ والبغض للہ کی عملی تفسیر ہے۔ مزید یہ کہ اس کی تفصیلی بحث پہلے گزر چکی ہے۔ اعادہ مناسب نہیں ہے۔

اعلیٰ حضرت کی لغت پر اعتراض

قارئین کرام بے فہم صاحب صفحہ ۲ پر لکھتے ہیں کہ جہاں تک ان کی لغت کا تعلق ہے تو وہ نہایت پیچیدہ اور مبہم قسم کی عبارات کا سہارا لیتے۔ بے معنی الفاظ اور ترکیب استعمال کر کے تاثر یہ دینا چاہتے ہیں کہ انہیں علوم و معارف میں

بہت گہری دسترس حاصل ہے۔۔۔۔۔ الخ

الجواب:

اپنے اس دعویٰ پر کوئی عبارت، توجہ دینا اور ہم پر ہونا لفظ اور بے معنی ترکیب اعلیٰ حضرت کی کسی کتاب سے بطور ثبوت پیش نہیں کیا گیا ایک مثال ہی پیش کر دیتے مگر کہاں سے لاتے؟ اس لئے ثابت ہو گیا ہے کہ دعویٰ کا دعویٰ بلا دلیل اور مردود ہے۔

صفحہ ۲۸ پر ہی لکھتے ہیں کہ ان کے ایک معتقد لکھتے ہیں کہ:-

”اعلیٰ حضرت کی بات کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ انسان علم کا سمندر ہو“ (بحوالہ انوار رضا، صفحہ ۲۸)

الجواب:

تاریخ کرام عبارت مذکورہ بالا تفسیر محصورہ نہیں بلکہ قطعہ ہوا ہے جو جزئیہ کی قوت میں ہوتا ہے۔ اب مطلب عبارت کا یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کی بعض باتیں ایسی ہیں جن کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ انسان کے پاس کافی علم ہو اور اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ اس معتقد نے یہ نہیں کہا کہ ان کی ہر بات کو سمجھنے کے لئے انسان کے پاس علم کا سمندر ہو۔ اگر ایسا ہوتا تو پھر قابلِ اعتراض ہو سکتا تھا۔ مگر ایسا تو ہرگز نہیں فرمایا۔ اس حوالہ کو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ مذکورہ بالا عبارت منطقی طور پر کون سا تفسیر بنتی ہے۔ کلیہ ہے یا مہملہ ہے۔ اور اگر مہملہ ہے تو پھر وہ کلیہ کی قوت میں ہے یا جزئیہ کی قوت میں ہے۔ مگر اس کی بنا جانے ان عقلی باتوں کو۔

صفحہ ۲۸ پر لکھتا ہے کہ وہ کلام میں فصیح نہ تھے اور کتابت و خطابت میں بھی فصیح نہ تھے۔ اسی لئے وہ وعظ نہ کرتے تھے۔ نہ جمعہ میں نہ عید نیسے میں، البتہ عید میلاد میں مزدت تقریر کرتے تھے، یا پھر اپنے مرشد کے عرس میں چند کلمات کہتے تھے۔ الخ

الجواب:

تاریخ کرام جن کی علمی وجاہت و جلالت اور قوت استدلال اور قدرت کلام کا اعتراف علامہ اقبال، ڈاکٹر حامد علی خاں، ایم اے

پہلی ایچ، ڈی، ریڈر شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ (انڈیا)، پروفیسر علی عباس جلال پوری، ایم اے فلسفہ (گولڈ میڈلسٹ)، اور ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں، سابق شعبہ اردو سندھ یونیورسٹی، ڈاکٹر محی الدین الوانی اہل حدیث، جامعہ ازہر اور ابوالاعلیٰ، مودودی صاحب جیسے لوگ کرتے ہیں۔ ان کے بارے میں مندرجہ بالا بیان بے ضمیر صاحب کا کیا اہمیت رکھتا ہے۔ حوالہ جات کے لئے درج ذیل کتابیں ملاحظہ فرمائیں: صحیفات اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی مطبوعہ سیالکوٹ صفحہ ۱۸ نیز صفحہ ۲۲ اور خیابان رضا صفحہ ۷ وغیرہ، ہم نے اختصار کی خاطر اصل عبارت نقل کرنے کی بجائے صرف حوالہ جات کے صفحات پر اکتفا کیا ہے۔ مگر حوالہ کوئی غلط نہیں ہے۔ ایک حوالہ بھی غلط ثابت کرنے والے کو پانچ ہزار روپے انعام دیا جائے گا۔ یہ حقیر صاحب سطحی قسم کا علم رکھتے تھے بلکہ اس سے بھی کافی حد تک محروم تھے۔ ایسے لوگ تحقیقی اور دقیق، علمی و فنی گفتگو کو کیونکر سمجھ سکتے ہیں۔ اگر کوئی بے وقوف، حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کی ”فیوض الحرمین“، ”ہمحات اور تفسیرات الہیہ“ کو سمجھنے سے قاصر ہو تو اس کو ”حق کہاں سے مل گیا ہے کہ وہ ان کتابوں کی مشکل عبارات کی وجہ سے ان کو مبہم اور غیر فصیح قرار دے۔

عمومی طور پر تو علماء کسی ایک فن میں ماہر ہوتے ہیں۔ مگر اعلیٰ حضرت تو ذوالمیدانوں (یعنی تقریر و تحریر) کے شہسوار تھے۔ اس کا ثبوت حیات اعلیٰ حضرت صفحہ ۹، ج ۱، از علامہ بہاری صفحہ ۹ اور صفحہ ۲۸ اور صفحہ ۸۶ اور صفحہ ۱۸ میں مولانا عبد القیوم بدایونی، مولانا عبد القادر بدایونی اور سید ابوب علی رضوی اور ڈاکٹر سید عبد اللہ ایم اے، ڈی، چیئر مین شعبہ دائرۃ المعارف الاسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور کے بیانات سے ملتا ہے۔ سید عبد اللہ صاحب کا بیان حیات اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صفحہ ۱۸ میں دیکھا جاسکتا ہے جو ڈاکٹر محمد مسعود احمد

کی تالیف ہے۔ اختصار کی خاطر عبارات کو نقل نہیں کیا، صرف حوالے پر اکتفا کیا ہے۔
رہا یہ کہ وہ تقریر نہیں کرتے تھے۔۔۔۔۔ الخ یہ بھی مفید جھوٹ ہے۔ آپ تو جمع
بھی پڑھاتے تھے۔ پانچ پانچ، چھ چھ گھنٹے بھی، اٹھ اٹھ گھنٹے بھی آپ نے وعظ فرما
ہے۔ ملاحظہ ہو حیات اعلیٰ حضرت از بہاری صاحب صفحہ ۹۵، ج ۱، صفحہ ۲، ج ۱
وغیرہ۔ ان حوالہ جات سے ثابت ہو گیا ہے کہ بے فہم صاحب کا دعویٰ مذکورہ جھوٹ
کا پلندہ ہے۔

اعتراف بر تعداد مؤلفات اور اس کا جواب

تاریخ کرام یہ فیہ ان البریلوئی کے صفحہ ۲۹ پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتا ہے
کہ بعض بریلوی کہتے ہیں کہ آپ کی کتابوں کی تعداد دوسو کے قریب ہے۔ جیسا کہ
الدولۃ المکیہ ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ساڑھے تین سو ہے جیسا کہ الجمل المحدثین
میں ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ چار سو ہیں جیسا کہ الجمل المحدثین المجدد ہی میں ہے
بعض نے کہا کہ پانچ سو سے یہ تعداد زیادہ ہے۔ جیسا کہ یہ قول بھی الجمل ہی میں ہے
بعض نے کہا چھ سو سے متجاوز ہے اور ایک اور نے تو اس کو ناکافی جان کر یہ کہہ دیا
کہ یہ تعداد ایک ہزار سے بھی زائد ہے۔ حالانکہ ان کی کتابوں کی تعداد کس سے
زیادہ نہیں۔ اور تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ فاضل بریلوی نے کوئی کتاب لکھی
ہی نہیں، صرف فتوے لکھے ہیں بعض سوالوں کے جواب میں۔۔۔۔۔ الخ

الجواب :- تاریخ کرام ان متعدد مختلف اقوال مذکورہ بالا سے دلیل
پکڑ کر تعارض یا تناقض ثابت کرنا درحقیقت بے فہم کے انسان کی جہالت کی روشن
دلیل ہے۔ اولاً اس لئے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہر فاضل نے اپنے معلومات و علم کے مطابق
بات کہی ہو جس کے علم میں جو یا وہ اس نے کہہ دیا اور بیان کر دیا۔ جیسے حدیث

متواتر کی تعداد میں اقوال مختلف و متعدد ہیں۔ کیا اس سے حدیث متواتر کے
وجود کا انکار کرنا درست ہے؟ ہرگز نہیں۔ یونہی یہاں کتبوں کے وجود کا انکار بھی
نہیں کر سکتے۔ ثانیاً اس لئے کہ یہ بھی ممکن ہے کہ زمانے کے اختلاف کی وجہ سے
یہ تعداد مختلف ہو۔ پہلے یہ تعداد دوسو تھی۔ پھر بڑھ کر بعد میں ساڑھے تین سو ہو گئی
پھر اس کے بعد بڑھ کر چار سو ہو گئی۔ پھر کچھ عرصہ بعد بڑھ کر پانچ سو ہو گئی۔ پھر
مزید کچھ عرصہ بعد یہ چھ سو ہو گئی۔ پھر ایک عرصہ بعد یہ تعداد بڑھ کر ایک ہزار یا اس
سے بھی زائد ہو گئی۔ آخر یہ عمل تدریجی ہے۔ تدریجاً عمل بڑھتا رہتا تو نتیجتاً تعداد
بھی بڑھتی رہی۔ اس امکان کا انکار بلا دلیل تو صرف غناد اور مکابروہ ہے۔

نہ یہ محال عقلی ہے نہ محال شرعی ہے نہ محال عادی ہے۔ جو شخص استحالة عقلی یا شرعی
یا عادی کا ادا کرتا ہے۔ وہ اس کو دلیل سے ثابت کرے بلا دلیل نہ کوئی دعویٰ
مسموع و مقبول ہے نہ کوئی انکار قابل سماع و قبول ہے۔

تخلیج فیہ فیہ کی حقاقت تو دیکھئے کہ ایک طرف تو صفحہ ۲۹ پر سطر نمبر ۴ میں کہتے
ہیں کہ مع کتبہ التي یطلق علیہا اسم الكتاب لا یتجاوز العشرة الخ
یعنی باوجود اس کے کہ اس کی وہ کتابیں جن پر کتاب کا پورا نام بولا جاسکتا ہے۔
وہ دس سے زیادہ نہیں۔ اس عبارت میں بے فہم نے اعلیٰ حضرت کی کتابوں
کی تعداد دس تو تسلیم کر لی ہے۔ مگر کمال حماقت دیکھئے کہ اسی صفحہ ۲۹ سطر نمبر ۶
میں کہتے ہیں کہ ان البریلوی لکم یتکتب کتاباً، یعنی بریلوی نے کوئی کتاب
نہیں لکھی۔ صرف فتوے لکھے ہیں۔

تاریخ کرام ملاحظہ کیا آپ نے کہ سطر نمبر ۴ میں تسلیم کرنا ہے کہ فاضل بریلوی
نے دس کتابیں لکھی ہیں اور سطر نمبر ۶ میں مگر کسی کتاب کے لکھنے کا انکار
کر رہا ہے۔ کتاباً اسم نکرہ تحت النفی واقع ہے جو مفید استغراق ہوتا ہے جس کا

مقدور ہے کہ فاضل بریلوی نے کوئی کتاب نہیں لکھی کیا یہاں بے فیہرے نے اپنی تکذیب آپ نہیں کر دی۔ کسی نے سچ کہا تھا کہ دروغ گو را حافظہ را باشد جھوٹ بولنے والے کا حافظہ کام نہیں کرتا۔

ثانیاً یہ کہ جہات کے اختلاف کی وجہ سے کتابوں کی تعداد مختلف ہو سکتی ہے یعنی یہ کہ وہابیوں، نجدیوں کے رد میں جو لکھی گئی ہیں۔ ان کی تعداد دو سو ہے اور کل تصانیف کی تعداد چار سو یا اس سے زائد ہے۔ بہر حال یہ اعتراض بے فیہرے کی جہالت کو روشنی تر کر رہا ہے۔

ایک اور اعتراض

وہ استفتاءات کے جوابات بھی ملازموں سے لکھواتے تھے، خود نہیں لکھتے تھے۔ ۲۹

الجواب: یہ بھی سفید جھوٹ ہے۔ اس مقصد کے لئے کوئی ملازم نہیں تھا۔ البتہ معاونین ضرور تھے جو حوالہ جات نکالتے تھے اور اس طرح تعاون کرتے تھے۔ مگر یہ کام تو اکثر و بیشتر مفتی صاحبان کے ہاں ہوتا ہے۔ بعض دفعہ مفتی صاحبان اپنے شاگردوں کی تربیت کی غرض سے ایسا کرتے ہیں اور یہی اعلیٰ حضرت کا مقصد ہوتا تھا۔ اس کو خود فتویٰ نویسی سے غیز کی دلیل بنانا پرے درجہ کی جہالت ہے جو صرف بے فیہرے میں پاٹی جاتی ہے۔ صرف زبان سے کہہ دینا کافی نہیں کہ ان کے فتووں میں ابہام ہے، تعقید ہے، اغلاط ہے بلکہ ضروری تھا کہ بے فیہرہ صاحب اس پر کوئی مثال پیش کرتے اور اس کے ابہام یا تعقید یا اغلاق وغیرہ کی وضاحت کرتے مگر وہ ایسا نہیں کر سکے اور ظاہر ہے کہ خالی مخولی دعویٰ عقلمندوں کے ہاں مقبول نہیں ہے۔

اعتراض: چھوٹے چھوٹے رسائل (جو چند صفحات پر مشتمل ہیں) کو بھی کتابوں میں شمار کیا گیا ہے اور ان کو بھی کتابین قرار دے دیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ کتابیں نہیں صرف رسائل ہیں۔

الجواب: اولاً قارئین کرام چند صفحات کے رسائل پر کتاب کا اطلاق مندرجہ مانع ہے نہ عقلاً اور نہ ہی عادۃً منع ہے۔ اگر کوئی دلیل اس مانعیت پر ہوتی تو بے فیہرہ صاحب ضرور پیش کرتے۔ ثانیاً کیا کتاب اسی تصنیف کو کہا جاتا ہے جو ضخیم ہو متعدد محلات پر مشتمل ہو۔ اگر ایسا ہے تو پھر البین نووی جو مشکل سے پندرہ صفحات پر مشتمل ہو گا اسی طرح میک روزہ اسماعیل دہلوی اسی طرح فتاویٰ شاہ طبع الدین جو نو عدد در رسائل اور چالیس صفحات پر مشتمل ہے۔ یونہی الفتح الخبیر جو الفتح الکبیر میں شامل کر دیا گیا ہے جو چند صفحات پر مشتمل ہے۔ یونہی رسالہ اشارۃ المہمہ جو ساڑھے تین صفحات کا ہے جو فتاویٰ عزیزی میں درج ہے اور تصنیف ہے حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کی۔ ان تمام کو تصانیف میں شمار نہیں کرنا چاہیے حالانکہ ان کو تصانیف میں شمار کیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو امام نووی اور اس کی تصنیفات از عبدالرشید عراقی و ترجمان الحمدین لاہور و شمارہ جون ۱۹۸۱ء ص ۵۴، اگر ان رسائل کو الگ الگ تصانیف میں شمار کر سکتے ہیں تو پھر اعلیٰ حضرت کے رسائل کو ان کی تصانیف میں کیوں شمار نہیں کر سکتے؟

ایک اور اعتراض

وہ تو دوسرے شہروں میں سوالات بھیج کر جوابات حاصل کرتے تھے۔ ان کے پاس کافی مقدار میں کتابیں تھیں اس لئے دوسرے شہروں کے اجاب و معاونین کو کہتے کہ تمہارے پاس فلاں فلاں کتاب ہو تو اس کی عبارت نقل کر کے ارسال

کریں مجھے ضرورت ہے وغیرہ وغیرہ۔

الجواب :- یہ تو اعلیٰ حضرت کی ذات کے کمال کی دلیل ہے اور بابتدار کی علامت ہے۔ کہ اگر خود اپنے پاس کتاب ہے تو اندازے اور تخمینے سے عبارات و حوالہ جات نہیں کہے کہ اپنی طرف سے عربی عبارات گھڑی ہیں۔ حالانکہ وہ خود عربی عبارات بنانے پر بھی قادر تھے۔ بلکہ جو کتاب آپ کے کتب خانے میں نہیں ملی، تو اس مسئلہ کی تحقیق کے لئے دوسرے شہروں کے اصحاب سے تعاون حاصل کیا اور کتابیں یا ان کی عبارات حاصل کر کے پوری تحقیق کے بعد مسئلہ لکھا ہے۔ بغیر تحقیق اور بغیر حوالہ دیکھنے کے کوئی مسئلہ نہیں لکھا۔ اسوائے الدولۃ المکیہ کے، فارغین کرام خود غور کریجئے۔ ایسا کرنا کمال ہے یا عیب ہے، محمود ہے یا مذکور ہے سچ ہے کہ:-
خرد کو جنوں جنوں کو خرد کر دیا جو چاہے تیرا حسن کہ شرم ساز کرے

خباثت قلبی کا اظہار

بے غیر صاحب صفحہ ۳ پر لکھتے ہیں کہ جناب بریلوی کا قلم ان سوالات کے جوابات میں خوب روانی سے چلتا تھا، جن میں توحید و وحدت کی مخالفت اور باطل نظریات و عقائد کی نشر و اشاعت ہوتی۔ چند مخصوص اختلافی سادگی، علم غیب، حاضر ناظر، ہونا فود و بشر اور تصرفات و کرامات اور تبرک بالقبور و اصحاب القبور اور تائید و تصدیق وغیرہ جیسے مسائل شامل ہیں ان کے علاوہ دیگر مسائل میں ان کو کوئی دسترس حاصل نہ تھی۔ (البریلوی ص ۳)

الجواب :- یہ بھی بھوٹ ہے کہ آپ کا قلم صرف ان مسائل اختلافیہ میں روانی سے چلتا تھا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ آپ کے قلم کی روانی پر نہیں مسئلہ میں یکساں تھی۔ فتاویٰ رضویہ کا مطالعہ کرنے والے پر روشن ہے کہ ہر مسئلہ پر آپ کا قلم نہایت

روانی سے چلتا تھا اور روانی بھی تحقیقی ہوتی تھی۔ سطحی نہیں آپ نے نکاح، طلاق، میراث، مزارعت، عقائد و معاملات زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والے مسائل پر قلم اٹھایا ہے۔ حرکت و سکون زمین آسمان پر بھی قلم اٹھایا ہے۔ مستقل رسالہ اس موضوع پر لکھا ہے پھر سائنس کے موضوع پر بھی مستقل رسالہ لکھا ہے۔ الغرض تقریباً ہر موضوع پر آپ نے لکھا ہے اور تحقیق و دقیق سے لکھا ہے۔ کوئی مال کالال ان کی قلم کا مقابلہ آج تک نہیں کر سکا۔ صرف وہابیوں کا رد ہی نہیں کیا بلکہ رافضیوں، مزارعیوں، خاں جویوں اور دیگر گمراہ فرقوں کے رد میں بھی بہت کچھ لکھا ہے۔ اندھوں کو اگر کچھ نظر نہیں آتا تو کیا کیا جائے۔

گر نہ بیند بروز بشیر چشم چشمہ آفتاب را چو گناہ

جہاد اور مجاہدین کی مخالفت اور انگریز کی حمایت

کالزام

فارغین کرام بے غیر صاحب البریلوی کے صفحہ ۳ سے صفحہ ۴ تک جو کچھ لکھتے ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ فاضل بریلوی کا دور انگریزی استعمار کا دور تھا اور مسلمانوں کی آزاد کش کا زمانہ تھا۔ انگریز اصل اسلام کے وجود کو ختم کرنا چاہتا تھا۔ اس دور میں:-
۱۔ اگر کوئی گروہ انگریز کے خلاف آواز بلند کر رہا تھا۔ اور پوری بہت و بہادری کے جذبہ اور جہاد کے جذبہ سے سرشار ہو کر ان کا مقابلہ کر رہا تھا تو وہ صرف وہابیوں کا گروہ تھا۔ انہوں نے علم جہاد دین کیا، اپنی جانی و مال دین ضبط کر لیں وغیرہ وغیرہ۔

۲۔ جناب بریلوی کے مخالفین کے مطابق احمد رضا خاں بریلوی صاحب ان لوگوں میں سر فہرست تھے جن کو انگریز نے اپنی ایجنسی اور اہل اسلام میں افتراق

انتشار پیدا کر کے ان کو کمزور کرنے کے لئے منتخب کیا۔

۳۔ فاضل بریلوی نے استعمار کے مخالفین و مابی حضرات کو سب و شتم اور طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا جو انگریز کے خلاف جہاد میں مصروف تھے۔ انگریزوں نے ان و مابیوں کی بستیوں پر ہلڈرز چلائے۔ ایک لاکھ و مابی علماء و عوام کو پھانسی دی گئی۔ انگریز مصنف ہنڈر نے اعتراض حقیقت کرتے ہوئے اپنی کتاب "ANDIAN MUSLIMS" صفحہ ۳ میں لکھا ہے کہ:-

ہمیں اپنے اقتدار کے سلسلے میں مسلمان قوم کے کبھی گروہ سے خطرہ نہیں۔ اگر خطرہ ہے تو صرف مسلمانوں کے ایک اقلیتی گروہ و مابیوں سے ہے۔ کیونکہ صرف وہی ہمارے خلاف جدوجہد میں مصروف ہیں۔ (بحوالہ انڈیا مسلمز ص ۳۲) سید نذیر حسین دہلوی کی گرفتاری کا واقعہ بہت مشہور ہے۔ (ملاحظہ ہو و مابی تحریک صفحہ ۳۱۵)۔

۴۔ عین اس وقت جب انگریز کے مخالفین انگریز کی حکومت کے خلاف ہندو آزما تھے، جہاد میں مصروف تھے۔ جناب احمد رضا خان نے جملہ مسلمان رہنماؤں کا نام لیکر تکفیر کی۔ و مابی تحریک کے علاوہ جمیع علماء و علماء ہند، مجلس احرار، تحریک خلافت، مسلم لیگ، نیل پرکش مسلمانوں میں سے اور آزاد ہند فوج خاصہ ہندوؤں میں سے اور گاندھی کی کانگریس قابل ذکر ہیں۔

جناب بریلوی نے ان سب کی مخالفت کی، ان کے اکابر کی تکفیر و تفسیق کی اور ان میں شمولیت کو حرام قرار دیا۔

۵۔ فاضل بریلوی صاحب نے ہندوستان کو دارالاسلام قرار دینے کے لئے بیس صفحات کا رسالہ لکھا تاکہ لوگ جہاد میں شامل نہ ہوں جس کا نام دارالاسلام بابت ہندوستان دارالاسلام۔ اس میں جہاد کی سخت مخالفت

کی حلالی کہ شرعی طور پر جہاد آزادی کا دار و مدار اس بات پر تھا کہ ہندوستان کو دارالاسلام قرار دیا جائے۔

۶۔ انہوں نے "دوام العیش" نامی رسالہ لکھا جس میں انہوں نے انگریز کی حمایت کی۔ انگریز کے مخالفین کی مخالفت کی۔ (ملاحظہ ہو دوام العیش صفحہ ۶۳)۔

صفحہ ۹ مطبوعہ لاہور، نیز الحجۃ المومتزۃ صفحہ ۲۰۸ میں لکھا ہے کہ ہم مسلمانان ہند پر جہاد فرض نہیں ہے اور جو اس کی فرضیت کا قائل ہے وہ مسلمانوں کا مخالفت ہے۔ الخ۔ ملاحظہ ہو الحجۃ المومتزۃ صفحہ ۲ نیز اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جہاد سے ہند مال کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ ان پر جنگ مسلط کی گئی تھی اور حاکم وقت پر اس وقت تک جہاد فرض نہیں جب تک اس میں کفار کے مقابلہ کی طاقت نہ ہو۔ چنانچہ ہم پر جہاد کیسے فرض ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ہم انگریزوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے (الحجۃ المومتزۃ صفحہ ۲۰۸)۔

۷۔ ان کے اپنے لوگ اقرار کرتے ہیں کہ ان سے ان کے پیروکار بدظن ہو گئے تھے برگشتہ ہو گئے تھے۔ دیکھو مقدمہ دوام العیش صفحہ ۱۸

الجواب:- قارئین کرام خلاصہ نمبر ۱ کا جواب یہ ہے کہ بے فہم انسان کا یہ دعویٰ کہ مسلمانوں کے دور ابتلا و آزمائش میں صرف و مابیوں کا گروہ ہی جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر انگریز کے خلاف لڑ رہا تھا اور بہادری سے انگریز کا مقابلہ کر رہا تھا علم جہاد اسی نے بلند کر رکھا تھا اور صرف انہوں نے جاہل ادوی ضبط کر لی تھیں سے سفید جھوٹ اور بے ہودہ گپ کے سوا کچھ نہیں ہے اور دعویٰ بلا دلیل ہے۔ اس لئے کہ ثابت کرنے کے لئے دلیل کی ضرورت ہے اور دلیل میں کوئی ایسی کتاب یا حوالہ پیش کرنا ضروری ہے جو مسلمہ بنی الفریقین ہو۔ کم از کم یا پھر کم از کم فریق

مخالفت کے ہاں مسلک ہے۔ صرف ایسی کتاب کا حوالہ دینا جو فریقین یا فرقی مخالفت کے نزدیک مسلک نہ ہو اس کا حوالہ پیش کرنا اور اسی پر انحصار کرنا اصولی طور پر ہرگز قابل قبول نہیں ہے اہل علم کے نزدیک۔ نیز اصولی طور پر کسی مخالفت اور دشمنی کی کتاب کا حوالہ بھی قابل قبول نہیں ہو سکتا۔ بنا برہین ہم یہ کہتے ہیں کہ:-
بریلوی فتوے، تکفیری اُصولی، اُکثیۃ صداقت، مقدمۃ الشہاب الثاقب، مقدمۃ رسائل چاند پوری وغیرہ۔

یہ وہ کتابیں ہیں جو نہ تو مسلمہ ہیں نہ فریقی مخالفت یعنی بریلویوں کے نزدیک مسلمہ ہیں۔ ان کتابوں کے حوالے ثاقب دہلوی نے اپنے ترجمہ کے صفحہ پر حاشیہ میں دیئے ہیں، جو اہل علم کے نزدیک قطعاً قابل تسلیم نہیں ہیں۔ اور ان کتابوں کے حوالے خود البریلوی کے حاشیہ میں بھی دیئے گئے ہیں۔ فارمین کرام اپنی کتابوں کے حوالے دینے سے بات نہیں بنتی جو خود دہلویوں نے لکھی ہیں۔ یہاں چاہیے تھا کہ غیر متعلقہ ضمیمہ انسان کسی بریلوی عالم و مفکر کی لکھی ہوئی کتاب کا حوالہ پیش کرتے جس کو ماننے پر بریلوی حضرات مجبور ہو سکتے۔ مگر وہ ایسا کوئی حوالہ پیش نہیں کر سکے اور نہ ہی پیش کر سکیں گے۔ رہا ہنگریہ کی کتاب "انڈیا مسلمز" کا حوالہ

کہ وہ خود اعتراف کرتے ہیں کہ صرف ہمیں دہلویوں سے خطرہ ہے تو اس کا جواب اولاً یہ ہے کہ اول تو یہ احتمال بھی موجود ہے کہ یہ کتاب خود کسی دہلوی نے لکھی ہو پھر اس کا انگریزی میں ترجمہ کر کر ہنگری کے نام پر شائع کر دی ہو۔ جیسا کہ بعض اور کتابیں بھی دہلویوں نے لکھ کر ان کو بعض اکابر اسلام کے نام پر منسوب کر کے شائع کرائی ہیں۔ مثلاً بلاغ المبین جو خود ان لوگوں نے لکھی ہے، اور حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کے نام پر شائع کر دی ہے۔ حالانکہ حضرت شاہ صاحب

تلامذہ میں سے کوئی بھی یہ نہیں بتاتا کہ یہ ان کی تصنیف ہے۔
ثانیاً یہ کہ اگر یہ مان لیا جائے کہ یہ کتاب واقعی ہنگری کی لکھی ہوئی ہے تب بھی جواب دنیا مشکل نہیں ہے۔ کیونکہ ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ درحقیقت دہلوی انگریز کے نمک حواری و فادار اور مخلص دوست تھے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ ان کی سازش و چالچوسی کا نتیجہ ہو اور انہوں نے انگریز مصنف کی منت سماجت اور چالچوسی کر کے اس کو منوالیا ہو کہ تم اپنی کتاب میں ہمارے متعلق یہ جملے لکھو کہ مستقبل میں میرے بدنام کرنے والوں کا منہ بند کیا جاسکے۔ جب یہ لوگ اپنے لئے انگریز سے اہل حدیث نام الاٹھا کر سکتے ہیں اور انگریز ان پر اس طرح مہربان ہو کہ اپنی طرف سے ان کے فرقہ کو اہل حدیث نام الاٹھا کر سکتا ہے تو پھر اپنی کتاب میں ان کے حق میں سے چند جملے لکھ کر ان کی حوصلہ افزائی کا کون سا بعید از عقل ہے۔ ملاحظہ ہو الراۃ السنیۃ ج ۹، شمارہ ۲، ۲۰۳

نکھایا ہے کہ فرقہ اہل حدیث:-
گورنمنٹ کے اس حکم سے اپنی کامل حق رسی کا معترف ہے اور اپنے ہر دل سے عزیز اور مسلمانوں کے خیر خواہ والہ لارڈ ڈفرن نے "اور اپنے پیارے رحم دل اور فیاض لفٹننٹ گورنر چارلس ایچی سن" کا تہہ دل سے شکریہ ادا کیا ہے اور بعض دوسرے شکریہ اس احسان اور احسانات سابقہ گورنمنٹ کے دجو بشمول دیگر رعایا خصوصاً اہل اسلام اس فرقہ پر مبذول ہیں، علی الخصوص احسان آزادی مذہبی کے (جس سے یہ فرقہ عام اہل اسلام سے بڑا حکمران خصوصیت کے ساتھ فائدہ اٹھا رہا ہے) اہل حدیث لاہور نے جشن جمہوری کی تقریب پر کمال مسرت ظاہر کی اور فیصلہ مندر کی نچاہ سالہ حکومت کی خوشی میں اہل اسلام کی فریادیں صفاقت کی جس میں سے رکوسا، شرفا، علماء

و عام اعلیٰ اسلام رونق افروز ہوئے اور اشاعت السنۃ کے صلہ میں لکھا ہے کہ تعداد اہل دعوت کا ٹھیک ٹھیک اندازہ نہیں ہو سکا، مگر ناظرین و حاضرین کے قیاس میں سات آٹھ ہزار اشخاص کا مجمع تھا۔

۲۔ اہل حدیث حضرات نے جہاں یہ دعوت اس خوشی میں کی اس جگہ کو مولوی الہی بخش کی کوٹھی کہا جاتا ہے۔ اس کو کھٹی کے عین دروازہ کے سامنے سے رات کے وقت ملاحظہ و روشنی کے لئے نواب لیفٹیننٹ گورنر بہادر کا گنہہ کرتا مقرر تھا۔ اس جگہ اہل حدیث نے ایک بلند اور وسیع دروازہ بنایا جس پر سنہری حرفوں میں ایک طرف انگریزی میں یہ کلمات دعائیہ مرقوم تھے۔ جن کا ترجمہ یہ ہے۔

اہل حدیث چاہتے ہیں کہ قیصر منہ کی گردراز ہو، دوسری طرف لاہوری رنگ سے یہ بیت کشفہ تھا۔

دل سے ہے یہ دعائے اہل حدیث جشن جو بلی مبارک ہو
ملاحظہ ہو اشاعت السنۃ، ج ۹، شمارہ ۷، صفحہ ۲۰۴ (نیز صفحہ ۲۰۵)
ان حوالہ جات سے واضح ہے کہ اہل حدیثوں نے اپنا یہ نام انگریزوں سے الاٹ کر لیا اور اسی خوشی میں انگریز کا شکریہ ادا کرتے ہوئے مذکورہ بالا خیالات کا اظہار کیا گیا ہے۔ ان عبارات سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اہل حدیث انگریز کے معترف ایکٹ تھے۔

۳۔ مولوی محمد حسین بٹالوی نے باقاعدہ درخواست دے کر انگریزی حکومت سے اپنا نام اہل حدیث الاٹ کرایا اور حکومت کو اپنی وفاداری کا یقین دلایا۔ مولوی محمد حسین نے جو درخواست حکومت کو دی اس کے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں :-

۱۔ یہ فرقہ اہل حدیث، گورنمنٹ کا دلی خیر خواہ، گورنمنٹ سے اس درخواست کرنے کی جدت کرتا ہے کہ گورنمنٹ اپنی خیر خواہ رعایا کی نسبت ایسے لفظ (روایتی) کا استعمال قطعاً ترک کرے۔ یہ درخواست ۱۹ جنوری ۱۸۸۷ء کو منظور ہوئی جس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے بٹالوی صاحب یہ لکھتے ہیں کہ اس درخواست کو سہارے رحم دل اور فیاض لیفٹیننٹ گورنر پنجاب سر چارلس ایچی سن بہادر بالقابہ نے معروض قبول میں جگہ دی اور بڑے زور کے ساتھ گورنمنٹ ہند کی خدمت میں اسکی قبولیت کے لئے سفارش کی۔ مسلمانوں کے حال پر رحم فرماؤ ہر دل عزیز اللہ اسے و گورنر جنرل لارڈ ڈفرنسے بالقابہ نے بھی سر چارلس ایچی سن صاحب بالقابہ کی رائے زریں سے اتفاق کیا اور سرکاری کاغذات میں اس لفظ کے استعمال سے ممانعت کا حکم فرمایا۔ ملاحظہ ہو اشاعت السنۃ، ج ۹، شمارہ ۷۔

۲۔ ص ۹۔ ۱۹۔ نام کی تبدیلی کا نامزدہ بیان کرتے ہوئے بٹالوی صاحب لکھتے ہیں کہ منجملہ ان نتائج کے جو ۱۸۸۶ء میں ظاہر ہوئے ہیں ایک عمدہ نتیجہ یہ ہے کہ اس رسالہ اشاعت السنۃ نے گروہ اہل حدیث کی وفاداری گورنمنٹ پر ثابت کر دی اور ان کے حق میں لفظ روایتی کا استعمال حکماً موقوف کر دیا۔ ملاحظہ ہو اشاعت السنۃ، ج ۱۰، شمارہ نمبر ۷۔

۳۔ اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ گورنمنٹ پنجاب سے ایک سرکاری جواب لکھا گیا کہ اہل حدیث کو روایتی کہنا لائیکل و مزیل حیثیت ہے۔ خود گورنمنٹ پنجاب اور اس کے اعلیٰ احکام نے اپنی چھٹیوں میں اعتراف کیا ہے کہ اہل حدیث برٹش گورنمنٹ کے بدخواہ نہیں ہیں بلکہ خیر خواہ ہیں۔ (ملاحظہ ہو اشاعت السنۃ، ج ۱۰، شمارہ نمبر ۷، ص ۱۰) ان تین اقتباسات سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ غیر مقلد و مایوس کے ایک مشہور و معروف مولوی محمد حسین بٹالوی

نے انگریز کو در خواست دی اور وہ منظور ہوئی اور نام اہل حدیث، آلات ہوا اگر پہلے ان کو دیا گیا ہوتا تو اور سرکاری کاغذات میں بھی دیا جاتا لکھا تھا اس کو ممنوع قرار دیا گیا انگریز سے اور یہ کہ اہل حدیث انگریز حکومت کے وفادار تھے اسی کے صلہ میں وہابی کا استعمال ترک کر دیا گیا۔ قارئین کرام آپ ان ان حوالہ جات سے خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ انگریز کا ایجنٹ، نمک خواہ و فساد رکون تھا۔ اہل حدیث یا بریلوی، مولوی محمد حسین ٹالوی پیشوائے اہل حدیث یا فاضل بریلوی۔ پھر یہ اقتباسات کسی دشمن اہل حدیث کے نہیں کسی مخالف اہل حدیث کے نہیں کسی حاسد کے نہیں، پیشوائے اہل حدیث کے ہیں۔ جن کو رو نہیں کیا جاسکتا۔ کسی بریلوی یا دیوبندی کے رسالے کے نہیں جن کو دشمن کی کارروائی تصور کیا جاسکے۔ سچ ہے اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے۔

نوٹ:۔ شرم کی بات ہے کہ میلاد کے لئے دروازے بنانا تو بدعت قرار دیا جائے اور انگریز کی خوشنودگی حاصل کرنے کے لئے دروازہ بنایا گیا پھر اس پر دعائیہ کلمات بھی لکھے گئے جو پہلے نقل کر دیئے گئے ہیں۔

قارئین کرام غور کریں بے ضمیمہ ایک طرف تو یہ لکھتا ہے کہ انگریز کے خلاف جہاد اگر کوئی گروہ کر رہا تھا تو وہ صرف وہابیوں کا گروہ تھا۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی مان گیا کہ وہابیوں کے علاوہ احراری، جمیعتہ العلما، ہندو، تحریک خلافت، مسلم لیگ اور گاندھی کی کانگریس بھی شامل تھی، پہلے مصر کرتا ہے پھر اسی مصر کی خود ہی مذہب کرتا ہے گویا اپنی تکذیب آپ کر رہا ہے۔ سچ ہے دروغ گویا حافظہ نہ باشد۔

خلاصہ نمبر ۲ کا جواب:۔ یہ بھی مفید جھوٹ ہے، کیونکہ اس ہے بہتیمان عظیم ہے، اس پر کوئی ثبوت پیش نہیں کیا جاسکتا۔ لعنت اللہ علی الکاذبین۔

البتہ اس کے برعکس خود غیر مقلدوں کا انگریز کا مستند خیر خواہ ہونا بھی گزشتہ صفحات میں ہم اشاعت السنۃ کے حوالہ جات سے ثابت کر چکے ہیں اور خدا کے فضل و کرم سے مزید متعدد حوالہ جات ہم پیش کر سکتے ہیں۔

خلاصہ نمبر ۳ کا جواب:۔ یہ ہے کہ فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے وہابیوں کے خلاف جو کچھ لکھا اور کہا ہے وہ اس وجہ سے نہیں لکھا یا کیا کہ وہ انگریز کے خلاف ہیں، انگریز کے دشمن ہیں بلکہ آپ نے جو تکفیر کی، جو تفسیق کی، جو تخریب کی وہ صرف اور صرف اس وجہ سے کی کہ ان کی کتابوں میں گستاخانہ کلمات، الفاظ و عبارات کی بھرمار تھی۔ کہیں خداوند کریم کی شان میں گستاخی کی گئی تو کہیں انبیاء کرام کی شان میں گستاخی اور توہین کا ارتکاب کیا گیا تھا۔ پھر جو عبارات گستاخی کے مفہوم میں صریح تھیں ان کی وجہ سے تکفیر کی اور جو عبارات، کلمات و الفاظ گستاخی و توہین کے مفہوم میں صریح نہ تھے ان کی وجہ سے تفسیق و تخریب قرار دی۔ مگر چونکہ زمانہ انگریز کا تھا اس لئے اس کارروائی کو مخالفین نے انگریز کی حمایت کی، بدرت میں مشہور کرنے کی کوشش کی۔ حالانکہ اعلیٰ حضرت، انگریز کے سخت دشمن تھے جس پر ہم قبل ازیں کچھ حوالہ جات بھی پیش کر چکے ہیں اور آئندہ بھی پیش کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اور یہ کہ سنٹر نے یہ اعتراف کیا ہے کہ ہمارے اقتدار کے خطرہ صرف وہابیوں سے ہے اور کسی سے نہیں اور وہابی ہی ہمارے خلاف عہد و جہد میں مصروف ہیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ ابھی گزشتہ صفحات میں اشاعت السنۃ کے اقتباسات ثلثہ میں ہم نے نقل کیا ہے کہ مولوی محمد حسین ٹالوی صاحب انگریز کو ہر دل عزیز اور مسلمانوں کے خیر خواہ، پیارے رحم دل اور فیاض اور کلمات دعائیہ منقولہ بالا، اور یہ فرقہ راجل حدیث، گورنمنٹ کادلی خیر خواہ، اپنی خیر خواہ

رعایا کے جملے الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ کیا یہ کلمات، جملے ہنٹر کی کتاب کے اقتباس کو جھٹلانے کے لئے کافی نہیں، یقیناً کافی ہیں۔ کیونکہ گھر کا بھیدی لٹکا ڈھائے، پیرج ہے کہ اشاعت السنۃ نے گردہ اہل حدیث کی وفاداری کو ریمنٹ پر ثابت کر دی ہے۔ الخ یہ الفاظ پائے جانے کے بعد بھی انگریز کا وفادار نمک خوار ایجنٹ خاص ہونے میں کوئی شبہ باقی نہیں ہے سرگز نہیں کیا ہنٹر کے اعتراف کے مقابلے میں مولوی محمد حسین ثبالی کا اعتراف وزنی نہیں ہے، یقیناً وزنی ہے۔ دل کے پھپھوے جل گئے سینے کے داغ سے اس گھر کو لگ لگ گئی گھر کے چراغ سے باقی نذیر حسین کی گرفتار لٹکا کا واقعہ مشہور ہے یا نہیں۔ وہ صرف دہلی تحریک میں بیان کیا گیا ہے کسی مخالفت سے حوالہ دو اور یا پھر کسی غیر جانبدار کا حوالہ پیش کرو۔ گھر کی شہادت قابل قبول نہیں ہے اور نمبر ۴ کا جواب بھی ان تینوں کے جوابات میں اچھا ہے الگ اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ یہ بتانا ضروری ہے کہ اعلیٰ حضرت کو انگریز سے بے حد نفرت تھی اور وہ انگریز کے کتے دشمن تھے دلیل کے لئے ملاحظہ ہو۔

”اکرام امام احمد رضا صف ۹، ایک موقع پر فوجی گورن کو دیکھ کر فرمایا۔ کم محبت بالکل نادر ہیں۔ ایک اور سوال کے جواب میں فرمایا عدالت بطور علم رائج ہے۔ لفظی وضعی مقصود نہیں ہوتے، لہذا تکفیر نامکن، البتہ عادل کہنا ضرور کلمہ کفر ہے، مگر محض بروجہ خورشاد ہوتا ہے، لہذا تنجید اسلام و نکاح کافی، ماں غلات و ما اُشیر لے کو اعتقاد عادل جاتے، تو قطعاً وہی کفر ہے کہ منہ شکاف کفر و فساد کفر ملاحظہ ہو فتاویٰ رضویہ صف ۱۶، ج ۶ اس عبارت میں انگریز کو عادل کہنے کو کفر قرار دیا ہے۔ ایک صورت میں کفر ظنی اجتہادی دوسری صورت میں کفر قطعی فرمایا ہے۔ کیا جو شخص انگریز کو عادل کہنے کو جتنا

کفر قرار دے وہ انگریز کا حامی ہو سکتا ہے سوہ و ناوار قرار دیا جاسکتا ہے۔

آپ انگریز کی کچہری میں حاضر نہ ہوتے تھے، جہاں رضا صف ۱۱ میں ہے کہ اہل بدایون نے ایک مسئلہ میں اختلاف کی وجہ سے آپ کے خلاف اپنے شہر میں احتجاج دار کیا کچہری سے سمت جاری ہوئے۔ مگر امام احمد رضا کسی صورت بھی کچہری نہ گئے۔ اعلیٰ حضرت انگریز سے اپنی نفرت و عداوت کا اظہار کرتے ہوئے مارٹر اور لفافہ کو الٹا کرتے دیکھتے تھے تاکہ ملکہ و کٹوریہ، اڈیورٹسٹیفٹ اور جارج پنجم کا سر نیچے ہو جائے ملاحظہ جہاں رضا صف ۱۱۔

مزید ملاحظہ ہو:-

جناب شوکت صدیقی، مدیر سفت روزہ ”الفتح“ لکھتے ہیں کہ تاریخ بتاتی ہے کہ بریلوی تحریک کی ابتداء مسلمانوں میں دہلیوں کے بڑھتے ہوئے اثر کے رد عمل میں ہوئی تھی۔ اس تحریک کے بانی مولانا احمد رضا خاں بریلوی تھے۔ مگر سید احمد شہید اور مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے وطن مالوٹ میں یہ فرق ہے کہ سید صاحب رائے بریلوی کے اور خان صاحب لائس بریل سے تعلق رکھتے تھے۔ مولانا احمد رضا خان سے جوئے ۱۸۵۶ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۲۱ء میں ان کا وصال ہوا۔ وہ نسبتاً چھان مسلمان تھے، مشرباً قادری اور مولانا بریلوی تھے۔ ان کے بارے میں دہلیوں کا یہ الزام کہ وہ انگریزوں کے پروردہ یا انگریز پرست تھے، نہایت گمراہ کن اور ستر انگیز ہے۔ وہ انگریزوں اور ان کی حکومت کے اس قدر کٹر دشمن تھے کہ لٹاٹے پر ہمیشہ الٹ ٹھٹک لگاتے تھے اور بر ملا کہتے تھے کہ:-

”میں نے جارج پنجم کا سر نیچا کر دیا ہے۔ انہوں نے زندگی بھر انگریزوں کی حکمرانی کو تسلیم نہیں کیا۔“ اچھے کو ایک مقدمہ کے سلسلے میں عدالت میں طلب بھی کیا گیا۔ مگر قہرین عدالت کے باوجود حاضری نہ دی اور یہ کہہ کر نہ دی کہ میں

انگریز کی حکومت جس کو جب تسلیم نہیں کرتا تو اس کے عدل و انصاف اور عدالت کو کیسے تسلیم کروں؟

کہتے ہیں کہ انہیں گرفتار کر کے عدالت میں حاضر کرنے کے امکانات جاری رکھے گئے، بات اتنی بڑھی کہ معاملہ پولیس سے گزر کر فوج تک پہنچا مگر ان کے جاننا ہزاروں کی تعداد میں سروں پر کفن باندھ کر ان کے گھر کے سامنے کھڑے ہو گئے آخر عدالت کو اپنا حکم واپس لینا پڑا۔ بہت روزہ "الفتح" ۲۴ تا ۲۱ مئی ۱۹۰۷ء اور صفحہ ۱۔

رسالہ "الحیب" کے مدیر لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ انگریز کمشنر نے ۵۵ مربع زمین کی آپ کو پیش کش کی مگر اس مرد قلندر نے فرمایا، انگریز اپنی تمام حکومت بھی مجھے دے دے تو بھی میرا ایمان نہیں خرید سکتا ہے۔ ماہ نامہ الحیب اکتوبر ۱۹۰۷ء۔ قارئین کرام اعلیٰ حضرت کی انگریز سے نفرت و عداوت کے ثبوت میں ہم نے جو حوالہ جات نقل کئے ہیں ان میں "الفتح" کے مدیر جناب شوکت صدیقی، بریلوی مکتبہ فکر سے تعلق نہیں رکھتے بلکہ وہ دیوبندی یا دہلوی مکتبہ فکر سے متعلق ہیں۔ کیونکہ وہ سید احمد کو منقولہ عبارت میں شہید لکھتے ہیں۔ اگر بریلوی ہوتے تو کبھی شہید نہ لکھتے یا پھر کم از کم ان کو غیر جانبدار مانا ہوگا اس لئے ان کا حوالہ بہر حال قابلِ حجت ہے جس سے اعلیٰ حضرت کی انگریز دشمنی نفرت روز روشن کی طرح ثابت ہو رہی ہے پھر بھی یہ رٹ لگانا کہ وہ انگریز کے ایجنٹ یا حامی تھے، پیرے درجہ کی بد بختی ہے۔

خلاصہ نمبر ۵ کا جواب یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت نے ایک شرعی مسئلہ کا حکم بیان کرنے کی غرض سے رسالہ اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام لکھا تھا انگریز کی حمایت یا انگریز کو فائدہ دینا مقصود نہیں تھا اور پھر کمال یہ ہے کہ

ہندوستان کو صرف اعلیٰ حضرت نے ہی دارالاسلام قرار نہیں دیا، دیوبندیوں اور دہلویوں کے اکابر علماء و مفتیان بھی ہندوستان کو دارالاسلام قرار دے چکے ہیں۔ ملاحظہ ہو ثبوت:-

۱۔ محمد حنین ثبوتی صاحب لکھتے ہیں کہ جس شہر یا ملک میں مسلمانوں کو مذہبی فرائض ادا کرنے کی آزادی حاصل ہو، وہ شہر یا ملک دارالحرب نہیں کہلاتا۔ پھر اگر وہ دراصل مسلمانوں کا ملک یا شہر ہو، اقوام غیر نے اس پر تغلب سے تسلط پا لیا ہو۔ جیسا کہ ملک ہندوستان ہے تو جب تک اس میں ادا شدہ شعائر اسلام کی آزادی ہے، بلکہ حالت قدیم دارالاسلام کہلاتا ہے۔ ملاحظہ ہو الاقتصاد فی مسائل الجہاد و کٹوریہ پریس صفحہ ۱۹ اور صفحہ ۲ پر لکھتے ہیں کہ اس مسئلہ اور اس کے دلائل سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ملک ہندوستان باوجود یکہ عیسائی سلطنت کے قبضہ میں ہے، دارالاسلام ہے، اس پر کسی بادشاہ کو عرب کا ہر خواہ مخم کا، مہدی سودان ہو یا خود حضرت سلطان رقتی بادشاہ، شاہ ایران ہو یا خواہ امیر خراسان، مذہبی لڑائی و چڑھاؤ کرتا جائز نہیں ہے۔

۲۔ اسماعیل دہلوی کی تقریر کا اقتباس ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں کہ:-

"ان پر انگریز کے خلاف، جہاد کسی طرح واجب نہیں..... بلکہ اگر ان پر کوئی حملہ آور ہو تو مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اس سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ پر آج نہ آنے دیں۔ حوالہ کے لحاظ سے ملاحظہ فرمائیں "حیات طیبہ" مطبع فاروقی، دہلی صفحہ ۲۹ مؤلف مرزا حسرت دہلوی

۳۔ مولوی فضل حسین بہاری کا بیان ہے کہ ہندوستان کو ہمیشہ میاں صاحب دارالامان سے فرماتے تھے، دارالحرب کبھی نہ کہا۔

۴۔ نواب صدیق حسن خان بھوپالی لکھتے ہیں کہ علماء اسلام کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ ملک ہندوستان میں حب سے حکام والا مقام فرنگ فرمانروا ہیں اس وقت سے یہ ملک دارالحرب ہے یا دارالاسلام حنفیہ جن سے یہ ملک بھرا ہوا ہے۔ ان کے عالموں اور مجتہدوں کا تو یہی فتویٰ ہے کہ یہ دارالاسلام ہے اور حب یہ دارالاسلام ہو تو بھریاں جہاد کرنا کیا معنی؟ بلکہ عزم جہاد اپنی جگہ ایک گناہ ہے بڑے گناہوں سے اور جن کے نزدیک یہ دارالحرب ہے جیسے بعض علماء ردی و غیرہ ان کے نزدیک بھی اس ملک میں رہ کر اور یہاں کے حکام کی رعایا اور امن و امان میں داخل ہو کر کسی سے جہاد کرنا ہرگز روا نہیں۔ حب تک کہ یہاں سے ہجرت کر کے کسی دوسرے ملک اسلام میں جا کر مقیم نہ ہو۔ عرض یہ کہ دارالحرب میں رہ کر جہاد کرنا اگلے پچھلے مسلمانوں میں سے کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں ہے۔ ملاحظہ فرمادیں

وہابیہ صفحہ ۱۵

قارئین کرام یہاں ہم نے صرف اہل حدیثوں کے اکابر کے چار حوالہ جات پیش کئے ہیں کہ وہ ہندوستان کو دارالاسلام مانتے تھے اکابر دیوبند نقانوی صاحب اور دیگر حضرات کے حوالہ جات بھی ہندوستان کے دارالاسلام ہونے اور دارالحرب نہ ہونے پر موجود ہیں۔ اختصار کی وجہ سے ہم یہاں نقل نہیں کر رہے۔

اکابر اہل حدیث کے نزدیک جہاد انگریز کے

خلاف حرام تھا!

۱۔ قارئین کرام غیر مقلدوں وہابیوں کے پیشوا شیخ اکل میاں مذہب حسین صاحب لکھتے ہیں کہ علاوہ بریے ہم لوگ مواحد ہیں، سرکار سے

جہاد کیا ہوا ہے، پھر کہیں کہ جہاد کے خلاف کر سکتے ہیں۔ عہد شکنی کی بہت مذمت حدیث میں آئی ہے۔ ملاحظہ فرمادیں نذیریہ صفحہ ۱۴، ج ۳۔

۲۔ ایک سوال کے جواب میں میاں صاحب لکھتے ہیں کہ ہندوستان میں شوکت و قوت اور قدرت سلاح و آلات مفقود ہے اور ایمان و ایمان یہاں سے موجود ہے۔ پس جب کہ شرط جہاد کی اس دیار میں معدوم ہوئی تو جہاد کرنا یہاں سبب ہلاکت اور معصیت کا ہوگا۔

اعلیٰ حضرت نے تو صرف یہ فرمایا تھا کہ جہاد واجب نہیں مگر غیر مقلدوں کے پیشوا کہتے ہیں گناہ ہے بڑے گناہوں سے۔

۳۔ نواب صدیق حسن خان پیشوائے غیر مقلدینے وہابیہ لکھتے ہیں اور حب ہندوستان دارالاسلام ہے تو یہاں جہاد کا کیا مطلب؟ بلکہ گناہوں میں سے ایک گناہ اور کبڑا میوے سے ایک کبیرہ ہے، ملاحظہ فرمادیں وہابیہ صفحہ ۱۵، مؤلفہ نواب صدیق حسن خان صاحب۔

۴۔ ساری دنیا میں کوئی معتقد اس امر کا نہیں کہ جہاد قتال خانہ کی کار انگلیش سے جائز ہے، دوسرے سے نہیں، برگز نہیں، اس لئے کہ شرطیں اس عمل کی تمامہ مفقود ہیں اور جمع ہونا ان شرطوں کا اور ضابطوں کا نہایت دشوار ہے۔ (ترجمان وہابیہ صفحہ ۱۵)

۵۔ جتنے لوگوں نے قدر میں شرفاد کیا اور حکام انگلیش سے برسرِ عناد ہوئے وہ سب مقلدین مذہب حنفی تھے نہ متبعان حدیث نبوی۔ اس عبارت میں نواب صاحب نے اقرار کیا ہے کہ اہل حدیثوں نے انگریز کے خلاف غدار نہیں کیا، جنہوں نے کیا وہ حنفی تھے۔

۶۔ اسی طرح زمانہ نذر میں جو لوگ سرکار انگریزی سے رٹے اور عہد شکنی کی

وہ جہاد نہ تھا فساد تھا۔ ملاحظہ ہو حوالہ کے لئے ترجمانِ وہابیہ صفحہ ۲۵، ۲۶۔

۷۔ کوئی فرقہ ہماری تحقیق میں زیادہ تر خیر خواہ اور طالبِ امن و امان و آسائش رعایا کا اور قدر شناس ہندوستان کو رنٹ کا اس گروہ سے نہیں ہے جو آپ کو اہل سنت و حدیث کہتا ہے اور کسی مذہب خاص کا مقلد نہیں ہے حوالہ ملاحظہ ہو ترجمانِ وہابیہ صفحہ ۵۷۔

۸۔ سید احمد نے اپنے جہاد کے چہرے سے پردہ اٹھاتے ہوئے کہا ہے کہ: ”سرکارِ انگریز تو شکرِ اسلام ہے۔ مگر مسلمانوں پر کوئی ظلم اور تعدی نہیں کرتی اور نہ ان کو فرائض مذہبی اور عبادتِ لازمی سے روکتی ہے ہم ان کے ملک میں اعلانیہ و غلطی کرتے ہیں اور ترویجِ مذہب کرتے ہیں وہ کبھی مانع و مزاحم نہیں ہوتی۔ بلکہ اگر ہم پر کوئی زیادتی کرتا ہے تو اس کو سزا دینے کو تیار ہے۔ پھر ہم سرکارِ انگریز پر کس سبب سے جہاد کریں اور اصولِ مذہب کے خلاف بلا وجہ طرفین کا خون گرا دیں۔ ملاحظہ ہو حیاتِ سید احمد شہید صفحہ ۱۰۷ مولفہ مولانا جعفری تھانی سہری۔“
قارئینِ کرام ان مندرجہ بالا حوالہ جات سے درج ذیل موثبات ہوتے ہیں:-

۱۔ اہل حدیث، انگریز سرکار کے معاہدہ تھے۔ سرکارِ انگریز سے عہد کیا ہوا تھا اور عہد شکنی مذموم اور بُری چیز ہے۔ اس لئے انگریز کے خلاف جہاد کرنا مذموم اور بُری چیز ہے۔

۲۔ انگریز کے خلاف جہاد کرنا سببِ ہلاکت اور گناہ ہے۔

۳۔ ہندوستان دارالاسلام ہے اس لئے انگریز کے خلاف جہاد کا کوئی مطلب

ہی نہیں بلکہ یہ گناہ کبیرہ ہے۔ اہل حدیث، اکابر کے نزدیک۔

۴۔ ساری دنیا میں انگریز کے خلاف جہاد کے جواز کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔

۵۔ انگریز کے خلاف جہاد حقیقیوں نے کیا ہے اہل حدیثوں نے نہیں کیا، نہ عذرِ جہاد

۶۔ انگریز کے خلاف جہاد لڑے وہ جہاد نہ تھا فساد تھا۔

۷۔ اہل حدیثوں سے بڑھ کر اور کوئی فرقہ انگریز حکومت کا خیر خواہ نہیں تھا

سب سے بڑھ کر بھی اہل حدیث انگریز کے خیر خواہ تھے۔

۸۔ انگریز نے مسلمانوں پر کوئی ظلم و زیادتی نہیں کی کہ جو ظلم ہم پر ظلم و زیادتی کرتا

ہے تو انگریزوں کی حکومت اس کو سزا دینے کو تیار ہوتی ہے یعنی اہل حدیث کی

کی طرف داری کرتی ہے۔

۹۔ انگریز کے خلاف لڑنا بلا وجہ طرفین کا خون بہانا ہے یعنی جو انگریز کسی مسلمان کے ہاتھ

سے مرے گا تو یہ بھی بلا وجہ ہوگا۔ اور جو اہل حدیث مرے گا تو یہ بھی بلا وجہ ہوگا

دیکھو جہاد اور شہادت کا کیا معنی؟

قارئینِ کرام ان ۹ عدد نتائج پر خود غور کر لیں۔ کیا سابقہ مذکورہ حوالہ جات سے

یہ ثابت ہوتے ہیں یا نہیں اور ان سے کیا یہ ثابت نہیں ہوتا کہ دنیا میں اہل حدیث کے

سوا سب سے بڑا و فادارِ نمک خوار اور سب سے بڑا ایجنٹ اور کوئی نہیں۔

گزرا۔ یہ فرقہ ہی اصل و فادار تھا، اصل نمک خوار تھا اور واقعی اصلی ایجنٹ تھا۔

انگریز سرکار کا۔

۱۰ مدعی لاکھ بھی بھاری ہے گواہی تیری

نوٹ ہے:- قارئینِ کرام قبل ازیں ہم نے بحوالہ نقل کیا ہے کہ اعلیٰ حضرت کو انگریز

کے کشتہ کی طرف سے ۳۵ مرلے زمین کی پیشکش ہوئی۔ مگر آپ نے اس کو رد

کرتے ہوئے فرمایا انگریز اپنی ساری حکومت بھی مجھے دیدے تو وہ میرا ایمان نہیں

خرید سکتا۔ مگر غیر مقلدوں کے بہت بڑے وکیل و عالم و پیشوا امریکی زبانیں سنئے کر رہے ہیں کہ اراضی جو خدا تعالیٰ نے گورنمنٹ سے مجھے دلائی ہے، چار مرلے ملے۔ ملاحظہ حوالہ اشاعت السنۃ، ج ۱۹، شمارہ نمبر ۹، ص ۲۴۴۔ کہاں وہ اعلیٰ حضرت کا ایسا جس کو ۱۳۵ مرلے دے کر بھی انگریز خرید سکا اور کہاں یہ وٹائی گروہ کا ایمان چار مرلے زمین پر کب گیا۔ مگر یہ فرق ضرور تھا۔ ایک عاشق رسول تھے۔ دوسرا اس دولت سے محروم تھے مگر ان کے جعلی ایمان کی قدر و قیمت کیا ہو سکتی تھی؟

فاریں کرام ان حوالہ جات سے واضح ہو گیا ہے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نہیں بلکہ غیر مقلد و ملبوس کے اکابر و پیشواؤں کے بیانات کی روشنی میں سے اہل حدیث و مابنی ہی انگریز کے ایجنٹ اور حامی تھے۔ اور اعلیٰ حضرت بحمدہ تعالیٰ ان کے کٹر دشمن اور سخت و شدید مخالف تھے اور ان سے سخت نفرت کرتے تھے اگر اس موضوع پر مزید تفصیلی بحث کا مطالعہ کرنا ہو تو علامہ عبدالحکیم شریعت قادری صاحب کی کتاب ”اندھیرے سے اجالے تک“ اور شیشے کے گھر کا مطالعہ کر لیں ہم نے اختصار کے پیش نظر چند حوالہ جات پر اکتفا کیا ہے۔

ہمارا چیلنج ہے کہ غیر مقلد و مابنی بے ضمیر کے حامی کو جواب دہ کہ کسی بھی میں آکر اعلیٰ حضرت کا انگریز کا ایجنٹ نہ ہونا ثابت کریں اور پچاس ہزار روپے انعام حاصل کریں۔ یا پھر اتنے ہی انعام کا چیلنج ہم کو دے کر دیکھیں۔ پھر ہم عدالت میں ان کے اکابر کا انگریز کا ایجنٹ و حامی و فادار، تنک خوار ہونا ثابت کریں ان کی کتابوں سے انشاء اللہ تعالیٰ۔

اور یہ کہنا کہ فاضل بریلوی کے حامی حضرات ان کے مخالف ہو گئے اور وہ ان سے متخلف ہو گئے تھے اس وجہ سے کہ وہ بھی یہی سمجھے کہ آپ انگریز کی حمایت کرتے ہیں تو یہ کوئی وزنی دلیل نہیں ہے بلکہ سرے سے کوئی دلیل نہیں ہے۔ اس لئے کہ

بعض اراوت مندوں اور عقیدت مندوں کا بعض دفعہ غلط فہمی کا شکار ہو کر متغیر ہو جانا بدظن ہو جانا امر واقعہ ہے مگر اس کو الزام کی صداقت کی دلیل نہیں بنایا جاسکتا۔ کیا بعض اہل اسلام کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں اسلام سے پھر جانا، منہ پر جانا اور مرتد ہو جانا ثابت نہیں ہے۔ یقیناً ثابت ہے پھر کیا ان کے ارتداد کو انحراف کو منقہ کو دلیل بنا کر کہا جاسکتا ہے کہ اسلام اور بانی اسلام میں کوئی کمزوری تھی؟ راہ العیاذ باللہ تعالیٰ،

اسلام اور بانی اسلام کے متعلق جو کچھ مرتدین، متغیرین، متفقرین نے کہا ہے اور جس کو وجہ ارتداد، وجہ انحراف، وجہ متفقر بنایا ہے وہ صحیح و درست ہے؟ مگر کہ نہیں، قطعاً غلط، باطل و مردود ہے۔ اگر ان کے ارتداد و انحراف و متفقر کو ادعاء مذکور کی دلیل بنانا غلط ہے تو یقیناً اعلیٰ حضرت سے متفقر، انحراف اور بدظن ہونے والوں کا خیال بھی باطل، مردود اور سونٹکی کے سوا کچھ نہیں تھا۔ جس کو اس الزام کی دلیل بنانا قطعاً غلط اور محض جھوٹ ہے۔

ایک اعتراض

بعض نے صفحہ ۴ پر یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ انہوں نے وصایا شریف میں اپنے ماننے والوں کو یہ وصیت کی ہے کہ میرے دین اور میرے مذہب کو مضبوطی سے پکڑے رکھو جو میری کتابوں سے ظاہر ہے اور اس پر ڈٹ جاؤ کیونکہ یہ تمام فرائض میں اہم فریضہ ہے۔ پھیٹے نہیں ہر طرف سے گھیر کر گمراہ کریں گے اور فتنے میں ڈالیں گے اور جہنمی بنائیں گے ان سے بچو خصوصاً دیوبندیوں سے۔

الجواب:- فاریں کرام اپنے ہم مسلک ہم جماعت، لوگوں کی خیر خواہی، سہمہ رخی کا تقاضا یہی ہے کہ ان کا قائد ان کا پیشوا ان کو صراطِ مستقیم پر چلنے کی

تلقین و تاکید کرے اور دشمن سے الگ رہنے کا حکم دے تاکہ اس کے بعد قوم گمراہ نہ ہو جائے اسی کے پیش نظر اعلیٰ حضرت نے یہ وصیت فرمائی ہے۔ اس میں کوئی اعتراض کی بات نہ تھی مگر دشمن بات کا متبطل بنانے میں لذت محسوس کرتا ہے چاہے ایمان کا بیڑا ترقی ہی کیوں نہ ہو جائے یہ اشارہ کرنا کہ ان کا دین و مذہب کوئی الگ و جدا دین و مذہب نہیں تھا جس کی تلقین کی ہے کہ وہ میری کتابوں سے ظاہر ہے توجہاً عرض ہے کہ میرا دین یا میرا مذہب کچھ کامقصد یہ نہیں کہ میں نے کوئی نیا دین یا مذہب گھر کر نہیں دیا ہے اس پر چلنا، بلکہ ان کا مقصد یہ تھا کہ میں جس دین و مذہب پر کار بند ہوں وہی دین اسلام اور وہی مذہب حق ہے جس کا حق ہونا میری کتابوں سے ظاہر ہے۔ یہی وہ دین ہے جس کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کی طرف سے لائے ہیں اور یہی مذہب حق ہے جس پر تمام بزرگان دین چلتے آئے ہیں۔ باقی میرا دین اور میرا مذہب کہنا ایسا ہی ہے جیسے صحاح ستہ کی صحیح احادیث میں مذکور ہے کہ قبر میں یکمیر نے صاحب قبر سے دریافت کرتے ہیں مَا دُنِيكَ يَزَادُنِي كُونِ سَابِے وہ جواب میں کہتا ہے دُنِيْكَ الْاِسْلَامُ اب یہاں یکمیر یہ نہیں کہتے مَا دُنِيْكَ يَزَادُنِيْ تَرِے رِبَا کا دین کیا ہے یا مَا دُنِيْكَ تَرِے سُوْلَتِ نہیں کہتے بلکہ مَا دُنِيْكَ کہتے ہیں۔ نیز دین کون سا ہے جواب میں وہ صاحب قبر یہ نہیں کہتا دُنِيْكَ تَرِے الْاِسْلَامُ یا دین نبی الْاِسْلَامُ یعنی میرے رب کا دین ہے یا میرے بنی کا دین اسلام ہے۔ بلکہ وہ کہتا ہے کہ میرا دین اسلام ہے۔ اگر یہاں یکمیر بنی اور صاحب قبر کے سوال و جواب میں یہ تعبیر قابل اعتراض نہیں تو پھر اعلیٰ حضرت کے کلام اور وصیت میں میرا دین اور میرا مذہب کہنا کیونکر قابل اعتراض ہے۔ الغرض کہ اعتراض بھی مبنی بر جهالت اور غفلت خیانت ہے۔ اور گمراہ فرقوں کو بھڑکے قرار دینا بھی قابل اعتراض نہیں ہے اس لئے گمراہ لوگوں کو قرآن کریم کے کالاتعام بل ہم اخل سے قرار دیا ہے یعنی یہ چاہیوں

سے بھی بدتر اور گمراہ تر ہیں اور حدیث مشکوٰۃ میں ہے ان الشیطان ذنب الانسان کذنب الغنم یاخذ الشاذلة والقاصیة والکاحیة الخ شیطان کی مثال انسان کے بھیڑیے کی ہے جیسے بکریوں کا بھیڑیا ہوتا ہے جو کھانا لیتا ہے اپنے ہم جنسوں سے نفرت کرنے والے کو، اور دُور بھاگنے والوں کو۔ مشکوٰۃ صفحہ ۳۔

ایک اور اعتراض

فاضل بریلوی نے آخری وصیت یہ کی ہے کہ اگر ممکن ہو تو ہر سفر میں دو باتیں باختم دلائیں اور درج ذیل اشیاء ختم میں شامل کی جائیں:-

- ۱۔ دودھ کا برف خانہ ساز اگر چہ بھینس کے دودھ کا ہو۔
- ۲۔ مرغ کی برائی - ۳۔ مرغ پلاؤ - ۴۔ بکری کا شامی کباب۔
- ۵۔ پاشے اور بالائی - ۶۔ فیرنی - ۷۔ ارڑ کی پھریری دال مع ادراک دلو از م
- ۸۔ گوشت بھری کچوریاں - ۹۔ سیب کا پانی - ۱۰۔ انار کا پانی۔
- ۱۱۔ سوڈے کی بوتل - ۱۲۔ دودھ کا برف اگر روزانہ ایک چیز ہو سکے،

یوں کر دیا کرو جیسے مناسب جائے۔ الخ صفحہ ۴

الجواب:- فارمین محترم بے ضمیر کامقصد یہ ہے کہ وہ پٹوتے ہر وقت کھانے کا شوق تھا۔ وفات کے وقت بھی یہی کچھ یاد رہا، کہ ختم دلائے کی تلقین کی ہے بکے تاکید کی ہے۔ حالانکہ اعلیٰ حضرت نے ظاہر ہے کہ یہ چیزیں خود تو سال کے بعد نہیں کھانی تھیں، ان کو تو ثواب کی سی امید تھی ان پاکیزہ چیزوں اور نعمتوں کو تو عراب و مساکین نے کھانا تھا جیسا کہ وصایا شریفہ کی لہری عبارت سے ظاہر ہے بلکہ صراحتہ مساکین کا ذکر کیا ہے کہ ان کو کھانا اور سنت کے مطابق بیٹھا کر کھلانا۔

آپ نے اپنی اولاد و اہل خانہ کو مساکین پر خرچ کرنے اور ختم دلانے کے بعد
کو کھلانے کی تلقین و تاکید فرمائی ہے۔ غریب مساکین سے ہمدردی فرمائی ہے چونکہ
خود زندگی میں خدا کی ایسی نعمت بھی کھاتے تھے اس لئے وہی نعمتیں خدا کے نام پر
وصال کے بعد بھی دینے کی اور مساکین کو کھلانے کی تلقین فرمائی ہے۔ اپنی پسندیدہ
اشیاء و خورد و نوش کا ذکر فرما کر لوتہ تنالوا لیسراحتی تنفقوا مہمتا
تجبون کو بوقت وصال بھی فراموش نہیں کیا بلکہ اس وقت بھی یاد رکھا ہے
یہ تو آپ کے محبت فقر اور مساکین پر کرنے کی علامت ہے اور انفاق فی
سبیل اللہ کی ایک صورت ہے جو خدا کی پسندیدہ چیز ہے مگر کیا کیا جائے۔
تقصیب اور عداوت اور کینہ انسان کو اندھا کر دیتا ہے۔ حتیٰ اور پس کو دیکھنے
نہیں دیتا۔

اعتراف :- بریلوی مکتبہ فکر کے اعلیٰ حضرت کی وفات ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ
مطابق ۱۹۲۱ء ۶۸ برس کی عمر میں ہوئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ جناب بریلوی کے جنازہ میں
قابل ذکر حاضرین نہیں ہوئی قرآن و شواہد سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ عوام نے ان کے
جنازہ کو خاص اہمیت نہیں دی کیونکہ عوام ان کی شدت لین کی تکفیری فتویٰ اور
انکیزیکی مخالفت نہ کرتے کی جدوجہد سے ان سے متنفر ہو چکے تھے اور اس متنفر کا
اخراج ان کے اپنے مصنف ڈاکٹر مسعود دوم العیش کے مقدمہ میں کیا ہے۔
دلائل و دواہم العیش ص ۵۸

الجواب :- جہاں تک بعض لوگوں کے متنفر ہونے کا تعلق ہے تو اس کا
جواب گذشتہ صفحات میں دیا جا چکا ہے۔ باقی رہا یہ کہ جنازہ میں کثرت ہجوم تھا یا
نہ تھا تو ازل تو خود ظہیر بے ضمیر صاحب اقرار کرتے ہیں کہ اس سلسلہ میں ہم کوئی حتمی
بات نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ بلا دلیل کوئی حکم لگانا ہم مناسب نہیں سمجھتے بلکہ ہم یقینی بات

کی طاقت نہیں رکھتے۔ کیونکہ ہم نے التزام کر رکھا ہے کہ کوئی غیر ثابت شدہ
بات نہیں لکھیں گے۔ البریلویہ ص ۱۴۵ اس عبارت سے ثابت ہو گیا ہے کہ بے ضمیر
پاس اپنے قول مذکور پر کوئی دلیل نہیں ہے جس بات پر ان کے پاس دلیل نہیں
اس کو پھیلنے کی آخر کیا ضرورت تھی۔

ثانیاً یہ منقول نہ ہونے کو قرینہ اور شاہد بنا بھی جہالت کی علامت ہے عدم
علم، عدم وجود کی دلیل نہیں ہے نہ اس کو قرینہ اور شاہد بنا سکتے ہیں جیسا کہ اہل علم
سے مخفی نہیں ہے۔

ثالثاً جنازہ میں سے حاضرین کی قلت کو عدم مقبولیت عند اللہ کی دلیل بھی نہیں
دیا جا سکتا۔ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو رات و رات حضرت علی نے دفنا
دیا تھا کہاں بڑا ہجوم تھا۔ جنازہ میں پھر بعض شہداء کرام کو سرے سے جنازہ نصیب
ہی نہیں ہوتا۔ کیا اس کو ان کی عند اللہ عدم مقبولیت کی دلیل بنا جا سکتا ہے؟ ہرگز
نہیں۔ فسا ہو جو ابک ہو فسا ہو جو ابک ہو۔

مبالغات کا جواب

قارئین کرام ظہیر بے ضمیر نے البریلویہ کے صفحہ ۵۵ تک مبالغات کے
مذہب میں چند اقوال و اراوت مندوں کے نقل کرنے کے بعد انہی صفحات میں بریلوی
کے زعماء و اکابر کے تراجم و مختصر حالات زندگی بیان کئے ہیں۔ بعض حضرات کی
خواہیں بھی اس سلسلہ میں نقل کر کے اعتراض کیا ہے کہ یہ مبالغے حقیقتاً غلط ہیں۔
ان کی حقیقت کوئی نہیں ہے۔ امام احمد رضا خان کو حضور کا معجزہ بھی کہا گیا ہے۔
امام احمد رضا خان کو دیکھ کر صحابہ کو دیکھنے کا مشورہ ہو گیا وغیرہ وغیرہ تو تاریخی کرام



ہر بات اور ہر سوال کا جواب بمنہ و اختصار کے ساتھ عرض کرتے ہیں۔ خود فیصلہ پھر ان کے اپنے مبالغات کا ایک نمونہ بھی پیش کیا جائے گا۔

۱۔ حجب جناب احمد رضا کا جنازہ اٹھایا گیا تو کچھ لوگوں نے دیکھا کہ اسے فرشتے اپنے کندھوں پر اٹھا کر کھا ہے رجبوالہ انوار رضا صفحہ ۱۲ اور روحوں دنیا مقدمہ صفحہ ۲۲

الجواب۔ اس میں کیا قباحت ہے کیا ایسا ناممکن اور محال ہے؟ یہ محال عقل ہے یا محال شرعی ہے؟ کم از کم اس احتمال پر کوئی دلیل تو دی ہو اگر محال عادی کہیں تو ظاہر ہے کہ محال عادی کے لئے ضروری نہیں کہ وہ عقلاً و شرعاً بھی محال ہو اور جب تک عقلاً و شرعاً محال ثابت نہ کیا جائے اعتراض بے جا و فصول ہے۔ آخر احادیث صحاح ستہ میں موجود ہے کہ اہل ایمان کے جنازہ میں ملائکہ کرام کی حاضری ہوتی ہے۔ اگر عشاقی رسول کے جنازہ کو وہ اٹھالیں تو کون سا محال ہے۔ یہ اعتراض بلا دلیل ہے، اس لئے قابل التفات نہیں ہے۔

اعتراف۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کی ایک جماعت میں بیٹھے تھے۔ ہر بلوی صاحب کی انتظار میں کیونکہ جب ان کی خاموشی اور اصحاب کی خاموشی کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا ہم ہر بلوی کی انتظار کر رہے ہیں تاکہ وہ (البریل تیس صفحہ ۴۷)

الجواب۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ واقعہ خواب کا ہے کسی عرب نے یہ خواب دیکھا تھا۔ آپ کے وصال کے بعد جس کے بعد ان عرب صاحب کو اعلیٰ حضرت کی زیارت کا شوق پیدا ہوا وہ ہندوستان آئے تو معلوم ہوا کہ ان کا وصال ہو گیا ہے۔ بعد میں معلوم ہوا۔ ان کی تاریخ وصال ۲۵ صفر ہے۔ خواب بھی ۲۵ صفر ہی کو دیکھا تھا۔ ایسا خواب دیکھنا شرعاً بھی ناممکن نہیں اور عقلاً بھی محال نہیں

اس میں تو ہمیں کاکوئی پہلو بھی ممکن نہیں۔ کیونکہ یہ آپ کی شفقت و رحمت ہے کہ آپ ہم کو سید فرماتے ہیں اس کو اسی طرح بھی نواز دے تو شفقت و رحمت کی بات ہے اپنے غلاموں کو خواب میں یا بیداری میں نوازتے ہیں۔ ایسے خواب کے احتمال عقل یا شرعی پر کوئی دلیل پیش کئے بغیر اعتراض کرنا اعتراض برائے اعتراض تو ہو سکتا ہے مگر بلنی بصدقت نہیں ہو سکتا۔

اعتراف۔ وصایا شریف میں حسین رضا کا بیان ہے کہ تاجدار و نیر علی اللہ علیہ السلام کے قربان، مدنیہ طیب سے سرکاری عطا، رزم زم شریف اور مدنیہ کا عطر عین شریف شریف کے وقت پہنچا۔ وصال محبوب کے لئے وہ آپ کی خوشبوؤں سے پسے ہوئے سوار سے (وصایا شریف صفحہ ۱۹، بریل تیس صفحہ ۴۷)

الجواب۔ یہ بھی آپ کی شفقت اور رحمت کا نتیجہ ہے۔ ایسا کر م کرنے میں خرقہ قباحت کیا ہے۔ اپنے غلاموں کو آقا کا نوازا بیدار عقل نہیں ہے۔ ایسا نہ ہو سکتے پر تو کوئی عقلی دلیل پیش کی ہے اور نہ ہی شرعی دلیل لائے ہیں محض مبالغہ قرار دے کر دیکر دنیا کافی نہیں ہے۔ دلائل کے میدان میں دلائل لانا ضروری ہے۔ دلائل کے بغیر اس میدان میں آنا جہالت و حماقت ہے۔

اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبر پر حاضری دینے والے کو قبر انور سے قد غفرلہ کی بشارت سنا سکتے ہیں (جیسا کہ تفسیر ابن کثیر صفحہ ۱۷۱ میں اور ایسے ہی بعض دیگر خبر کتابوں میں مذکور ہے) ملاحظہ ہوا بنی کثیر کی عبارت۔

عن ابی بنی قال: سمعت جالساً عند قبر البقی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فجاہد اعلمی فقال السلام علیک یا رسول اللہ سمعت اللہ یقول روکوا انکم اذ ظلموا لا یتیم، وقد جئتک مستغفراً الذی فی مستغفراً بک لای ماتی ثم انشأ بقول یا خیر من دخت بالقاع اعظم، طاب من طیب موت القاع والا کم

لَفْسِي الْفَدَا بِقِيَادَتِكَ سَأَلْتُكَ فِيهِ الْعَفَاةَ وَفِيهِ الْجُودَ وَالْكَرَمَ - ثُمَّ
الْمُصْرَفَ الْأَعْلَى فَعَلَيْتَنِي عَيْنِي فَلَمَّ بِتِ الْبَقِيَّةَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللَّهُ
فِي الْمَوْجُودِ فَقَالَ يَا عَتِي الْحَقُّ الْأَعْلَى لِي فَبَشَّرَهُ اللَّهُ أَنَّهُ قَدْ غُفِرَ لَكَ
إمام بنی کلبیان ہے کہ میں قبر رسول کے پاس بیٹھا تھا اچانک ایک اعرابی آیا اور
حضور کی خدمت میں سلام عرض کیا۔ پھر کہنے لگا کہ میں نے سنا ہے کہ خدا فرماتا ہے
اپنی حاجت سے ظلم کرنے والے آپ کے پاس آئیں اور خدا سے بخشش مانگیں اور رسول
اس کی سفارش کرے تو خدا کو بہت توبہ قبول کرتے والا۔ اور مہربانی پائیں گے۔
یا رسول اللہ میں آپ کے پاس اپنے گناہوں کی بخشش کے لئے آیا ہوں۔ آپ کو اپنے
رب کے پاس شفیق بنانا ہوں۔ پھر یہ شعر کہے:-

اے وہ ذات جس ذات کو دینے ہی میں وقف کر دیا گیا ہے اور دینہ اور
گرد و نواح اسکی خوشبو سے ملبہ اٹھتے ہیں۔ میری جان فدا ہو اس قبر پر جس میں
آپ جلوہ گر ہیں، جس میں عفا اور جود و کرم ہے پھر دیہاتی واپس سوا۔ میری
آنکھوں پر نیند غالب ہو گئی تو میں نے حضور کو دیکھا۔ آپ نے فرمایا اے عتی اس
دیہاتی کو جاکر خوشخبری سنا دے کہ اس کے گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں۔ تو اپنے
کسی مقام کے ذریعے کسی جان نثار کے لئے نرم و عطر دینے کیونکر ناممکن ہے جو اس کے
استغناء کا مدعی ہے وہ اس پر دلیل پیش کرے۔ کیونکہ بلا دلیل کوئی دعویٰ قابل
قبول نہیں ہے۔

صحابہ کرام کی گستاخی کا الزام اور جواب

ایک بریلوی نے کہا کہ:-

”میں نے بعض مشائخ کو کچھ سننا ہے کہ امام احمد رضا کو دیکھ کر صحابہ کرام

کی زیارت کا شوق کم ہو گیا۔

ملاحظہ ہو البریلویہ صفحہ ۳۳ بحوالہ وصایا شریف صفحہ ۲۴ ترتیب حسین رضا

الجواب:-

تاریخ کرام بیان کسی بریلوی عقیدت مند نے یہ نہیں کہا کہ ان کو
دیکھنے سے صحابہ کی زیارت کا شوق کم ہو گیا بلکہ یہ کہا ہے کہ شوق کم ہو گیا۔ مطلب یہ
کہ قتل اور ایک حد تک اطمینان حاصل ہو گیا اس میں کوئی گستاخی کا پہلو موجود نہیں
ہے۔ حدیث میں ہے کہ بعض اللہ کے ایسے بندے ہیں جن کو دیکھ کر خدا یاد آجاتا ہے
یا بعض روایات میں ہے کہ عالم دین کو دیکھنا بھی عبادت ہے جیسا کہ بعض روایات بعض
کتب حدیث میں ملتی ہیں اور مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۴ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے فرمایا ان فضل العالم علی العابد کی کفایت علی آدنا گھہ۔ عالم کی فضیلت

عابد پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ پر۔ یہاں تشبیہ سے مراد مساوات
نہیں اسی طرح دہان بھی صحابی سے مساوات مراد نہیں بلکہ صرف تشبیہ ہے کہ اٹنے کو
دیکھنے سے بھی ایک گوند نسل اور اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ اس کو خواہ مخواہ تو میں صحابہ
پر بنی سمجھنا پر لے درجہ کی جہالت اور مذہبی تعصب کا نتیجہ ہے۔

اعتراف اس سے اور یہ کہ کسی بریلوی نے کہا کہ گزشتہ دو صدیوں میں ایسا جامع
عالم نظر نہیں آیا کہ البریلویہ بحوالہ وصایا شریف صفحہ ۲۴

اور یہ کہ آپ کی علمی جہالت اور علمی کمال کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ وہ اپنے علم اور
اصابت رائے میں منفر د تھے۔ اور یہ کہ انہوں نے دین کی تعلیمات کو از سرے نوزندہ
کیا۔ البریلویہ صفحہ ۳۳ بحوالہ شرح الحقوق۔

الجواب:-

تاریخ کرام میں ہے کہ یہ کہا ہے کہ گزشتہ دو صدیوں میں ایسا جامع
عالم نظر نہیں آیا۔ یہ بے فہم کے کی نگاہ میں تو مبالغہ ہو سکتا ہے مگر اس قول کے قائل
کے نزدیک ناممکن ہے کہ یہ مبالغہ پر مبنی نہ ہو کیونکہ بہر حال یہ ممکن ہے۔ کہ ان کی معلومات

کے مطابق ایسا ہی ہو چکا کہ انہوں نے سمجھا ہے اور حقیقت یہی ہے کہ اعلیٰ حضرت کی شخصیت فی الواقعہ قائل مذکور کے نزدیک بے مثال ہی تھی۔ گذشتہ دو صدیوں میں اور یہ کہ آپ کی علمی جلالت اور علمی کمال کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ یا آپ علم اور احسان رائے میں منفرد تھے تو یہ بھی بجا ہے کیونکہ قائل کی مراد یہ ہے کہ آپ اپنے زمانے میں بے نظیر اور اپنے زمانے کے علماء میں منفرد تھے۔ یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ساری دنیا میں آپ بے نظیر اور منفرد تھے تاکہ اولین و متقدمین پر ترجیح لازم آئے اور یہ کہا کہ آپ نے دین کی تعلیمات کو از سر سے نو زندہ کیا ہے تو یہ بھی مبالغہ نہیں۔ امر واقعہ ہے کہ چونکہ دین کی تعلیمات الخ یہ عبارت فقیدہ مہملہ ہے محصورہ نہیں ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے دین کی بعض تعلیمات کو زندہ کیا ہے اور وہ اعتقاد دی تعلیمات ہیں کیونکہ آپ کا تجدیدی کا نام یہی ہے کہ آپ نے عوام الناس کے گڑھے سے نکلنے کے لئے اصلاح فرمائی ہے اور وہابیوں و نجدیوں کی توحید شیطانی کو بے نقاب کر کے توحیدِ رحمانی کا تصور اجاگر فرمایا ہے اور یہ حق خالص ہے جس سے کسی کوئی ملاوٹ نہیں ہے۔

اعتراف: فتاویٰ رضویہ میں ہزاروں مسائل ایسے ہیں جن سے علماء کے کان بھی آشنا نہیں؟

(بہارِ شریعت جلد ۳، ج ۱ البریلو نیہ صفحہ ۴)

الجواب: یہ بھی کوئی مبالغہ نہیں بلکہ امر واقعہ ہے کیونکہ علماء سے اولاً مراد تمام علماء نہیں بلکہ بعض علماء ہیں کیونکہ یہ عبارت بھی قضیہ مہملہ ہے کلیہ نہیں ہے اگر تمام علماء بھی مراد ہوں تو آپ کے زمانے کے اور آپ کے بعد کے زمانے کے علماء مراد ہیں۔ اور یہ حقیقت واقعہ ہے ہرگز مبالغہ نہیں ہے۔

اعتراف: ایک اور بریلوی نے کہا کہ اگر امام ابو حنیفہ فتاویٰ رضویہ کو دیکھ لیتے تو ان کی آنکھ ٹھنڈی ہو جاتی اور اس کے مؤلف کو ایسے اصحاب میں شامل

کر لیتے۔ اور ایک اور بریلوی نے کہا کہ وہ تو اپنے زمانے کے ابو حنیفہ تھے، ایک اور نے کہا وہ ابو حنیفہ کی فطانت کے مالک تھے اجتہاد میں امام فصاحت کی منیا اور رازی کی عقل اور فاضل خان کے حافظہ کے مالک تھے۔

الجواب: اس اعتراض میں پہلی بات کا جواب یہ ہے کہ واقعی اگر امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ فتاویٰ رضویہ کو دیکھ لیتے تو ضرور خوش ہوتے، اور اس کے مؤلف کو اپنے اصحاب میں شامل فرماتے۔ اس میں کوئی مبالغہ نہیں ہے یہ حسن ظن ہے۔ فتاویٰ رضویہ سے اس کے مؤلف سے، اس کو مبالغہ قرار دینا جہالت ہے۔ باقی تینوں باتوں کا جواب یہ ہے کہ ابو حنیفہ تھے، نہیں کیا۔ اپنے زمانے کے ابو حنیفہ تھے۔ دونوں باتوں میں بہت بڑا فرق ہے عورت کی ضرورت ہے دوسرا یہ کہ ایک تشبیہ ہے اور تشبیہ میں مشابہہ کا مشابہہ یکے کے مساوی ہونا ضروری نہیں ہے جیسے زید شیر ہے میں یہ ضروری نہیں کہ زید کی شیر کی طرح چار ٹانگیں اور دم بھی ہو صرف شجاعت کی صفت میں تشبیہ مقصود ہے۔ اسی طرح یہاں استدلال کی قوت اور مسائل کے استخراج میں آپ کو حضرت امام سے تشبیہ دی گئی ہے وہ بھی من کل الوجہ نہیں بلکہ من وجہ ہے۔ اسی طرح فطانت و حیا و عقل میں تشبیہ دی گئی ہے نہ یہ کہ من کل الوجہ ابو حنیفہ ہیں۔

(العیاذ باللہ تعالیٰ)

اعتراف: بریلویوں نے اپنے اعلیٰ حضرت کو صدیق کا عکس قول حق میں عمر کا مظہر، باطل کی قیصر میں ذوالنورین کے کی صورت جو دورِ حرم میں اور ضرب باطل میں علی کی تنوار قرار دیا ہے۔

الجواب: یہ بھی کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہے مگر اندھے کو کیا پتہ۔ قول حق میں عکس صدیق ہونا ایک چیز ہے اور ہر بات میں عکس صدیق ہونا دوسری بات ہے اور ہر لحاظ سے عکس صدیق سے ہونا امر آخر ہے۔ یقیناً باتوں

میں بہت بڑا فرق ہے۔ پھر یہ بھی قابل غور ہے کہ صدیقے نہیں کہا کسی صدیقے کہا ہے
یعنی صدیقے کا یہ تو ہے اسی طرح عین فاروقے نہیں بلکہ مظہر فاروقی فرمایا ہے
عین فاروقی اور مظہر فاروقے ہونے میں بھی فرق واضح ہے۔ بعینہ ذوالنورین نہیں فرمایا
بلکہ ذوالنورین کی وصف جو دو کرم درجہ کی ایک صورت ہے جو ہر کو قابل اعتراض
نہیں ہے۔ اسی طرح باطل کی ضرب میں علیؑ کی تلواریں کہا ہے۔ عین علی یا مثل علی یا نظیر
علی نہیں کہا تاکہ اعتراض کے قابل ہو۔

کمال ہے جو لوگ اپنے بعض اکابر مثلاً سید احمد صاحب کے لئے کمالات نبوة
معنی نبوة مان رہے ہیں وہ اعلیٰ حضرت کے ماننے والوں کو مباغض آمیز میز کا الزام
دے رہے ہیں۔

ایک حوالہ ملاحظہ فرمائیے۔ مولوی اسماعیل دہلوی اپنی کتاب
"صراط مستقیم" فارسی صفحہ ۱۲۸ میں لکھتے ہیں کہ جو شخص ذات کا مراقبہ اس لحاظ سے
کرسے کہ وہ کمالات نبوة کا مشار ہے، اسے نبوت کے ایک معنی پر فائز کر دیں گے۔
جس کا وہ فی درجہ اچھی خواہیں ہیں، اسی طرح دوسرے درجے میں معنی رسالت کا اس
پر فیضان ہوگا اور اسے تعلیم، تنظیم اور غفلوں، جاہلوں اور معاندوں سے مناسطہ
کا الہام کیا جائے گا۔ تیسرے درجہ میں نافرمانوں سے سرکشوں کو ہلاک کرتے
اور اطاعت کرنے والے مخلصین کو انعام و اکرام کی ہمت قویہ بخشتے ہیں۔ دیکھا
آپ نے کیا لکھ دیا ہے۔ مراقبہ کے پہلے درجہ میں نبوت کا معنی، دوسرے درجہ میں
رسالت کا معنی، اور تیسرے درجہ میں نافرمانوں سے سرکشوں کو ہلاک کرنے اور مخلصین
کو انعام و اکرام سے نوازنے کی قوت قویہ بخشتے ہیں۔ یعنی آخر میں خدائی دے دی
جاتی ہے۔ ایک طرف تو یہ طاقت یہ کمال یہ قدرت مان رہا ہے اور دوسری طرف
تقویت الایمان صفحہ ۱۶۳ میں لکھا ہے کہ یعنی اللہ سے زبردست کے ہوتے ایسے

عاجز لوگوں کو بچارنا کہ کچھ فائدہ اور نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ محض بے انصافی ہے کہ ایسے شخص
شخص کا مرتبہ ایسے ناکارہ لوگوں کو ثابت کیجئے۔

دوسرا حوالہ۔ صراط مستقیم کے خاتمہ میں لکھا ہے کہ جانا چاہئے کہ حضرت
سید احمد بریلوی، ابتداء فطرت سے طریقی نبوت کے اجمالی کمالات پر یاد کیے گئے
تھے۔ "ملاحظہ ہو صراط مستقیم صفحہ ۱۶۴"

تیسرا حوالہ۔ "حصول بیعت" (بر دست شاہ عبدالعزیز صاحب) اور حضرت
شاہ صاحب کی توجہات کی برکت سے بڑے وقیع معاملات ظاہر ہوئے۔ ان عجیب
واقعات کے سبب سے وہ کمالات طریقی نبوت جو ابتداء فطرت میں اجمالاً مذکور
تھے تفصیل اور شرح کو پہنچ گئے۔ (صراط مستقیم صفحہ ۱۶۴ فارسی)

چوتھا حوالہ۔ ایک خواب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ایک دن ولایت
مآب حضرت علی رضی اللہ عنہ اور جناب سیدۃ النساء فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ
عنہما کو خواب میں دیکھا۔ جناب علی رضی اللہ عنہ نے حضرت سید احمد کو اپنے دست مبارک
سے غسل دیا اور ان کے بدن کو خوب اچھی طرح دھویا۔ جیسے باپ اپنے بیٹوں کو
غسل دیتے ہیں۔ اور جناب حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بہت قیمتی لباس
اپنے دست مبارک سے انہیں پہنایا۔ (ملاحظہ ہو صراط مستقیم صفحہ ۱۶۴ فارسی)

یہاں دہلوی صاحب کو یہ بات بھول گئی کہ میں اس خواب کے متن میں حضرت
علی کے لئے وصال کے بعد تعریف کی قدرت ثابت ہو رہی ہیں اور یہ بھی بھول گئے کہ
اس واقعہ میں خاتونِ جنت کی توفیق کا پہلو بھی نکل سکتا ہے۔ کیونکہ وہ سید صاحب
کے لئے نبوت کے کمالات کا راستہ کھولنے کی فکر میں لکھے تھے۔

پانچواں حوالہ۔ اس واقعہ کے سبب کمالات نبوت کے طریق کامل طور پر
جلوہ گر ہو گئے۔ اور ازلۃ انتخاب کہ ازل الازال میں پوشیدہ تھا، اُنھہ ظہور پر

پہنچا۔ اور اجمالی غایت اور بزرگانی تربیت کے واسطے کے بغیر ان کے حال کی کفیل ہو گئی۔ معاملات اور واقعات قوت اور تسلسل سے پیش آئے یہاں تک کہ ایک دن اللہ تعالیٰ نے سید صاحب کا ماتھے اپنی قدرت خاص کے ماتھے میں پکڑا اور امور قدرت میں سے بلند عجیب چیز حضرت کے چہرے کے سامنے کی اور فرمایا تمہیں یہ کچھ دیا ہے۔ اور بہت سی ضروری چیزیں بھی دوں گا۔ صراط مستقیم صفت فارسی چھٹا حوالہ :- القصہ ایسے ایسے صد واقعات اور معاملات پیش آئے یہاں تک کہ کمالات طریق نبوت انچی انتہائی بلندی کو پہنچ گئے اور الہام و کشف علوم حکمت تک پہنچ گئے۔ یہ ہے کمالات راہ نبوت کے حاصل کرنے کا طریقہ۔

ان عبارات و حواشی و اقتباسات میں اپنے پیرو مشد کے لئے منصب نبوت پر فائز ہونے کو کون مان رہا ہے۔ اہل سنت یا غیر مقلد و مانی سیکہ کشیدہ عبارات و جملے و الفاظ و کلمات نبوت کا معنی اور رسالت کے معنی کا حصول بھی مانا اور سرکشوں کو ہلاک کرنے کی طاقت فرمانبرداروں کے لئے انعام و اکرام بخشنے کی توفیق، سید صاحب کا ابتداء فطرت میں نبوت کے طریقہ کے اجمالی کمالات پر پیدا ہوتا اور پھر ان اجمالی کمالات کا مرتبہ تفصیل و شرح کو پہنچ جانا بھی مان رہے ہیں اور یہ بھی مان رہے ہیں کہ حضرت علیؑ نے سید صاحب کو اپنے ماتھے سے غسل دیا اور جناب خاتون سے جنت نے اپنے ماتھے سے لباس پہنایا اور پھر یہ کمالات نبوت کامل طور پر جلوہ گر ہو گئے اور یہ کہ ایک دن اللہ تعالیٰ نے سید صاحب کا ماتھا اپنی قدرت خاص کے ماتھے میں پکڑا اور پھر فرمایا یہ کچھ تم کو دے دیئے ہیں اور بھی بہت کچھ دوں گا یہاں تو ہم کلامی کا مشرف بھی مان لیا اور ایک طرف یہ کہ جس کا نام محمدؐ یا علیؑ ہے وہ کسی چیز کا مالک اور مختار نہیں نہ ذاتاً نہ عطاء اور یہاں اپنے پیرو مشد کے لئے بہت کچھ عطا ہونا مان رہے ہیں۔ کیوں کہ بے خیر کے حامیوں سے،

عاشقوں، دیوانوں، مبالغات آپ کو کبھی نظر نہیں آئے کیا یہ مبالغات ان مبالغات کے مقابلہ میں زیادہ وزنی نہیں وہاں تو صرف اپنے وقت کا اہل حقیقہ کہا گیا۔ اور رازی اور قاضی خان کی فطانت، ضیاء عقل، حافظہ کی بابت تھی اور یہاں کمالات نبوت و رسالت اور خدا سے ہم کلامی اور خدا کے ماتھے میں ہاتھ کا اُتات تسلیم کیا جا رہا ہے اور بھی بہت سے کمالات کے حصول کا وعدہ خدا کی طرف سے ہو رہا ہے۔

قارئین کرام خود غور کر لیں کہ بریلویوں کے مبالغے زیادہ تر وزنی ہیں یا دلیلیں خدائیوں کے، مبالغوں کی پست زیادہ بھاری اور وزنی ہے۔ وہ زیادہ خطرناک ہیں یا یہ زیادہ خطرناک ہیں۔ یہاں نبوت و رسالت اور خدائی پر فائز مانا جا رہا ہے۔

نہ تم صدمے نہیں دیتے نہ ہم فریادیوں کرتے
نہ کھلتے راز نہ رستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتی ہیں

ایک اور اعتراض

قارئین کرام بے خیر صاحب ص ۴ پر لکھتے ہیں کہ ایک بریلوی نے کہا، کہ بریلوی صاحب نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات میں سے ایک معجزہ ایک اور نے کہا کہ وہ زمین میں اللہ کی حجت تھے۔ یہاں دس مبالغات پورے ہو گئے ہیں..... الخ

الجواب: قارئین محترم جنابالت کا علاج ممکن ہے مگر نقص اور صدمہ کا کوئی علاج نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ معجزہ اس خارق عادت تھے کہ کہا جاتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نبی کے دعویٰ نبوت کے لئے بعد از تخیل و یعنی دلیل و معجزہ کے

مطلبہ کے بنی کے ہاتھوں پر کرتا ہے۔ اسی معنی میں خود بنی کی ذات بھی معجزہ نہیں
چھتاہے کیونکہ کوئی امتی معجزہ قرار پائے اس لئے معجزہ کا حقیقی معنی تو مراد ہو ہی نہیں سکتا
البتہ اس کا مجازی معنی مراد لیا جاسکتا ہے یعنی دلیل اور ہی یہاں مراد ہے بلاشبہ۔
اگر کائنات انہی دسماوی کی ہر چیز خدا کی قدرت اور سستی کی دلیل ہو سکتی ہے۔
جیسا کہ قرآن کریم میں ہے رَاقٍ فِی سَمٰوٰتِ السَّمٰوٰتِ وَ اَلْاَرْضِ وَ اَخْتِصٰی اِلٰی
وَ اَلْاَنْهٰرِ وَ اَلْاَنْهٰرِ فِی الْاَبْحٰرِ اَلَّتِیْ یَسٰی تَفْعُ النَّاسُ (الاکسیر)
اور ایسی ہی بعض دیگر آیات قرآنہ سے ثابت ہے تو اعلیٰ حضرت کا وجود قدرت
خداوندی کی بھی دلیل بنتا ہے۔ بایں طور مذکور بنابرین آپ کی ذاتِ صداقت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دلیل اور محبت میں اور اللہ کی محبت کو بنی
کی ذات پر منحصر کر دینا مذکور بالا آیت کریمہ اور ایسی دیگر آیات کے معانی اور خلاف
ہے البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ بنی کی ذات محبتِ اکمل اور محبتِ اعظم ہے مگر نفس
محبت کا انحصار ذاتِ بنی میں ہرگز درست نہیں ہے بلکہ جہالت ہے۔ اس
اعتراض کی تفصیل شائق نے ترجمہ میں لکھی تھی جس کا جواب عرض سے کر دیا ہے۔
تفصیلاً۔

ایک اور اعتراض

بے مزہ صاحب معصوم پر لکھتے ہیں کہ ہم گذشتہ صفحات میں یہ بیان کر چکے ہیں
کہ بریلوی حضرات اپنے مجدد اعلیٰ حضرت کو غلطیوں سے تبرا اور معصوم عنہ الخطا
تھے ہیں اور یہ عصمت تو انبیاء کرام کا خاصہ ہے اور انبیاء کرام کے علاوہ کسی اور
کو معصوم سمجھنا ختمِ نبوت کا انکار ہے یا انکار کے مترادف ہے۔

الجواب :- تمامین کرام یہ عبارت بھی منطقی طور پر قضیہ مہملہ ہے اور

موجب جزئیہ بنتی ہے۔ تنازعہ کے لحاظ سے کیونکہ غلطیوں سے پاک و تبرا ماننا
ایک امر ہے اور تمام غلطیوں سے تبرا ماننا امرِ اخیر ہے پھر خطاؤں سے معصوم ماننا
اور ہے اور گناہوں سے تبرا ماننا اور چیز ہے۔ انبیاء کرام گناہوں سے معصوم
ہوتے ہیں مگر خطا و لغزش و سہو و نسیان و ذلت کا امکان ہی نہیں بعض کا
بعض سے وقوع بھی ہوا ہے جو قرآن کریم سے بھی ثابت ہے۔ باقی رہا کیریلوی
حضرات اعلیٰ حضرت کو انبیاء کرام کی طرح معصوم مانتے ہیں یا معصوم سمجھتے ہیں۔
تبرہ جھوٹ اور صاف ہو اس ہے۔ صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی اعظمی
اعلیٰ حضرت کے خلیفہ نبوت کے متعلق عقائد کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :-
”بنی کا معصوم ہونا ضروری ہے اور یہ عصمت بنی اور ملک (فرشتے) کا خاصہ
ہے کہ بنی اور فرشتے کے سوا کوئی معصوم نہیں، اماموں کو انبیاء کی طرح معصوم
سمجھنا گمراہی و بددینی ہے عصمت انبیاء کے یہ معنی ہیں کہ ان کے لئے حفظ الہی
کا وعدہ ہو لہذا جس کے سبب ان سے صدور گناہ شرعاً محال ہے، بحکات آمد اکابر
اولیاء کے اللہ عزوجل انہیں محفوظ رکھتا ہے اور ان سے گناہ ہو گا نہیں اگرچہ ہوتو
شرعاً محال بھی نہیں۔ (ملاحظہ ہو بہار شریعت صفحہ ۱۱)۔

اس عبارت سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا ہے کہ اہل سنت حنفی
بریلوی کے نزدیک عصمت انبیاء ملائکہ کا خاصہ ہے، عصمت کسی اور کو حاصل نہیں
ہے تو پھر اعلیٰ حضرت کے لئے عصمت کا کون کر سکتا ہے۔ ثابت ہو گیا ہے۔
کہ یہ دشمن کا پروپیگنڈا سراسر جھوٹ پر مبنی ہے۔ لغتہ اللہ علی الکاذبین۔
اعلیٰ حضرت نہ تو گناہ سے انبیاء کی طرح معصوم تھے نہ خطا و لغزش
سے نہ سہو و نسیان و ذلت سے ہی معصوم تھے۔ البتہ معصوم کی بجائے محفوظ
تھے۔ گناہوں سے اور عصمت بمعنی المعروف خطا و ذلت و سہو و نسیان سے

تو انبیاء بھی معصوم نہ تھے۔ تو اور کون ہے جو ان سے معصوم ہو یعنی اصطلاحی معصوم کے ساتھ۔

ایک اور اعتراض

طہیر بنیہ صاحب صفحہ ۴ کے آخر میں لکھتے ہیں کہ بعض بریلوی کہتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے اپنے پیچین میں راستے میں کچھ طوائف کو دیکھا تو گرتے کا دامن اٹھا کر انکھول پر رکھ لیا جبکہ انہیں ان سے شرماء اور جب گرتے اٹھایا تو تنگے ہو گئے تو وہ طوائف ان پر ہنسنے لگی اور کہا کہ چہرہ تو تو نے ڈھاپ لیا مگر شرم گاہ کو شکا کر دیا تو آپ نے جواب دیا کہ جب انکھ بہکتی ہے تو دل بہکتا ہے اور جب دل بہکتا ہے تو شرم گاہ بہکتی ہے۔ جو لوگ ان کو مافوق البشر ماننا چاہتے ہیں ان سے سوال کرنا چاہیے کہ ان کو کیسے معلوم ہوا کہ وہ طوائف ہیں۔ نیز جن بچے کو اپنی شرم گاہ دھانپنے کا پتہ نہیں اس نے نظر و قلب اور ان کی تاثیرات علی المستر کو کیونکر جان لیا۔ ۱۶ صفحہ ۴

الجواب: قارئین کرام اللہ کی مخلوق ساری ایک جیسی نہیں بلکہ فطرۃ بھی متفاوت ہوتی ہے بعض حضرات میں فطری طور پر ایسی صلاحیتیں ودیعت کر دی جاتی ہیں جو دوسروں میں نہیں ہوتیں پھر بعض کمالات و جہی و بخشش بھی ہوتے ہیں جو بچپن میں ہی عطا ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ اِنِّیْ عِبْدُ اللّٰہِ اَتَنِیْ الْکِتَابَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا سَے اور وَفَّہُ شَہِدًا مِّنْ اَہْلِیْہِ۔ وغیرہ دلائل سے ثابت ہے۔ اعلیٰ حضرت کی ایسی صلاحیتوں پر پیچین میں ناگزیر ہونے کے عدم امکان پر کوئی شرعی دلیل موجود نہیں ہے۔ اس کے عدم امکان کو ثابت کرنے کے لئے بے ضمیمہ صاحب کو دلیل پیش کرنا ضروری تھی جو وہ نہیں کر سکے اس لئے یہ اعتراض مبنی پر جہالت ہے۔

اعتراض: بریلوی کہتے ہیں کہ امام احمد رضا کے علمی و دینی سے یورپ کے سائنسدان اور ایشیا کے فلاسفر لڑتے تھے۔ البریلویت صفحہ ۱۶۰ بحوالہ روحوں کی دنیا صفحہ ۲۴

الجواب:

اس دعویٰ پر ہم صرف اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کی کتاب جو حرکت و سکون زمین و آسمان کے موضوع پر چھپی ہوئی موجود ہے۔ اس کو اور اس کے علاوہ متعدد کتابیں جن کی تعداد تقریباً ایک سو ایک ایک سو پچاس کتابیں و رسائل تحریر فرمائے ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں:-

۱۔ نزول آیات قرآن بسکون زمین و آسمان۔

۲۔ فوز مبین در حرکت زمین۔

۳۔ قانون رعیت الہیہ۔

۴۔ طلوع و غروب کوکب قر۔

۵۔ رویت ہلال۔ اسکی تفصیل پڑھنا جو تو ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی،

ایم اے ایل۔ ایل۔ بی۔ پی۔ ایچ۔ ڈی ڈی کشنر چکوال کی کتاب قرآن سائنس اور احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مطالعہ بہت مفید رہے گا اور یہ ثبوت بھی ہے کہ

کہ اعلیٰ حضرت کس قدر سائنس میں ماہر تھے۔ ان کی اس موضوع پر متعدد کتابوں و رسائل کا وجود ہی دعویٰ مذکور کی دلیل ہے۔ یہ مبالغہ پر مبنی نہیں بلکہ حقیقت ہے۔

اعتراض: ایک بریلوی مبالغہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کو خدا داد

قوت حافظہ سے ساری چودہ سو برس کی کتابیں حفظ تھیں۔ ان کے بلند مقام کو بیان کرنے کے لئے اہل لغت لفظ پانے سے عاجز رہے ہیں۔ البریلویت صفحہ ۴۲ بحوالہ

روحوں کی دنیا صفحہ ۲۴ و انوار رضا صفحہ ۲۶۵

نیز حبیب اعلیٰ حضرت حج کو گئے تو مسجد خیت میں مغفرت کی بشارت دی گئی۔

حیات اعلیٰ حضرت ص ۱۲۲، انوار رضا ص ۲۳۵

الجواب: اعتراض کرتا تو افسانہ ہے مگر اپنے اعتراض کو قائم رکھنے اور پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے دلیل کی ضرورت ہوتی ہے اور دلیل یہاں کوئی پیش نہیں کی گئی۔ چودہ سو سال کی تمام کتابوں کا حفظ ہو جانے کا قوت خدا داد سے ناممکن نہیں ہے قوت خدا داد کی صراحت موجود ہے اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو قدرت پروردگار پر ایمان ہے تو یہ ماننا چاہیے کہ خدا کی عطا کردہ قوت سے کسی شخص کے لئے ممکن ہے کہ اس کو چودہ سو سال کی تمام کتابیں حفظ ہو جائیں جو اس کے استحکام شرعی یا عقلی کا قائل ہے دلیل کا پیش کرنا اس کی ذمہ داری ہے اور یہاں بے حمیر صاحب نے کوئی عقلی دلیل پیش کر سکتے ہیں اور نہ ہی کوئی شرعی دلیل لاسکتے ہیں مذکورہ استحکام پر لہذا یہ اعتراض بھی محض تعصب اور ہٹ دھرمی پر مبنی ہے۔ نیز یہ مبالغہ قرآن کا کون سی آیت یا کون سی حدیث کے خلاف ہے کیا یہ مبالغہ کفر ہے یا اگر کفر ہے تو اس کا کفر ہونا کس دلیل سے ثابت ہے۔ مسجد خیف میں مغفرت کی بشارت کا ملنا کسی مسلمان کو کیا یہ محال شرعی ہے یا محال عقلی ہے جو بھی ہے اس پر دلیل کی ہے۔ زیادہ سے زیادہ محال عادی ہو سکتا ہے۔ مگر کیا یہ محال عادی کا محال عقلی یا شرعی ہو نا ضروری ہے؟ ہرگز نہیں۔ لہذا جب تک اس کا استحکام عقلی یا شرعی ثابت نہ کریں، اعتراض مردود اور باطل ہے۔

اسناد حقیقی ذاتی اور عطائی اور اسناد مجازی کا

بیان

قارئین کرام! طہیر بے حمیر صاحب نے البریلو تہ کے ص ۹ پر لکھا ہے کہ بریلوی حضرت خان صاحب کو مجدد و سرور امام، مرشد و مالک و شافع اور ان کے گھر کو دارالشفاء۔ یہ کراہیوں نے اندھوں کو بینائی دی، گونگوں کو شننے کی قوت دی ہے

اور یہ کہ وہ نور الہی کی مشکوٰۃ اور حسین مصطفیٰ کا آئینہ اور خدا کے مشیروں میں سے مشیر تھے۔ الخ اور یہ کہ وہ قاضی الحاجات اور کاشف کروب، مشککاتش اور سائنس کوثر، قبر وحشر، نشر کے ساتھی اور غوث اور قطب الاولیاء اور خلیفہ مصطفیٰ بجز ہدی کے خضر اور معطل اور رزاق تھے وغیرہ وغیرہ، اور غوث بے شک اقطاب عالم بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں مگر کعبہ تیرے دروازے کا طواف کرتا ہے۔ الخ

قارئین کرام! مندرجہ بالا عربی الفاظ کا ترجمہ کی بجائے البریلو تہ کے مترجم ثناء نے اپنے ترجمہ کے ص ۹ پر بریلوی شاعر ایوب علی رضوی کے قصیدہ کے چند اشعار نقل کئے ہیں تاکہ بریلوی عقیدہ بقول ان کے زیادہ واضح ہو جائے، اور وہ اشعار یہ ہیں:-

انڈھوں کو بینا کر دیا ہر دے کو شننا کر دیا

دینے بنی زندہ کیا یا سیدی احمد رضا

امراض روحانی و نفسانی امت کے لئے دے تیار دارالشفاء یا سیدی احمد رضا

یا سیدی یا مرشدی یا مالکی یا ثنائی اے دستگیر راہنما یا سیدی احمد رضا

جب جانے کئی کا وقت ہوا اور رہ نہ تھی ٹھیکان کرے

حمد سے اسکے لے بچا یا سیدی احمد رضا

احمد کا سایہ غوث پر اور تجھ پر سایہ غوث کا اور ہم پہ ہے سایہ تیرا یا سیدی احمد رضا

احمد پہ ہو رہا کی رضا احمد کی تجھ پہ رضا

اور ہم پہ ہو تیری رضا یا سیدی احمد رضا

ایک اور شاعر ہرگز سرا ہے کہ

خلق کے حاجت روا احمد رضا ہے میرا مشکک کشا احمد رضا

کون دیتا ہے مجھ کو کس نے دیا جو دیا تم نے دیا احمد رضا
 دونوں عالم میں ہے تیرا امرا ہمارے مدد فرما شہنا احمد رضا
 حشر میں جب ہو قیامت کی تپش اپنے دامن سے میں چھپا احمد رضا
 جب زیبا نہیں سوکھ جایا میں پیاس سے جام کوثر کا پلا، احمد رضا
 قبر و حشر و نشر میں تو ساتھ دے ہو میرا مشکل کشا احمد رضا
 تو ہے دانا اور میںے تنگنا تیرا میں تیرا ہوں اور تو مرا احمد رضا
 (لغۃ الروح از ایوب رضوی ص ۴۸، ۴۹)

الجواب بخفیتی جواب

تفاریق کرام عربی الفاظ میں مجازاً، سردار، امام اور مرشد کا اطلاق آپ کی
 ذات پر قابل اعتراض نہیں ہے۔ ہر گروہ، ہر فرقہ، ہر جماعت اپنے بعض اکابر
 کو ان مناصب کے اہل سمجھتی ہے اور یہ زیادہ بحث کے قابل نہیں۔ کیونکہ اختصار
 مقصود ہے البتہ مالک و شافع کے الفاظ کی وضاحت ضروری ہے تاکہ کہنا کوئی
 جرم نہیں۔ کیونکہ ملک سے محکم مجازی مراد ہے۔ مجازاً مالک کہا جاتا ہے۔ ہزاروں
 انسانوں کو ہزاروں اشیاء کا مالک کہا جاتا ہے۔ کہتے ہیں فلاں فلاں گاؤں کا
 مالک ہے، فلاں اتنے مربوٹوں کا مالک ہے وغیرہ وغیرہ، تو جس طرح یہاں
 شرک نہیں ہوتا، اسی طرح اعلیٰ حضرت کو کسی کے مالک کہنے سے کوئی شرک نہیں
 ہوتا۔ کیونکہ ملک مجازی مراد ہے۔ اسی طرح شافع کہنا بھی کوئی قابل اعتراض نہیں
 ہے۔ احادیث میں ہے کہ کہتے بھی شفاعت کریں گے۔ ملاحظہ ہو حدیث
 مَنْ مَنَّ قَبُولَ اللَّهِ شَفَعْتَ الْمَلَائِكَةَ وَ شَفَعَ النَّبِيُّونَ وَ شَفَعْتَ

الْمُؤْمِنُونَ وَمَا يَقْبَلُ إِلَّا أَسْرَحُ السَّاحِدِينَ۔ قیامت کے دن، اللہ فرمایگا
 ملائکہ بھی شفاعت کریں گے، نبی بھی کریں گے، اہل ایمان کامل، بھی کریں گے، سوائے اجماع المؤمنین
 کے باقی نہیں رہا۔ اس حدیث میں میں ایمان کامل والوں کا شفاعت کرنا ثابت
 ہے۔ مشکوٰۃ صفحہ ۴۹، ج ۲۔ عن عثمان بن عفان قال قال رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوم القیمۃ ثلاثۃ انبیاء ثم العلماء
 ثم الشهداء، و ما قال ابی ماجہ مشکوٰۃ صفحہ ۴۹، ج ۲۔ حضور نے فرمایا کہ

قیامت کے دن تین قسم کے لوگ شفاعت کریں گے انبیاء پھر علماء پھر شہداء۔
 یوں ہی دیگر کلمات و الفاظ و جملے شریک یا نظم کے اندر جو اسناد پر مشتمل ہیں
 ان سب میں یعنی مشکل کشا، حاجت روا، معطی و رزاق وغیرہ مذکورہ کلمات
 میں اسناد حقیقی نہیں ہے بلکہ اسناد مجازی ہے۔ جیسا کہ انست الہدیٰ البطل میں
 انبات کی اسناد ربیع کی طرف مجازی ہے تلخیص الفتاح، محققہ المعانی، مطبوعہ
 میں مفصل بحث موجود ہے کہ اگر یہ جملہ کافر و غیر مسلم کی زبان سے نکلے تو یہ اسناد
 حقیقی ہوگی۔ کیونکہ اس کا کفر غیر مسلم ہونا اسناد حقیقی ہونے کا قرینہ ہے اور اگر
 یہی جملہ و کلام کسی مسلمان کی زبان سے نکلے تو یہ اسناد حقیقی نہیں بلکہ مجازی ہوگی
 کیونکہ اس کا اسلام قرینہ ہے۔ مجاز کا اسی طرح ان کلمات نہ تو نظم میں جو اسناد
 ہے وہ مجازی ہے حقیقی نہیں ہے۔ لہذا نہ یہ شرک ہے نہ بدعت، نہ حرام نہ مکروہ
 نہ ممنوع از خود اس کو اسناد مجازی کی بجائے اسناد حقیقی قرار دے کر شرک یا حرام
 وغیرہ قرار دینا سیئہ زوری اور مہیٹ دھرمی ہے۔ کوئی سنی، بریلوی ان کلمات
 میں ہرگز ہرگز اسناد کو حقیقی قرار نہیں دیتا۔ یہ اسناد مجازی خود قرآن کریم میں
 موجود ہے اُنَا سَؤْلُكَ لَاحِبْ لَكَ غَلَامٌ نَرَكِيَا۔ میں جبریل امین
 علیہ السلام کا آھیب واحد شکم کا صیغہ استعمال کر کے ہیبت کرنے اور خوش

کرنے کی نسبت واسناد اپنی طرف کرنا مجاز کی دلیل ہے اور اسی طرح اَنَا اَنْتَ
لَبَّاهُ قَبْلَ اَنْ يَنْتَدِرَ اَيْتُكَ طَرَفُكَ میں ایتان کی اسناد اپنی طرف
کرنا بھی مجاز پر مبنی ہے۔ احادیث سے بھی ثنائیں دی جاسکتی ہیں مگر اختصار
مقصود ہے۔ اسی طرح ان کلمات نشرو نظم میں جو اسناد ہے وہ مجاز
پر مبنی ہے۔ لہذا نہ شرک ہے نہ حرام نہ مکروہ وغیرہ اس کو شرک و حرام
قرار دینا وہابیوں، نجدیوں کی جہالت و حماقت ہے۔

اصولی بحث

قارئین کرام علماء اصول فقہ نے پانچ مقام ایسے بیان کئے ہیں جہاں حقیقت
متروک ہوتی ہے یعنی حقیقی معنی کلام کا مراد نہیں لیا جاتا بلکہ وہاں مجازی معنی مراد ہوتا
ہے۔ ایک مقام یہ ہے کہ عمل کلام حقیقی معنی کو قبول نہیں کرتا تو اس جگہ مجازی معنی
مراد ہوگا۔ اب ظاہر ہے کہ جو کلمات نشرو نظم منقول ہوئے ہیں ان کا عمل حضور علیہ السلام
یا غوث اعظم یا علی حضرت یا کوئی بھی ولی ہو سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ حضرات
اسناد حقیقی کے متحمل نہیں ہو سکتے یعنی یہ حقیقی مشکلائے حقیقی حاجت رد حقیقی
دافع البلاء، حقیقی معین مددگار نہیں ہو سکتے۔ اس لئے یہاں اسناد مجازی اور
ادری معنی مجازی ہی مراد لیا جائیگا اور مراد یہ ہوگی کہ یہ حضرات ان چیزوں کے وسائل
ہیں، ان کے وسیلہ سے مشکل حل ہوتی ہے، ان کے وسیلہ سے حاجت پوری ہوتی
ہے، بلا ملتی ہے، مدد بھی ان کے وسیلہ سے ملتی ہے۔ حقیقی طور پر تو وہ سب
کچھ کرتا ہے مگر ان کی دعا سے، ان کے وسیلہ سے ایسا ہوتا ہے۔ اس لئے بظاہر ان کی
طرف نسبت واسناد و کردی جاتی ہے جیسے حضرت مریم کو بیٹا دیا تو خدا نے

عمر جو چھ مہینے کا و سیدہ حضرت جبریل تھے اس لئے انہوں نے اسناد و نسبت اپنی طرف
کرتے ہوئے لَا اَصْبَحَ لَكَ عَلٰی صَاحِبِائِہَا۔ فرمایا ہے جس طرح یہ شرک نہیں ہے
اسی طرح وہ بھی شرک نہیں ہے جیسے وہ حرام نہیں اسی طرح یہ بھی حرام نہیں ہے
دوسرا مقام یہ ہے کہ متکلم کی نیت میں حقیقی اسناد مراد نہیں ہے تو اس
لحاظ سے بھی کلمات نشرو نظم مذکور میں اسناد حقیقی کو مراد قرار دینا نا انصافی ہے
اپنی مراد کی تعیین کا حق صرف متکلم کو ہے، ہم تم کو نہ جانتے ہیں کہ خود کسی کے کلام
کی مراد کی تعیین کرے اور ظاہر ہے کہ ان تمام کلمات و جملوں میں جو اشعار اور عربی
عبارات ہیں کہنے والے متکلم الیہ رضوی کی مراد اسناد حقیقی اور معنی حقیقی
پر گزرتی ہے بلکہ ان کی مراد اسناد مجازی اور معنی مجازی ہے اور اس کی دلیل ان کا
کلہ کو مسلمان ہونا ہے۔ باقی تین مقامات کے پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔
اختصار پیش نظر ہے بہر حال یہ بحث اصول اشاعتی میں حقیقت مجاز کی بحث
میں مفصل موجود ہے۔

الزامی جواب: اگر یہ نجدی، وہابی یا دیوبندی ہماری اس تحقیق کا انکار
کرتے ہیں تو پھر ہم ان کے سامنے الزامی جواب عرض کرتے ہیں کہ جناب تمہارے اپنے
اکابر بھی ایسے غلطے اور اشعار اور بعض روایات پیش کر چکے ہیں جن میں غیر اللہ
کی طرف واضح الفاظ میں نسبت اور اسناد موجود ہے مثلاً:-

۱۔ نواب صدیق حسن خان بھوپالی اپنی کتاب نزول الابرار صفحہ ۳۳۵ میں ایک
روایت نقل کرتے ہیں کہ عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ
عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال اذا انفلست رابعا
احدکم یا مرض فلاة فلينادي عباد اللہ احبوا یا عباد اللہ احبوا
فان اللہ عز وجل فی الارض حاصل یجسس سرا والسنی واخر جبرائیل

ابو یعلیٰ والبطانی قال فی مجموع السنن فیہا معروف بن حسان
وہو ضعیف الخ

ترجمہ: عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا حب ویرانے میں تم سے کسی کی سواری گم ہو جائے
تو اسے دلوں، بچاؤنا چاہیے۔ اسے اللہ کے بند و اورو کو اسے اللہ کے بند و رو کو
بے شک اللہ کے لئے زمین میں رد کرنے والا ہے جو اس کو روکتا ہے اسی روایت کو
مسئنی نے روایت کیا ہے اور اس کی تخریج امام بزار اور امام ابو یعلیٰ اور طبرانی نے کی۔
اور مجمع الزوائد میں فرمایا کہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی معروف بن حسان
ہے جو ضعیف ہے۔

اس حدیث مرفوعہ قوی سے ثابت ہوتا ہے کہ عباد اللہ کو مشکل اور مصیبت کے
وقت اور ضرورت کے موقع پر بیکار نا ہلکا جائز اور فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
آلہ وسلم سے ثابت ہے اس میں فعل کی اسناد عباد اللہ کی طرف کی گئی ہے کیا
یہ شرک ہے؟ کیا یہ حرام ہے؟ ہرگز نہیں۔ کیونکہ یہاں مراد اسناد مجازی ہے۔
اور اس کو پیشوائے غیر مقلدین و نام نہاد اہل حدیث کے گروہ نے جائز قرار دیا ہے
بلکہ انہما مشاہدہ بھی نوایب صاحب نے بلکہ اپنا تخریر اسی ص ۳۵ میں بیان کیا ہے
کہ میں نے بھی ایک موقع پر گھوڑے کے گم ہو جانے کے بعد ایسا کیا تھا یعنی عباد اللہ
کو بیکار رخصت یا استیرا کی لئے ۱۰ ہرادے لئے اور میری حاجت پوری
ہو گئی تھی۔ ثابت ہوا کہ غیر مقلدین کے ایک چوٹی کے عالم نے غیر اللہ کو حاجت روا
اور مشکل کشا سمجھ کر عباد اللہ کو بیکار نا جائز قرار دیا ہے اگر یہ شرک اور کفر ہے
تو پھر نوایب صاحب کو بھی مشرک و کافر ماننا پڑے گا۔

”نوایب اپنے دام میں صیاد آگیا“

اعراض ہر یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ مجمع الزوائد میں لکھا ہے کہ اس کا
ایک راوی معروف بن حسان ضعیف ہے جیسا کہ اوپر عبارت منقولہ سے
ثابت ہے۔

الجواب:

اولاً: اعراض غلط ہے اس لئے کہ صرف یہ کہا گیا کہ معروف
بن حسان ضعیف ہے اور ضعف کا سبب یا وجہ نہیں بتائی گئی۔ اور محدثین کرام کے
مذہب کی ایسی جرح مبہم ہے۔ جو قابل قبول اور معتبر نہیں۔ ایسی جرح سے راوی کا
ضعف ثابت نہیں ہو سکتا جیسا کہ اصول حدیث کی کتابوں میں ملاحظہ مذکور ہے
مخصوصاً شرح نہجۃ الفکر میں ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو: والجرح مقدم علی
التعدیل وأطلق ذلک جماعتاً ولكن محسناً ان صدر رقیبنا
من غارت اسبابہ۔ یعنی جرح تعدیل پر مقدم اس وقت ہے جب یہ جرح مفسر
ہو جارج وہ ہے جو اس باب جرح کو جانتا ہو ص ۳۱۔

ثانیاً اگر بالفرض ضعف تسلیم کر لیا جائے تو بھی مخالفت کا دعویٰ اور انہیں ہر گاہ کیونکہ
حدیث ضعیف سے حکم استحباب ثابت ہوتا ہے تو حکم و اجتناب تو بدرجہ اولیٰ ثابت
ہوگا۔ چنانچہ خود نوایب مدنی حسن خان بھوپالی اپنی کتاب دلیل الطالب ص ۸۹
میں لکھتے ہیں کہ علماء کا اتفاق ہے کہ حدیث ضعیف فضائل اعمال میں عجت ہے
اور غیر مقلدین و بلائیہ کے شیخ اہل سید فخر حسین (المتوفی ۱۳۲۸ھ) لکھتے ہیں کہ
ضعیف حدیث جو موضوع نہ ہو اس سے استحباب اور جواز ثابت ہو سکتا ہے
افتاویٰ ندویہ ص ۲۹۵، ج ۱۔ اور امام نووی شارح مسلم لکھتے ہیں کہ فقال العلما
من المحدثین والفقہاء وغیرہم یجوزون ویستحبون الحسل فی
الفضائل والمترقیب والرخیب بالحدیث الضعیف مالم یکن موضوعاً۔
یعنی علماء محدثین اور فقہاء وغیرہم یہ فرماتے ہیں کہ فضائل اور ترقیب و ترہیب میں

ضعیف حدیث کے ساتھ عمل کرنا جائز بلکہ مستحب ہے۔ بشرطیکہ وہ موضوع نہ ہو اور ملاحظہ
کتاب الاذکار مطبوعہ مصر صفحہ

ان تین حواشی سے ثابت و واضح ہو گیا کہ حدیث ضعیف جو موضوع نہ ہو اس
پر عمل کرنا جائز ہے اور اس سے جواز یعنی اباحت تو درکنار جواز یعنی استحباب بھی ثابت ہوا
مگر مدعی لاکھ پر بھاری ہے گواہی تیری

۲۔ ثمالیہ کہ یہی روایت عقبہ بن عرواح سے بھی مروی ہے وہ حضور سے روایت کرتے
ہیں کہ قال فاضل احمد کہ شیئاً او امل واحد کم عوناً و هو با مرض لیس
بہا انیس فلیقل یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی خان اللہ عباد
الابرار ہم اللہ فی اخر جمہ الطبرانی فی الکبیر قال فی مجمع و رجالہ
و الثقیو علی ضعیف فی بعضہم ۱۰۰۰۰

یعنی حضور نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے کوئی مدد مانگنا چاہے
ویرانے میں تو یوں کہے کہ:-

"اے اللہ کے بندو میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ کیونکہ اللہ کے بندے
ایسے ہیں جو کسی کو نظر نہیں آتے۔ اس روایت کو طبرانی نے کبیر میں تحریر فرمایا
کیا ہے اور مجمع الزوائد میں کہا ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ باوجود بعض میں
میں ضعف کے پائے جانے سے۔

۳۔ العجا۔ ایک روایت اسی کتاب کے اسی صفحہ پر جناب ابن عباس سے بھی
مروی ہے کہ و اخرج البیہاق من حدیث ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم قال اِنَّ لِلّٰہِ مَلَکَکَہُ فی الارض سوی الحفظۃ
یکتوبون ما سقط من ورق الشجر فاذا اصاب احدکم شیء یارض
فلا فلیناد اعینونی یا عباد اللہ۔ قال فی مجمع الزوائد و رجالہ ثقاتہ۔

قال شارح الحدیث فی الحدیث دلیل علی جواز الاستفانتہ بمن
لا یراہم الانسان من عباد اللہ سبحانہ من اهل البیت و صالحی
الجن و لیس فی ذلک باس ۱۰۰۰۰

امام بزار نے ابن عباس کی حدیث کی تحریر فرمائی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے فرمایا بے شک اللہ کے لئے فرشتے ہیں زمین میں۔ کہ ان کا تہن کے علاوہ جو درختوں
کے گرنے والے پتوں کو سمجھتے ہیں۔ اہم جب تم میں سے کسی کو کوئی تکلیف ہو تو وہ پانے
میں تو وہ پیرے پکارے اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ مجمع الزوائد میں فرماتے ہیں اس
روایت کے راوی ثقہ ہیں شارح غزالی نے کہا کہ اس حدیث میں ایسی مخلوق سے مدد مانگنے کے
جواز پر دلیل ہے جو انسان کو نظر نہ آتی ہو جیسے ملائکہ اور نیک جنات اور اس میں کوئی
حرج نہیں ہے۔ اب یہ روایت متعدد سندوں سے مروی ہے کہیں ابن مسعود سے کہیں
عقبہ بن عرواح سے کہیں ابن عباس سے اور متعدد سندوں سے روایت کے قوی و حسن ہونے
کی دلیل ہے۔ متعدد سند سے حدیث قوی بن جاتی ہے اور حسن تعمیر ہو جاتی ہے، جو
صرف فضائل میں ہی نہیں بلکہ احکام میں بھی قابل قبول ہوتی ہے۔ بنا بریں باوجود بعض راویوں
کے ضعف کے یہ قابل استدلال و قابل احتجاج ہے۔ شیخ محقق علی الاطلاق عبدالحق
محدث دہلوی علیہ الرحمۃ مقدمہ مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں کہ:-

والحدیث الضعیف الذی بلغ بتعدد الطرق مرتباً
الحسن لغيرہ ایضاً مجمع علیہ وما اشتهل ان الحدیث الضعیف
معتبر فی فضائل الاعمال لانی غیر ہا السمل و مضراتہ لا یمحو
لانہ داخل فی الحسن لانی الضعیف صرح بہ الأئمہ صفحہ

یعنی وہ حدیث ضعیف جو تعدد طرق سے حسن کے درجہ پر فائز ہو چکی ہو۔ وہ بھی
مجمع علیہ ہے یعنی اس پر اتفاق ہے کہ احکام میں مقبول ہے اور یہ خوش ہونے

کہ حدیث ضعیف صرف فضائل ائمال میں معتبر ہے تو اس سے مراد فقہاء حدیث ضعیفہ
ہے یعنی جس کی صرف ایک ضعیف سند ہو۔ مجموعہ احادیث ضعیفہ مراد نہیں۔ کیونکہ چند
ضعیف احادیث کا مجموعہ تو حسن اخیرہ میں داخل ہے حدیث ضعیف میں داخل نہیں ہے
جس کا مقتضی آئمہ حدیث نے تصریح فرمائی ہے۔

جب اس حدیث کی سند میں متعدد ہیں تو اب یہ محض ضعیف نہیں بلکہ حسن
لغیبہ ہو گئی ہے جو احکام میں بھی قابل استدلال ہے۔

نوٹ ۱:۔ نوٹ صدیق حسن خان نزل الابرار کے صفحہ مذکور میں ان روایات
کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ بعض بدعتی لوگ اس حدیث سے غیر اللہ سے استغاثت
کے جواز پر استدلال کرتے ہیں مگر یہ کس قدر جاہل ہیں استدلال کی کیفیت اور محل
نزاع سے تو اس کا جواب عرض خدمت ہے کہ نوٹ صاحب کا یہ اعتراض ان کے
غبنوط الخواس ہونے کی دلیل ہے کہتے ہیں کہ اس حدیث سے غیر اللہ سے استغاثت
کا جواز معتبر نہیں ہوتا۔ کیوں جناب ملائکہ کرام اور نیک جنات یا رجال الغیب غیر اللہ
نہیں ہیں۔ آخر کیوں اگر غیر اللہ ہیں اور یقیناً غیر اللہ ہیں تو پھر ان سے مدد مانو اور انبیاء
و اولیاء سے شرک و حرام ہو۔ آخر کیوں؟ یہ فرق علامت خط ہے۔ ایک طرف تو عین
اللہ نہیں غیر اللہ مانتے ہیں۔ ملائکہ و جنات و رجال الغیب کہ اور دوسری طرف ان کو
پکارنا ان سے مدد ماننا عباد خدا قرار دیتے ہیں آخر غیر اللہ ہونے میں ان کے اور انبیاء و اولیاء
کے درمیانی کیا فرق ہے۔ وجہ فرق تو یہ ہونی چاہیے۔

یا عباد اللہ عینونی کی روایت کو حسن حصین میں بھی بیان کیا گیا ہے اور دیوبندیوں
کے قطب الاقطاب رشتہ بدمحمد گوری نے اپنے "فتاویٰ رشیدیہ" صفحہ ۱۳۳ مکتوب جدید
میں بھی نقل کیا ہے اور تاویل کی ہے کہ عباد اللہ سے مراد رجال الغیب ہیں، جس کا جواب
ابھی ہم دے چکے ہیں۔

۲۔ یہی نوٹ صدیق حسن خان صاحب بقول پائی نے کہا ہے کہ:-

۱۔ شیخ سنت مددے قاضی شوکانہ مددے

یعنی اسے سنت کے شیخ مددکرو اور اسے قاضی شوکانہ مددکرو۔ یہاں مدد کرنے
میں مدد کی اسناد شیخ سنت اور قاضی شوکانہ کی طرف ہے اگر اس کو
اسناد حقیقی مانا جائے تو کفر و شرک ہوگا اور اگر ان کو کفر و شرک سے بچانا ہے
تو پھر اسناد کو مجازی ماننا ہوگا۔ علماء دیوبند کے ایک پیشوا مولوی حسین علی دہلوی صاحب
اپنی املانی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:-

خیال پنج درمندی گوئید مثلاً مدد ہووے پر جیلانی اور بلغتہ الحیران صفحہ ۳۵
رجوال تسکین الصدور صفحہ ۱۴۲ از سر فراز گلکھڑوی صاحب،

۵۔ بانی دیوبند مولوی قاسم نانوتوی صاحب کہتے ہیں کہ:-

۱۔ مدد کر کے کرم احمدی کے تیرے سوا (قصائد قاسمی صفحہ ۳۵)

۱۔ نہیں ہے قاسم بے کس کا کوئی حامی کار

یہاں بھی مدد کرنے کی اسناد خدا کی طرف نہیں بلکہ کرم احمدی کی طرف ہے، جو
حضور کی وصفت ہے اور یقیناً غیر اللہ ہے۔

دیوبندیوں کے حکیم الامت جناب تھانوی صاحب کہتے ہیں کہ:-

ترجمہ ۱۔ یا شفیع العباد خدا بے سدی

ترجمہ ۲۔ دستگیری کیجئے میرے نبی

لین لی ملجاً سؤلک آغث

ترجمہ ۳۔ جز تمہارے ہے کہاں میری سپاہ

عشقتی الذہر یا ابنے عبد اللہ

ترجمہ ۴۔ ابن عبد اللہ زمانہ ہے خلاف

۱۔ میرے مولیٰ خبر لیجئے میری

۱۔ انت فی الاضطراب معتمد

کشمکش میں تم ہی ہو میری ولی

منسی الضرسیدی سندی

فوج کلفت مجھ پر آغالب ہو گئی

کن مغيثاً فانت لی مددی

۱۔ میرے مولیٰ خبر لیجئے میری

ملاحظہ ہو نشر الطیب ص ۱۹ از نقاشی صاحب۔

ایسے متقدماشار حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کے اور دیگر علماء دیوبند کے اپنے پیروں کے متعلق اور خصوصاً حضور کے متعلق ان کی مسلمہ کتابوں میں موجود ہیں جن سے مدد کرنے مشکل کثافی، حاجیت ردائی وغیرہ کی اسناد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کی گئی ہے۔ کیا یہ اسناد حقیقی ہے۔ اگر حقیقی ہے تو پھر ان سب کو کافر و مشرک قرار دینا پڑے گا، اور اگر ان کو کفر و مشرک سے بچانا ہے تو پھر اسناد کو مجاز پر محمول کرنا ہو گا۔

۶۔ مولوی حسین علی صاحب پیشوا علماء دیوبندی اپنی کتاب "فیوضات حسینیہ المعروہ" تحفہ ابراہیمیمہ میں اور مولوی صوفی عبد الحمید صاحب سواتی مہتمم مدرسہ نضرۃ العلوم گوجرانوالہ اسکے ترجمہ میں ص ۶۷ میں لکھتے ہیں کہ:-

"تہجد کی نماز کے بعد مناجات کرام سے اس طرح توسل کرے کہ فاتحہ اور اخلاص یقین بار پڑھ کر کہے الہی جو میں نے پڑھا ہے اس کا ثواب حضور کی روح کو اور تمام انبیاء و مرسلین اور ملائکہ مقربین و صحابہ و تابعین، اولیاء صالحین خصوصاً حضرات نقشبندیہ احمدیہ کی ارجح کو عطا فرما۔ اس کے بعد کہے الہی جو دست غریب مشکل کشا پیر دستگیر حضرت مولانا محمد عثمان ... الخ فراموشانی ص ۱۷ ص ۱۸ پر درود فرما مولانا محمد عثمان صاحب کو مشکل کشا اور دستگیر لکھا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہاں اسناد حقیقی مراد لی جائے تو ان سب کا کافر و مشرک ہونا لازم آتا ہے اور اگر ان کو لزوم کفر سے بچانا ہے تو پھر اسناد کو مجاز پر محمول کرنا ہو گا۔

۷۔ دفعہ حدیث یا عباد اللہ! عینوفے۔ اسے اللہ کے بند و میر سے مدد کرو۔ وقال العبد فی بعض تو البعینہا۔

قبلہ دین مدد سے کعبہ ایمان مدد سے ابن قیم مدد سے قاضی شروکان مدد سے

ملاحظہ ہو رد المحتار ص ۶۶

یہاں بھی اہل حدیثوں کا پیشوا اعانت و مدد کرنے کی نسبت عباد اللہ کی طرف مان رہا ہے پھر ابن قیم اور قاضی شروکان کی طرف مدد کی اسناد کرتا ہے۔ اگر یہ اسناد حقیقی ہے تو پھر ثواب صدیقے خصال کو ملا۔ وحید الزماں کو کافر و مشرک ماننا پڑے گا اور اگر ان کو کفر و مشرک سے بچانا ہے تو یہاں اسناد کو مجازی ہی ماننا ہو گا۔ اگر ان تمام مذکورہ روایات و عبارات و اشعار میں اسناد مجازی مراد لی جاتی ہے تو پھر بریلوی حضرات و شعراء کے کلام و اشعار میں اسناد کو مجازی کیوں نہیں مانا جاتا۔ کیوں ہٹ دھرمی سے کام لے کر ان کو شرکیہ و کفریہ گردانا جاتا ہے اور کیوں اہل حق کو خواہ مخواہ مشرک قرار دیا جاتا ہے۔ کیا یہ ظلم عظیم نہیں؟ یقیناً ہے۔

الغرض اے دہلیوی، نجدی، دیوبندی، اگر آپ نے بزرگوں کو کفر و مشرک سے بچانا ہے تو پھر اہل حق، اہل سنت، حنفی بریلوی کو مسلمان ماننا پڑے گا۔ ورنہ اپنے اکابر کے ایمان و اسلام سے بھی ہاتھ دھونا پڑے گا۔

دل کے پیچھے جل گئے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

حقیقت ذاتیہ و عطا ئیہ کی بحث

قارئین کرام اگر بالفرض یہ مان لیا جائے کہ بریلویوں کے اشارے اور نظریوں، اور کلمات میں اسناد حقیقی ہے مجازی نہیں تو بھی حنفی بریلوی کو مشرک نہیں گردانا جاسکتا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اسناد جن طرح و قسم کی ہے۔ اسناد حقیقی اور اسناد مجازی، اسی طرح اسناد حقیقی کی بھی دو قسم ہیں۔۔۔ اسناد حقیقی

ذاتی اور حقیقی عطا ہے، ایک حقیقت ذاتیہ ہے، دوسری حقیقت عطائیہ ہے۔ علم خدا کی بھی صفت ہے اور بندے کی بھی صفت ہے قدرت خدا کی بھی صفت ہے اور بندے کی بھی صفت ہے، سمیع و بصیر، دیکھنا، سنانا، پکڑنا۔ خدا کی بھی صفات ہیں اور بندے کی بھی صفتیں ہیں۔ ظاہر ہے خدا کا علم ذاتی ہے، خدا کی قدرت ذاتی ہے، خدا کی سمیع و بصیر ذاتی ہے مگر بندے کی یہ صفات ذاتی نہیں بلکہ عطائیہ ہیں۔ خدا کی عطا کردہ ہیں۔ اگر ان امور میں حقیقت و اسناد کو ذاتی و عطائی میں تقسیم نہ کریں۔ بغیر چارہ نہیں تو یہی تقسیم اگر ان اشعار و کلمات مذکورہ فقہانہ میں کر دی جائے اور کہا جائے کہ ان مقامات میں اسناد حقیقی عطا ہے۔ حقیقی ذاتی نہیں ہے۔ تو کون سی خرابی، کونسی قباحیت لازم آتی ہے، کون سا کفر و شرک لازم آتا ہے اگر ان چند امور میں یہ کفر و شرک لازم نہیں آتا تو وہاں کیونکر لازم آتا ہے۔ غلطی ہو جو اب کفر نہ ہو جو ابنا۔

ایک اور اعتراض

بیت اللہ غوث پاک کا طواف کرتا ہے جو غلط ہے صفحہ ۵۵۔ تو جواباً گزارش ہے کہ اس بات میں اعلیٰ حضرت متفقہ نہیں اور بھی بہت سے حضرات نے بیان کیا ہے کہ بعض دفعہ بیت اللہ بعض اولیاء کا طواف کرتا دیکھا گیا ہے یا ان کے سر پر کھڑا پایا گیا ہے۔ اس میں کچھ کی تو عین کا کوئی پہلو نہیں ہے۔ نہ تو عین مقصود ہے، بلکہ اولیاء کرام اور عتبت اعظم کی عظمت کا اظہار مقصود ہے۔ اور یہ کرامت کے طور پر ممکن ہی نہیں بلکہ واقعی ہے۔ صاحب درختار اور مختار میں فرمانے میں ہے کہ:۔ بل مثل عماد صلی ان الکعبۃ کانت تنورس واحد من الاولیاء اهل هجوز القول حیا، فقال غفرل العادة علی سبیل اکمل صنتہ لا ھل

الولایتہا جائز عند اهل السنۃ الخ
یعنی جب علامہ تقی زانی سے یہ سوال کیا گیا کہ یہ جو منقول ہے کہ کعبہ شریف ایک ولی کی زارت کیا کرتا تھا کیا یہ بات جائز ہے؟ تو جواباً انہوں نے فرمایا، کہ خلافت عادت کرامت کے طور پر اہل ولایت کے لئے ایسا جائز ہے اہل سنت کے نزدیک، علامہ شامی فرماتے ہیں والایضاح ما ذکرہ الامام الشافعی حینہ سئل عن ما یحکم ان الکعبۃ کانت تنورس واحد من الاولیاء الخ اور امام تقی زانی فرماتے ہیں کہ انہما التعلیج من بعض فقہاء اهل السنۃ حیث حکم بالکعبۃ علی معتقد ما روى عن ابراهیم بن ادھم۔ الخ یعنی تعجب ہے بعض فقہاء کہ اس کو کفر کہتے پر حالانکہ یہ ابراہیم بن ادھم سے مروی ہے۔ شامی صفحہ ۵۵، ج ۱۔

ایک اور اعتراض

فاضل بریلوی نے اپنے بارے میں خود مبا لغہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ میں مملکت یاں کا بادشاہ ہوں اور لوگوں کو میری بات ماننے سے چارہ نہیں ہے۔ البتہ یہ تیرہ صفحہ ۵۵۔
الجواب: یہ مبا لغہ نہیں بلکہ تحدیث نعمت ہے اور تحدیث نعمت کے طور پر فرمایا ہے کہ:

ملک سخن کی شاہی، تم کو رہا مسلم!

جس سمت اگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

اور تحدیث نعمت نہ مبا لغہ ہے نہ ہرجم بلکہ تحدیث نعمت کرنا ناموس ہے صفحہ ۵۵۔

ایک اور اعتراض

فاضل بریلوی نے کہا کہ میرا سنیہ علوم کا ہندو ق ہے۔ جب بھی مجھ سے کوئی

چیز پوچھی جائیگی میں اس کا جواب فوراً دوں گا۔ اس کا تعلق کسی بھی علم سے ہو۔ یہ بھی مبالغہ ہے۔

الجواب : یہ بھی مبالغہ یا غور نہیں بلکہ تحدیثِ نعمت ہے اور قرآنِ کریم کا حکم ہے وَأَمَّا بِنِعْمَتِ رَبِّكَ فَحَنِّثْ۔ تم اپنے رب کی نعمتوں کا خوب چرچا کرو۔ اعلیٰ حضرت نے اگر فرمایا ہے تو بڑھائے غرور یا مبالغہ نہیں فرمایا بلکہ تحدیثِ نعمت کے طور پر فرمایا ہے جو کارِ ثواب ہے، جرم نہیں ہے۔

ایک اور اعتراض

فاضل بریلوی نے مولانا کا عکس کرتے ہوئے ایسا مبالغہ کیا کہ خود کو آدمیت و انسانیت سے نکال کر اپنے آپ کو مخاطب کر کے کہا تجھے کون پوچھتا ہے تیری کس کو پرواہ ہے تیرے جیسے ہزاروں گتے موجود ہیں۔ پھر اپنے بارے میں کہا میں غوثِ اعظم کا کتا ہوں، میرے گلے میں ان کا ڈورا ہے۔ ایک بار فاضل بریلوی کے پیر نے اچھی نسل کے دو کتے مانگے تو فاضل بریلوی اپنے دو بیٹوں کو لے کر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی حضور میں یہ دو اصلی گھری نسل کے کتے لایا ہوں قبول فرمائیے۔ مجھ سے الخ

الجواب : قارئین کرام کتے کے متعلق مشہور ہے کہ یہ جانور اپنے مالک کا بہت زیادہ وفادار ہوتا ہے پھر اصحابِ کعبہ کے کتے کا واقعہ تو خود قرآن میں موجود ہے اور ظاہر ہے کہ اس کی وفاداری اور محبت کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ہی اس کا ذکر کیا گیا ہے، مقصد یہ ہے کہ اس وفاداری میں اپنے آپ کو غوثِ پاک کا کتا کہا گیا اپنے بیٹوں کی وفاداری کا انکار کیا گیا ہے۔ یہ مقصد تو ہرگز نہیں کہ ہم عجیب گتے ہیں مگر مخالف ظالم بات کا بتنگڑ بنالیا ہے۔

زعماءِ اہلسنت حنفی بریلوی کا تذکرہ

قارئین کرام ظہیر نے صفحہ ۵۸ تک اپنے جہتِ باطنی کا خوب مظاہرہ کیا ہے اور ہم نے اس کے جہتِ باطنی پر پختہ احوالِ خبیثہ کے نہایت قنات اور حیدر گ سے جواب دیئے ہیں ذراں کو کتا کہا اور کتوں کا باب کہا جیسا کہ اس نے صفحہ ۵۸ میں اعلیٰ حضرت کو بھی کتا کہا اور کتوں کا باب بھی کہا۔ الا نثار تیسرے شیخ بمناہیہ برتن سے وہی کچھ بامراتا ہے جو اس کے اندر ہوتا ہے۔ اگر اندر خباثت ہوگی تو باہر بھی خباثت ہی آئے گی۔ کوئی پاک اور طیب چیز باہر کیونکر آئے گی۔ اس کے بعد بے غیرتہ اہلسنت حنفی بریلوی کے اکابرین اور زعماء کا تذکرہ صفحہ ۵۸ سے صفحہ ۵۹ تک کیا ہے۔ جن میں حضرت مولانا نعیم الدین مراد آبادی، مولانا عبدعلی اعظمی، مولانا سید مدظلہ علی شاہ صاحب، مولانا حسرت علی خان صاحب، مولانا مفتی احمد یار صاحب نعیمی رضوان اللہ علیہم اجمعین کا نام بنام تذکرہ کیا ہے اور مختصر سوانح کا ذکر کیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ ان حضرات نے بریلویت کی اشاعت و ترویج اور تقویت میں نمایاں کام کیا ہے اور بریلویت کے بانی کا ماتھے بنایا ہے اور یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ ان سے قبل بریلویت موجود نہ تھی یہ نیا اختراع اور نیا فرقہ ہے۔

الجواب : قارئین کرام ہم قبل ازیں اسی کتاب میں یہ وضاحت کر چکے ہیں کہ بریلویت ہمارے نزدیک کوئی مذہب نہیں ہے۔ ہمارا مذہب صرف اور صرف حنفی ہے، ہم امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے مقلد ہیں۔ اعلیٰ حضرت کے مقلد ہرگز نہیں ہیں وہ ہمارے محسن اور نانا مدد اور امام ضرور ہیں مگر ہر محسن ہر نانا مدد ہر امام کے لئے ضروری نہیں کہ وہ اصطلاحی معنی میں تقلید کے لائق بھی ہو۔ بے شمار فقہاء و کرام ہیں جن کو ہم امام مانتے ہیں امام کہتے ہیں امام کہنے ہیں۔ مثلاً امام ابو یوسف امام محمد امام زفر

امام عبداللہ بن مبارک، امام سفیان ثوری وغیرہم علیہم الرحمۃ والرضوان، مگر ان میں سے کسی کے مقلد نہیں ہیں۔ بریلوی ہوتا ایک نسبت ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی کی طرف یا بریلی شہر کی طرف اور اس نسبت پر ہمیں فخر ہے **رَأَى الْجَدُّ اللّٰهَ تَعَالَى عَلَى ذَالِكِ**

بریلوی کہلانے کی ایک اہم وجہ

جس طرح حیوان ایک جنس ہے اور انسان کی بھی یہ جنس ہے اور یہ انسان سے حیوانیت میں دوسرے حیوانوں کے ساتھ شریک ہے۔ اب ضرورت ہے کسی ایسی چیز کی جو انسان کو حیوانیت میں دیگر حیوانوں سے ممتاز اور جدا کرے۔ اس کے لئے مناطق نے ناطق کو مقرر کیا ہے اور اس کو وہ فصل میرے کہتے ہیں کہ یہ ناطق اس کو دیگر حیوانوں سے جدا کرتا ہے اسی طرح جب اسلام میں نئے نئے فرقے پیدا ہوتے گئے تو ایک فرقہ معتزلہ کا وجود میں آیا جس نے اپنا نام **اهل العدل والتوحيد** رکھا اور اس نام کو اپنا مابہ الامتیاز بنایا تو اہل حق کو ضرورت پڑی دیگر گمراہ فرقوں سے امتیاز کی تاکہ اہل حق کا اختلاف اہل باطل سے عوام الناس کے لئے دھوکہ کا سبب نہ بن سکے۔ بنا بریں اہل حق نے معتزلہ کے مقابلہ میں جو اپنے آپ کو **اهل العدل والتوحيد** کہلاتے تھے، اپنا نام اہل سنت و جماعت رکھا تاکہ امتیاز ہو سکے۔ جیسا کہ شرح عقائد میں اسکی تفصیل موجود ہے۔ اور زمانہ کے اب حالات بدل گئے اور اہل سنت کہلانے والوں میں بھی انتشار و افتراق پیدا ہوا اور بعض اہل سنت کہلانے والوں نے معتزلہ کا راستہ بعض مسائل میں اور بعض میں خوارج کا راستہ اپنا لیا اور باوجود اس کے اپنے آپ کو اہل سنت و جماعت ہی کہلاتے پر مصر رہے تو اب پھر اہل حق کا اہل باطل سے اختلاف کا خطرہ پیدا ہوا۔ تو ضرورت پڑی کہ اب پھر ایک فصل میرے ہمارے کہتے ہیں اہل حق اہل سنت کو امتیاز دیا جائے اور اہل باطل سے جدا کیا جائے تاکہ عوام الناس

لسی دھوکہ میں نہ پڑ جائیں۔ چنانچہ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے میرے بن فصل میرے بریلوی ہے اب جسے سنی حنفی، بریلوی کہا جاتا ہے تو اہل حق اصل سنی، اصل حنفی اہل باطل، نقل سنی، نقل حنفی سے ممتاز اور جدا ہو جاتے ہیں اور دھوکہ میں نہیں پڑتے اور اپنے آپ کو وہابیوں، نجدیوں، چکڑ والیوں، دیوبندیوں وغیرہ سے بچا لیتے ہیں۔ اس لئے یہ بریلوی مذہب نہیں بلکہ فصل میرے کا مقام ہے اور مابہ الامتیاز ہے اہل حق کے لئے اہل باطل سے تمام نفقہ بندی، تمام قادری، تمام چشتی، تمام سہروردی ان کے دینی عقائد ہیں جو اعلیٰ حضرت بریلوی کے ہیں۔ ان کو اپنے بریلوی ہونے کا شعور مزید نہ ہو وہ بریلویت سے باخبر ہوں یا بے خبر بہر حال وہ بریلوی ہیں جب ان سے اہل حق بریلوی کے عقائد و نظریات کے متعلق دریافت کریں گے تو وہ بے ساختہ کہیں گے کہ یہ تو ہمارے عقائد ہیں۔ یہی تو ہمارے نظریات ہیں۔ ہماری اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ بریلویت کوئی مستقل مذہب نہیں بلکہ نسبت اور فصل میرے ہے اور ہمیں اس پر تازہ ہے۔

بریلویت یا فرقہ نہیں ہے

قارئین کہ ام خود بے غیر صاحب نے البریلویت کے صف میں یہ تسلیم کیا ہے کہ بریلوی کوئی جدید فرقہ نہیں بلکہ ان سے پہلے خیر آبادی، بدایونی، رام پوری، ان تمام سلاسل کا بھی وہی عقیدہ ہے جو علماء بریلوی کا ہے۔ مزید صحت پر یہ اقرار کرتے ہیں کہ یہ جماعت اپنی پیدائش اور نام کے لحاظ سے نئی ہے، لیکن افکار اور عقائد کے اعتبار سے قدیم ہے۔ اس عبارت میں بریلویوں کے عقائد کا قدیم ہونا مان لیا ہے۔ خود کا براہل حدیث بھی اقرار کرتے ہیں کہ یہ لوگ قدیم طریقوں کے پابند تھے۔ چنانچہ مشہور مؤرخ سلیمان ندوی جن کا میلان طبعی اہل حدیث کی طرف تھا، لکھتے ہیں

کہ تفسیر افریقہ وہ تھا جو شدت کے ساتھ اپنی روش پر قائم رہا اور اپنے آپ کو اہل سنت کہتا رہا۔ اس گروہ کے پیشوا زیادہ تر برہمنی اور بدایتوں کے علمائے تھے ملاحظہ ہو حیات شیعہ صفحہ ۳۸۱ اور نام بناد اہل حدیثوں کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرت سہری لکھتے ہیں کہ امرت سہری میں مسلم آبادی، غیر مسلم آبادی و دیگرہ کے مساوی ہے، اسی سال قبل پہلے سب مسلمان اسی خیال کے تھے جن کو برہمنی حنفی خیال کیا جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو رفیع توحید مطبوعہ سرگودھا صفحہ ۳۸۱

ان میں عدد حوالوں سے، جن میں خود طہیر بے تمیز کا اپنا قول بھی شامل ہے، اظہر من الشمس ہو گیا ہے کہ بریلوی یا فرقہ یا نئی جماعت نہیں بلکہ یہ جماعت ہے فرقہ بھی نہیں اور ولایت، دیوبندیت، نیچریت، حکمرانیت، مودودیت وغیرہا سے بہت عرصہ پہلے موجود ہے بلکہ قدیم سے موجود ہے اور ان کے افکار و نظریات و عقائد بہت پرانے اور قدیم سے چلے آ رہے ہیں۔ ایک طرف تو طہیر صاحب بریلوی انکار و عقائد کو قدیم سے مان رہے ہیں۔ دوسری طرف بریلویوں کو انگریز کی ایجاد قرار دینا چاہتے ہیں۔ کیا یہ واضح تضاد نہیں ہے اور کیا یہ اپنی تکذیب آپ کے ضمن میں نہیں آتا، یقیناً ایسا ہی ہے۔

حظ بدعی لاکھ پر بھاری ہے گواہی تیری

اور بے ضمیر صاحب کا یہ کہنا کہ بریلوی زعماء مولانا نعیم الدین، مولانا امجد علی، مولانا دیبا علی شاہ، مولانا مفتی احمد یار خاں ہیں تو یہ بھی درست نہیں۔ کیونکہ بریلوی زعماء کا انحصار صرف ان حضرات میں کرنا غلط ہے۔ جب ظہیر صاحب مانتے ہیں۔ البریلویتہ کے صحت پر کہ یہ جماعت اپنے افکار و عقائد کے لحاظ سے قدیم سے ہے تو پھر ان کو یہ بھی ماننا ہوگا کہ قدیم زمانہ کے علماء بھی بریلوی افکار و عقائد کے حامل تھے اور وہ کون تھے، وہ محدثین کرام فقہاء اسلام اور مفسرین عظام تابعین و تبع تابعین

بلکہ غرور و صا بکرام بھی اپنی انکار و عقاید کے حامل تھے۔ اُنہذا اللہ تعالیٰ عقائد کے باب کے جواب میں اس کا کٹھن و ثبوت پیش کیا جائیگا۔ انتظار فرمائیں۔ ہر حال یہاں ہم چند شخصیات کے نام گنا چاہتے ہیں:-

یہاں ہم چند شخصیات کے نام لکنا چاہتے ہیں۔
حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی، حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی، حضرت
مولانا فضل رسول صاحب دہلوی، ملک العلما و کبار العلوم فرنگی علی، حضرت مولانا
ارشاد حسین صاحب رام پوری، محدث اعظم پاکستان مولانا سرور احمد صاحب فیصل آبادی
امام اہل سنت، بیعتی وقت غزالی، زماں، رازی دوران علامہ سید احمد سعید شاہ
صاحب کاظمی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین، یہ سب حضرات بھی افکار و عقائد کے لحاظ سے
بریلوی تھے، اعلیٰ حضرت سے متفق تھے۔ افکار و عقائد میں (الحمد للہ علی ذالک)۔
نوٹ: قارئین کرام بے فہم صاحب کی جہالت کا اندازہ لگائیں کہ البریلویتہ کے
صفحہ ۴ پر لکھتا ہے۔ ان البریلوی راہی فی طبعیہ موصات فی الطریق و مرفع تمیض و
وضع علی العیون حجابا مبہم۔ یعنی بریلوی صاحب نے بچپن میں راستہ میں طوائف کو
دیکھ کر فتنہ کا دامن اٹھا کر انکھوں پر رکھ لی ان سے شرماتے ہوئے..... الخ
اس عبارت میں موصات مؤنث ہے اس کی طرف لوٹنے والی فہم بھی مؤنث
لائی ضروری ہے مگر بے فہم صاحب بجائے مہذب کے مہذب کہتے ہیں اس پر بھی عربی ان
اور عالم ہی نہیں علامہ کہلانے کا شوق تھا۔

اور عالمی نہیں علامہ لکھتا ہے کہ اس سے صاف
مزید رقم ۶۴ پر قرآن کریم کی آیت میں صرف معنوی تحریف نہیں کی بلکہ تحریف
لفظ بھی کر ڈالی ہے۔ اَوْ لَوْ كَانُوا اٰبَاءُ هُمْ اِلٰهِيْنَا سِوَا اللَّهِ اَوْ لَوْ كَانُوا اٰبَاءُ هُمْ اِلٰهِيْنَا سِوَا اللَّهِ
یوں کہ اَوْ لَوْ كَانُوا اٰبَاءُ هُمْ اِلٰهِيْنَا سِوَا اللَّهِ واحد کا صیغہ ہے۔ کیونکہ نحوئی قواعد
یہ ہے کہ جب فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل کو مثنیہ واحد لانا ضروری ہے مگر یہ صاحب بیان نے
سمجھے کہ چونکہ اَبَاؤُہم جمع ہے لہذا فعل بھی جمع لانا چاہیے کیا یہی علامہ نے نام نہاد

اہل حدیثوں کا، شایاں وہ دے وہ، ایسے ہی علامہ ہوتے ہیں، کیا خوب ہے۔

ہجرت سے انکار کی وجہ

قارئین کرام بے غمیرے نے گزشتہ صفحات میں یہ اشارے بھی دیئے ہیں کہ بریلوی علماء نے تحریک ترک موالات کے زمانے میں ہندوستان سے ہجرت کرنے کی سختی سے مخالفت کی تھی جو اس بات کی دلیل ہے کہ وہ انگریز کے خلاف نہ تھے۔

الجواب :- قارئین کرام یہ بات کہ انگریز کے خلاف کون سے علماء اور کون سے اس کا حامی تھا۔ گزشتہ صفحات میں خود بابوں کے اکابر علماء کی تصریحات سے واضح کر دیا گیا ہے کہ وہ خود مجھے انگریز کے حامی، نمک خوار، وں دار اور انعام یافتہ سمجھتے تھے، اور اعلیٰ حضرت شدید نفرت کرتے تھے۔ انگریز سے اور اس کے ساتھ دوسرے کے سخت مخالفت تھے۔۔۔۔۔ اب رہا یہ کہ آپ نے اور آپ کے رفقاء نے ہجرت کی مخالفت کیوں کی کہ تھی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کی تحقیق کے مطابق ہندوستان دارالاسلام تھا اور دارالاسلام سے ہجرت کر جانا، صاحب کی دیرانی، اور ان کے بے حرمتی کا سبب بنتا تھا۔ اعلیٰ حضرت خود فرماتے ہیں کہ رہا دارالاسلام، اس سے ہجرت عام حرام ہے کہ اس میں مساجد کی دیرانی دے حرمتی، قبور مسلمانین کی بربادی، عورتوں، بچوں اور

مذہبوں کی تباہی ہوگی۔ ملاحظہ ہو فتاویٰ رضویہ ص ۲ ج ۶۔

پھر فرماتے ہیں کہ دشمن نے اپنے دشمن کے لئے یمن باتیں چاہتا ہے :-
اول، اس کی موت تاکہ جھگڑا ہی ختم ہو۔ دوم یہ نہ ہو تو پھر اس کی جلاوطنی تاکہ اپنے پاس نہ رہے۔ سوم یہ نہ ہو کہ تو اخیر درجہ اس کی بے پری کہ عاجز بن کر رہے۔ مخالف ہندو نے یہ تینوں درجے ان پر طے کر دیئے۔۔۔۔۔ الخ
ان عبارات سے ثابت ہوتا ہے کہ فاضل بریلوی نے ہجرت سے انکار کر کے بائع کر کے ہندوؤں کو ہی نقصان دینا چاہتا تھا اور مسلمانوں کو مصائب و آلام اور نقصانات سے بچانا چاہتا تھا۔ بعد کے حالات نے ثابت کر دیا ہے کہ آپ کا موقف درست تھا اور ہجرت کرنے اور کرانے والوں کا موقف غلط تھا۔

ترک موالات کی مخالفت کا الزام

قارئین کرام چاہئے البریلوی ص ۲ میں اعلیٰ حضرت پر یہ الزام بھی لگایا ہے کہ ان کے نزدیک کافر و غاصب انگریز سے ترک موالات حرام ہے۔ مگر یہ سراسر جھوٹ اور بہتان عظیم ہے جس کا حقیقت کے ساتھ دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ اعلیٰ حضرت کا موقف یہ تھا کہ موالات ہر کافر سے حرام ہے خواہ وہ انگریز ہو یا ہندو، آپ کو برصغیر کے ان لیڈران کرام سے اختلاف تھا کہ وہ انگریزوں سے معاملات و موالات سب کو حرام قرار دیتے ہیں مگر ہندوؤں سے اور ان کے لیڈران گاندھی، نہرو وغیرہ سے موالات ہی نہیں بلکہ اتحاد کو بھی جائز فرماتے ہیں۔ امام احمد رضا خان بریلوی تو یہ فرماتے ہیں کہ :-
”موالات ہر کافر سے حرام ہیں، اور پورا فتح ہو چکا ہے کلاب عزوجل نے عام کفار کی نسبت یہ احکام فرمائے تو بزور زبان ان میں سے کسی کافر کی استثناء ماننا عروج پر افتراء ہے بعید اور قرآن کیم کی تحریف شدید ہے۔ فتاویٰ رضویہ ص ۱۱ (مبارک پور)

مزید راحت سے فرماتے ہیں تو ان عظیم نے بکثرت امتیوں میں تمام کفار کو
قطعا حرام فرمائی ہے، مجھ کو سہو خواہ یہود و نصاریٰ ہوں، خواہ ہندو اور سب سے
بڑے ہندو اور یہودیوں ترک موالات مشرکین مرتدین سے یکجہ موالات بہت
زیادہ ہے۔ پھر بھی، ترک موالات کا دعویٰ ہے، ملاحظہ ہو رفتاری رضویہ



ڈاکٹر اشتیاق حسین کی شہادت

پس کہ انہوں (اعلیٰ حضرت) نے اپنے پیروکاروں پر اتنا گہرا اثر ڈالا کہ برصغیر میں ان کا
کوئی معاصر ماہر الہیات اپنے پیروکاروں پر مرتب نہیں کر سکا۔ تحریک خلافت کے
آغاز میں عدم تعاون کے فترے پر دستخط لینے کے لئے علی برادران ان کی خدمت میں
حاضر ہوئے تو آپ نے جواب دیا۔ مولانا آپ کی اور میری سیاست میں فرق ہے
آپ ہندو مسلم اتحاد کے حامی ہیں اور میں مخالفت۔ جب مولانا نے دیکھا کہ علی برادران
رجحیدہ ہو گئے ہیں، تو آپ نے فرمایا:-

”مولانا میں (مسلمانوں کی) سیاسی آزادی کا مخالفت نہیں میں تو ہندو مسلم اتحاد کا
مخالفت ہوں۔ ملاحظہ ہو (معارف) رضا مولانا سید محمد ریاست علی قادری مطبوعہ
سکرچی ۱۹۸۲ء (صفحہ ۲۳)“

عجاز الحق قدوسی کی شہادت

عجاز الحق قدوسی کہتے ہیں: مولانا احمد رضا خان کو اگرچہ انگریزوں سے شدید نفرت
تھی لیکن ان کی دور رس نگاہیں مستقبل میں اس تحریک کے انجام کو دیکھ رہی تھیں، وہ
جانتے تھے کہ اس برصغیر میں مسلمانوں کی اقلیت ہے اور وقتی طور پر یہ ایک قریب

ہے جو اکثریت (ہندو) اقلیت پر اثر انداز ہوگی اور عجب نہیں کہ یہ تحریک اکثریت میں
ادغام کی صورت اختیار کرے، ملاحظہ ہو۔ اقبال اور علی برادران ہندو صفت،
(اقبال اکادمی)

محمد جعفر شاہ پھلوری کی شہادت

پیشخص ترک موالات کا سخت حامی تھا اور ایسا حامی تھا کہ انگریزی چھوڑ کر عربی پڑھنا
شروع کر دی تھی۔ وہ کہتے ہیں کہ:-

”ترک موالات کی تحریک جب تک زوروں پر رہی، مجھے فاضل بریلوی
سے کوئی دل چسپی نہ تھی۔ ترک موالاتیوں نے ان کے متعلق پیشہ ور کر رکھا
تھا کہ نعوذ باللہ وہ سرکارِ برطانیہ کے وظیفہ یاب ایجنٹ ہیں اور تحریک
ترک موالات کی مخالفت پر مامور ہیں..... تحریک ترک موالات
کے جوش میں تحقیق کا ہوش نہ تھا اس لئے ایسے افراد ہوں کو غلط سمجھنے کی
ضرورت محسوس نہ ہوئی لیکن جیسے جیسے شعور آ گیا، مذہبی تعصب اور
”تنگ دلی کا رنگ“ بلکے سے ہلکا ہوتا چلا گیا.....“

ملاحظہ ہو جہان سے رضا (از مجلس رضا) لاہور صفحہ ۱۲ مولانا محمد مراد جلد پستی
تاریخین کرام ان شہادتوں، حوالوں و عبارتوں سے ہجرت نہ کرنے، تحریک
خلافت، تحریک ترک موالات، سب کے متعلق حقیقت واضح ہو چکی ہے
مزید بحث کی ضرورت نہیں ہے ہم طوالت سے بچنا بھی مزوری خیال کرتے
ہیں۔ آپ کو خود فیصلہ کرنا ہے کون سیج ہے کون جھوٹا؟ (مولانا محمد
علی کل حالے)۔

باب دوم بجواب باب دوم

تاریخ کرام ظہیر نے صفحہ ۵ سے باب ثانی میں البریلویتہ و معتقداتہا یعنی
بریلویتہ اور اس کے معتقدات کے عنوان میں لکھا ہے کہ ان البریلویتہ لہا صاحب عقائد
خاصہ و معتقدات مخصوصہ بھا تکیز ہا عن الفراق الموجودہ
اس عربی عبارت میں بے ضمیر صاحب کی جہالت کی میں نشان دی کرتا ہوں اور وہ
یہ ہے کہ بھا تکیز ہا صیغہ باب فعیل کے مضارع کا واحد ثبوت غائب کا
ذکر کیا ہے اور اس سے پہلے بھا جابر محروم بھی لایا ہے، ہا ضمیر کا مرجع ہے معتقدات
اور ضمیر کے ساتھ بھی ہا ضمیر ثبوت کی لایا ہے جس کا معنی بتا ہے کہ ان معتقدات
کے ذریعہ بریلویتہ کو تیز دیتا ہے۔ اس پر معلوم نہیں ہوتا کہ کون تیز دیتا ہے یہاں
صیغہ تیز کی بجائے اصولاً تیز ہونا چاہیے تھا بغیر ہا کے جس کا مطلب یہ تھا کہ ان
معتقدات کی وجہ سے بریلویتہ دیگر فرقوں سے ممتاز ہوتی ہے مگر حامل تو حامل ہی ہوتا
ہے وہ نحوی یا صرفی قواعد کو کیا جانے مولوی عبدالرحمن مدنی کے بیان کے مطابق وہ
عربی جانتا ہی نہ تھا وہ تو مدنی صاحب کے تلامذہ سے لکھوا کر اپنے نام پر شائع کرا
دیتا تھا اور شہرت حاصل کرنے کے لئے مسجد میں آنے والے چھوٹے بچوں کا ہارا
لہتا تھا اور بچوں کو پیسے دے کر کہتا تھا کہ گلیوں بازاروں میں مجھے علامہ شہود کرو
نعرے لگواؤ، علامہ صاحب، علامہ صاحب، ملاحظہ ہو۔ حافظ عبدالرحمن مدنی
فاضل مدنیہ یونیورسٹی کا ایک مضمون جس کا عنوان ہے احسان الہی ظہیر کے لئے جیلینج
مقابلہ بجوالہ مفت روزہ اہل حدیث، لاہور شمارہ ۳، اگست ۱۹۸۴ء۔

اعتراف: - تاریخ کرام صفحہ ۵ میں لکھتا ہے کہ لہا تکیز ہا
عقائد ہا یا المعتقدات یہاں بھی معتقدات پر الزام لایا غلط ہے

صفات ہے اور صفات کو مصروف بالالزام لازم جائز نہیں ہے۔ التشیع
عقائد ہا یعنی بریلویوں کے عقائد تکیز ہا عقائد سے مشابہت رکھتے ہیں اور حقیقت
بریلویتہ تکیز ہا کے زیادہ قریب ہے نسبت تکیز ہا کے، اور معلوم نہیں ان میں سے
کون متاثر ہے ایک دوسرے سے۔

الجواب: - تاریخ کرام بے ضمیر صاحب کا یہ قول کا بالکل جھوٹ اور
خرافات سے زیادہ کچھ نہیں۔ اگر بے ضمیر کے کی مراد یہ ہے کہ بریلویوں کے تمام عقائد شیعہ
کے عقائد کے مشابہ ہیں تو یہ سراسر جھوٹ ہے جس کا ثبوت لابی قیامت تک بھی نہیں
دے سکتے۔ اگر مراد بعض عقائد میں مشابہت ہے تو پھر بعض میں مشابہت خود
نام نہاد اہل حدیثوں کی بھی اہل تشیع سے ثابت ہے، مثلاً وہ بھی خدا کو ایک مانتے
ہیں اور یہ بھی ایک مانتے ہیں، وہ بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا کا رسول مانتے
ہیں اور یہ بھی مانتے ہیں۔ وہ دین اسلام کو برحق مانتے ہیں، یہ بھی مانتے ہیں، وہ
بھی قیامت کو مانتے ہیں یہ بھی مانتے ہیں۔ وہ بھی ملائکہ کو مانتے ہیں یہ بھی مانتے ہیں
وہ بھی جنت و دوزخ کو مانتے ہیں یہ بھی مانتے ہیں۔ وہ بھی حشر و نشر کے قائل ہیں یہ بھی
قائل ہیں۔ اتنے مسائل میں اشتراک کے بعد بھی آپ جزوی مشابہت اہل التشیع
کا انکار کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ فہا ہو جو انکم فہو جو ابنا۔

اعتراف: - صفحہ ۵ میں ظہیر بے ضمیر کہتا ہے کہ بریلویوں کے عقائد دور
جاہلیت میں قبل از اسلام بھی موجود تھے۔ اور کچھ کو انہوں نے بت پرستوں اور
یہود و نصاریٰ سے لیا ہے اور ان کے عقائد خدا و رسول کی طرف سے مردود ہیں
جیسا کہ ان کا عقیدہ ہے کہ غیر اللہ سے مدد لینی جائز ہے اور یہ کہ رسولوں کو کثیر
نہیں مانتے ان کی بشریت کا انکار کرتے ہیں اور یہ کہ رسولوں کا امور غائب کو جاننا
مزدوری ہے اور یہ کہ رسول اللہ کی صفات اور قدرات اور تصرف وغیرہ میں

خدا کے شریک ہیں الخ

الجواب: اس جاہل عنید کی خباثت ملاحظہ ہو۔ کہتا ہے کہ ان کے عقائد اسلام سے قبل جاہلیت میں بھی موجود تھے۔ کیوں جناب کیا کوئی زمانہ جاہلیت میں نبی کو نور مجسم ماننا تھا، کیا کوئی اس وقت نبی کی بشریت کا انکار ہی تھا، کیا اس وقت کوئی نبی یا رسول کے لئے غیب کا علم ماننا تھا، کیا کوئی اسلام سے قبل نبی یا رسول کے لئے تصرف کی قدرت ماننا تھا، وہ تو نبوت و رسالت کو نہ مانتے تھے تو نبوت و رسالت کے کمالات کو کیونکر مان لیتا تھا؟ کس قدر جہالت کا مظاہرہ کیا ہے ظہر صاحب نے؟ باقی رہا یہ کہ ہم غیر اللہ سے مدد مانگنا جائز قرار دیتے ہیں تو اس کی تفصیلی بحث سابقہ صفحہ میں گزر چکی ہے جہاں ہم نے وہابیوں کے پیشواؤں کی کتابوں، نزل الابرار اور بدعتیہ المہدی سے بحوالہ صفحات نقل کیا ہے کہ حضور نے فرمایا ویرانے میں کچھ گم ہو جائے تو یوں پکارو یا عباد اللہ! اعینونی یا عباد اللہ! اعینونی۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو اور نواب صاحب نے مانا ہے کہ عباد اللہ سے مراد ملائکہ اور جنات ہیں۔ ظاہر ہے وہ بھی غیر اللہ ہی ہیں، عین اللہ نہیں ہیں۔

بشریت کا انکار اور جواب

اور ظہیر کے کا یہ کہنا کہ بریلوی رسول کو بشر نہیں مانتے، یہ سفید جھوٹ اور کجواس ہے ہم تو کہتے ہیں کہ نبیوں سے رسولوں کی بشریت قرآن و حدیث کی نفوس قلیہ سے ثابت ہے اس کا انکار کفر خالص ہے ہمارے بزرگوں کی کتابوں میں پوری وضاحت اور صراحت سے لکھا گیا ہے کہ نبی اور رسول، بشر اور انسان ہوتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت، مولانا مودودی، مولانا امجد علی اور دیگر اکابر کی کتابوں میں تفصیلاً مذکور ہے بہارِ شریعت، احکام شریعت، فتاویٰ رضویہ، نور العرفان کے صفحات میں

اس کا ثبوت موجود ہے۔ ہمارا چیلنج ہے وہابیوں کو کہ وہ ہمارے اکابر میں سے کسی ایک ایک قول معتبر کتاب سے دکھادیں جس میں یہ لکھا ہو کہ بریلوی مسک میں نبی یا رسول بشر نہیں ہوتے۔ تو بذریعہ عدالت دس ہزار روپے انعام حاصل کرنے کے مجاز ہو گئے۔ ثبوت بھی عدالت ہی میں پیش کرنا ہو گا اور عدالت بھی گوجرانوالہ کی ہو گی کیا ہو پت اور حوصلہ کریے گے کیا ہم امید رکھیں کہ ہمارا چیلنج قبول کرنے والا کوئی پڑا ہو گا؟

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

اور یہ کہنا ہے ظہیر کا کہ بریلوی رسولوں کے لئے علم غیب ضروری قرار دیتے ہیں تو جناب یہ وضاحت کیوں نہیں کی کہ بریلوی رسولوں کے لئے کون سا علم غیب ضروری قرار دیتے ہیں۔ مکمل محیط تفصیلی یا مطلق بعض یہ وضاحت کر کے عوام الناس کو غریب دینے کی ناکام کوشش کی ہے۔ اس کی پوری وضاحت علم غیب کی بحث میں انشاء اللہ تعالیٰ کی جائے گی۔ انتظار کریے۔

بہتانِ عظیم کا جواب

یہ کہنا ہے ظہیر کے کا کہ بریلویوں کے نزدیک رسول، اللہ کی صفات، قدرت تصرف وغیرہ میں خدا کے شریک ہیں تو یہ بہتانِ عظیم ہے اور اور افترا ہی ہے سفید جھوٹ ہے اگرکہ یہ ہے تو ہمارے اکابر کی کتابوں میں سے کسی ایک معتبر کتاب سے صحت ایک حوالہ دکھائیں جس میں یہ ہو کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ تعالیٰ کی صفات، قدرت، علم، تصرف وغیرہ میں اللہ کے شریک ہیں، ایسی ایک عبارت دکھادیں تو گوجرانوالہ کی کسی بھی عدالت میں ثبوت فراہم کر کے دس ہزار روپے کا انعام حاصل کر سکتے ہیں کیا چیلنج منظور ہے؟ اگر منظور ہے تو جلدی کرو عدالت کے

ذریعہ ہمیں طلب کرو ورنہ اجازت دو تا کہ ہم لعنتہ اللہ علی الکاذبین پر
کرم پر دم ہی کر دیں۔

افترض یہ بے ضمیر کا جھوٹ ہے۔ ائمہ صفحات میں نذر بشر کی بحث کے جواب
میں ہم اس پر انشاء اللہ اپنے اکابر کی کتابوں کے حوالہ جات سے ثابت کریں گے
کہ ہمارے اکابر میں سے اور ہم میں سے کسی نے بشریت کا انکار نہیں کیا اور نہ ہی کسی
نبی ولی کو خدا کی صفات میں خدا کا شریک قرار دیا ہے۔ ایسا عقیدہ ہمارے نزدیک
کفر خالص اور شرک جلی ہے۔

بے ضمیر کے اکابر اور جھوٹ

صفحہ ۵۶ پر لکھتا ہے کہ دوسری بات یہ ہے کہ ہم بریلویوں کے جو عقائد اس کتاب
میں نقل کریں گے تو وہ یا تو خود احمد رضا خاں کی کتابوں سے یا پھر ان کے اکابر کی
کتابوں سے نقل کر رہے گے۔ عام قلم کے بریلوی علماء سے نقل نہیں کریں گے تا کہ ہمارے
موقف میں کمزوری نہ پیدا ہو۔

الجواب :- یہ جھوٹ کا بادشاہ معلوم تھا ہے، ایسے جھوٹ بوتا ہے
کہ اس کے جھوٹ سے تو شیطان بھی پناہ مانگتا ہو گا۔ شیطان بھی کہتا ہو گا کہ یہ شخص
تو شیطنیت اور ابلیس میں مجھے بھی مات کر گیا ہے، مجھ سے بھی بہت اگے نکل گیا
ہے۔ اس جھوٹ کی دلیل یہ ہے کہ اس کے ثبوت میں ظہیر بے ضمیر صاحب ہمارے اکابر
کی کسی کتاب سے ایک عبارت بھی ایسی پیش نہیں کر سکے جس میں یہ ہو کہ حضور ﷺ
یا کوئی بھی نبی بشر اور انسان نہیں تھے یا نہیں ہوئے اور انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک
کوئی دلیلی دیو بندی کبھی بھی ایسی عبارت اکابر اہل سنت حنفی بریلوی کی کسی کتاب سے
پیش نہیں کر سکتے۔ نیز یہ کہ رسول یا نبی یا ولی خدا کی صفات میں خدا کے شریک ہیں

ایسی عبارت نہ پیش کر سکے ہیں اور نہ کر سکتے ہیں، پھر بھی دعویٰ ہے کہ ہم نے جو
کچھ نقل کیا ہے احمد رضا خان اور ان کے مسلک کے اکابر علماء کی کتابوں سے نقل
کیا ہے۔ لعنتہ اللہ علی الکاذبین۔

استغاثہ اور استعانت بغیر اللہ

فارغین کرام ظہیر بے ضمیر نے صفحہ ۵۷ سے صفحہ ۶۱ تک اعلیٰ حضرت عظیم البرکت
اور بعض دیگر اکابر اہل سنت حنفی بریلوی کے چند اقوال مذکورہ بالا عنوان میں نقل کئے
ہیں مثلاً یہ کہ استغاثہ اور استعانت بغیر اللہ کے ساتھ جائز ہے خواہ مستغاث
اور استعان زندہ یا دنیا سے وصال کر چکا ہو خواہ نبی ہو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اس میں ان کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ یہ حضرات قاضی الحاجات، دافع البلیات
شافی الامراض اور مشکل کشا میں۔ غوث اعظم بھی مشکل کشا میں۔ ایسے ہی مقتدو
اقوال یا شیخ عبدالقادر جیلانی شفاء اللہ۔ اور یاسید احمد بن علوان، یا علی بک اہل قزوین
سے بھی طلب استعانت و طلب حاجت کر سکتا ہے جیسا کہ فاضل بریلوی نے کہا کہ
اذ تحیر تلج فی الامور۔ اناستعینوا من اصحاب القبور، ایسے اقوال
کو نقل کرنے کے بعد ظہیر بے ضمیر صاحب نے صفحہ ۶۱ سے صفحہ ۶۵ تک قرآن کریم کی
چودہ عدد آیات اور ایک حدیث پیش کی ہیں۔ استغاثہ اور استعانت سے
شرک اور حرام و ممنوع ہونے پر عربی کا مدعا دینے اور کا بھی تعلق نہیں ہے کہ
جملہ آیات قرآنیہ بتوں اور بت پرستوں کے متعلق نازل ہوئی ہیں اس لئے
جن کا کوئی واسطہ اس موضوع سے نہیں ہے۔

قارئین محترم! ہمیں چونکہ اختصار مقصود و منظور ہے اس لئے ان آیات کو نقل کرنے کی بجائے صرف ان کی سورتوں اور آیت نمبر کا حوالہ دے کر جواب عرض کر رہے گے:-

- (۱) سورۃ فاتحہ (۲) سورۃ یسٰ آیت نمبر ۲۲ (۳) سورۃ فاطر آیت نمبر ۳۳ (۴) سورۃ فاطر آیت نمبر ۳۴ (۵) سورۃ اعراف آیت نمبر ۱۹ (۶) سورۃ العنکبوت آیت نمبر ۲۴ (۷) سورۃ شوریٰ آیت نمبر ۳۱ (۸) سورۃ النہر آیت نمبر ۳۸ (۹) سورۃ نمل آیت نمبر ۶۲ (۱۰) سورۃ اعراف آیت نمبر ۱۹۴ (۱۱) سورۃ العنکبوت آیت نمبر ۱۶ (۱۲) سورۃ النساء آیت نمبر ۱۵ (۱۳) سورۃ الاحقاف آیت نمبر ۵ (۱۴) سورۃ بقرہ آیت نمبر ۷۸ (۱۵) سورۃ النہر آیت نمبر ۱۸۶ (۱۶) سورۃ الفاتحہ

قارئین محترم ان آیات و دلائل کا جواب پیش کرنے سے پہلے ایک وضاحت ضروری ہے تاکہ قارئین غلط بحث کا شکار نہ ہو جائیں۔ بنا برہین ہم پہلے بھی عرض کر چکے ہیں اور اب بھی عرض کرتے ہیں کہ ہم اہل سنت حنفی بریلوی کا عقیدہ یہ ہے کہ انبیاء و اولیاء و خواہ بقید حیات ہوں یا وصال فرما چکے ہوں، سے استغاثہ و استغانت بطور توسل یعنی خدا کی مدد و عون الہی کا مظہر سمجھ کر اور وسیلہ مان کر مدد لینا اور مدد کے لئے پکارنا، مردمانگنا بالکل جائز و درست ہے۔ اس کو کفر و شرک و حرام قرار دینا باطل و مردود ہے۔ کیونکہ ان کو نہ تو حقیقی مستعان و مستغاث سمجھا جاتا ہے نہ حقیقی مددگار و مشکل کشا و حاجت رفا اور دافع البلاء ہی مانا جاتا ہے۔ ہمارے نزدیک حقیقی مستعان و مستغاث صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات بابرکات ہے لا غیر۔ اس عقیدہ کے ساتھ جب ہم کسی نبی یا رسول یا ولی کو مدد کے لئے یا کسی اور حاجت کے لئے پکارتے ہیں تو اس مقام پر غیر

کی طرف جو اسناد ہوتی ہے وہ حقیقی نہیں بلکہ مجازی ہوتی ہے اس لئے اس کو شرک یا کفر یا حرام قرار دینا بالکل غلط ہے۔ لہذا عنوان مذکور میں بے فہم صاحب نے ہمارے اکابر اور علماء کے جو اقوال نقل کئے ہیں وہ اسناد مجازی پر مبنی ہیں حقیقی پر مبنی نہیں اور اسناد مجازی کا قرنیہ حالیہ موجود ہے یعنی ہمارا الحمد للہ تعالیٰ مسلمان، مکملہ گو اور اہل ایمان کے گھروں میں پیدا ہونا قرنیہ حالیہ ہے جس کو رد نہیں کیا جاسکتا اور یہاں ان اقوال میں اسناد کے حقیقی ہونے پر زور دینا یہ تاویل بیکار و بیوقوفانہ بہ القائل کے متن میں آتی ہے۔ اور اگر اسناد حقیقی ہی مانا جائے تو بھی کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ اسناد حقیقی کی دو اقسام ہیں:-

۱۔ حقیقی ذاتی اور حقیقی عطائی حقیقی ذاتی صرف ذات باری تعالیٰ کے لئے مختص ہے جبکہ حقیقت عطائیہ ذات باری کے لئے محال اور مخلوق کے لئے ثابت ہے جیسا کہ قرآن کریم میں علم کی نسبت و اسناد بندہ کی طرف موجود ہے من عبادہ العلماء اور بلغ سلام علیہ وغیرہ میں ہے اسی طرح آنکارا سؤل سابلک لاھب لک غلام نہر کیاہ میں اھب واحد تکلم کا صیغہ ہے۔ ہبہ کرنے کی اسناد حضرت جبرائیل کی طرف ہے۔ یہ اسناد حقیقت عطائیہ پر مبنی ہے اور اسی طرح آئی ایتیک بہر قبل ان یوتہب الیک طوفانک (الایات) میں سے (تینان دلائل) کی اسناد حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر کی طرف ہے۔ یہ بھی حقیقت عطائیہ ہے۔ شرک یا کفر یا حرام تب جو جب اسناد کو حقیقتہ ذاتیہ پر محمول کیا جائے اور ایسا ہرگز سمجھی نہیں ہوا۔ لہذا ان منقولہ اقوال کو پیش سر کے ان کو کفریہ و شرکیہ پر ثابت نہیں کیا جاسکتا اور ان کو کفر و شرک ثابت کرنے کے لئے پیش کرنا پرلے درجے کی جہالت اور اتہائٹی درجہ کی بہت دھرمی ہے۔

آیات مذکورہ بالا کا جواب

قادر بنے کرام یہ شقاوت قلبی ہے کہ ظہر صاحب نے ان آیات سے ناکام استدلال کرنے کی کوشش کی ہے۔ کیونکہ ان آیات سے مدعا مذکور پر استدلال بچھڑا جو باطل و مردود ہے۔ اولاً اس لئے کہ ان آیات مبارکہ کا نزول بتوں کے حق میں ہے یہ آیات بتوں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں اور ہمارے نزدیک بتوں کی ماننا ہی کفر و شرک ہے چہ جائیکہ ان کو معبود یا مشکل کشا، حاجت روا، دافع البلاء وغیرہ مانا جائے یہ تو قطعاً شرک جلی کفر خالص ہے۔ بت نہ معبود ہو سکتے ہیں نہ مذکورہ صفات کے حامل ہو سکتے ہیں۔ عطائی طور پر بھی وہ ایسی صفات کے حامل قرار نہیں پاسکتے۔ ان میں یہ صلاحیت و استعداد ہی نہیں ہے۔ اس قابل ہی نہیں ہیں مگر انبیاء و اولیاء کو ان پر قیاس کرنا بھی پرے درجہ کی بد بختی ہے اور بد نصیبی ہے۔ بتوں کو پوسلہ ماننا بھی کفر ہے ان میں وسیع بننے کی صلاحیت بھی مفقود ہے ان کو مجازاً بھی مشکل کشا، حاجت روا، دافع البلاء ماننا اور کہنا غلط و کفر ہے اور مشرکین تو ان کی عبادت کے لائق بعزت مانتے جانتے تھے (العیاذ باللہ تعالیٰ)

تھانیا ان آیات قرآنیہ کو درجہ نبوت کے حق میں نازل ہوئی ہیں، انبیاء و اولیاء علیہم السلام پر منطبق کرنا خود بدعتی اور بدترین خلائق ہونے کی دلیل ہے۔ بخاری شریف جلد دوم صفحہ ۱۲۴ میں باب الخوارج میں جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول موجود ہے کہ اُولَئِكَ هُمُ الشِّرَازُ خَلَقَ اللَّهُ التَّطَلُّقَ إِلَى آيَاتِ هَازِلَتِ فِي الْكَفَافِ وَجَعَلَهَا عَلَى الْمُؤْمِنِينَ۔ وہ لوگ خدا کی مخلوق میرا بدترین ہے میں جیسا ایسی آیات کی طرف چلے گئے جو کفار کے حق میں یعنی بت پرستوں کے حق میں نازل ہوئی مگر انہوں نے ان کو اہل ایمان پر چسپاں کر دیا۔ یعنی جو آیات کفار و مشرکین اور

بہت پرستوں کے حق میں نازل ہوئی تھیں، جو لوگ ان کو اہل ایمان پر چسپاں کرتے
 ہیں وہ خدا کی ساری مخلوق میں بدتر ہیں۔

میں وہ حدیث کی ساری مکتوبات کے ساتھ ہر ایک پر
تفاریق کے کام میں بات حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں جو جلیل القدر صحابی رسول
ہیں اور بخاری کی روایت ہے جس کا صحت شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ اب آپ
خود غور کر لیں کہ وہ کون لوگ ہیں، کون کی جماعت و فرقہ ہے جو بتوں اور بت پرستوں
اور مشرکین و کفار کے حصے میں سے نازل ہونے والی آیات کو الیماں پر چسپاں اور
ٹٹ کرنے کی ناکام کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ وہ کون ہیں جو مشرکین کے پانچ غلو
بڑے بتوں یعوق، یغوث، نضر وغیرہ کے حق میں نازل ہونے والی آیات کو بغیرے پاک
کی ذوات قدسیہ پر خصوصاً اور دیگر اولیاء پر عموماً ٹٹ کر کے لوگوں کو بہکاتے اور گمراہ و
دین بناتے ہیں۔ سوائے وہابیوں، نجدیوں، ولی بندیوں کے کون ہے بلکہ مودیت وغیرہ
کا یہی شیوہ ہے۔ جناب عبداللہ بن عمر کے اس قول کا مصداق یقیناً یہی لوگ ہیں
خارج بھی اس کا مصداق ہیں اور یہ بھی اس کا مصداق ہیں۔ انبیاء و اولیاء کو بتوں
پر قیاس کرنے والے۔ اس حدیث کے مطابق بدتر سے خلائق ہیں ان کو اپنے اس
رویہ سے فوراً تو بکر کے غلامان انبیاء و اولیاء میں شامل ہو جانا چاہیئے ورنہ سزا میں
ان کا حشر قیامت کے دن کن کے ساتھ ہوگا۔

اعتراف :- یہ کہنا درست نہیں کہ یہ آیات بتوں کے حق میں نازل ہوئی ہیں۔ اس لئے بتوں کے علاوہ انبیاء و اولیاء پر فطرت نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ البتہ العوم الفاظ لائحہ من السبب مشہور قاعدہ ہے کہ اعتبار الفاظ کے علوم کا ہے مخصوص سبب اور شان نزول کا اعتبار نہیں ہوتا۔ ملاحظہ ہو نور الانوار و دیگر کتب اصول فقہ

الجواب :- اولاً اس قاعدہ مذکورہ سے استدلال کر کے بتوں کی آیات کو برہائے عموم الفاظ انبیاء و اولیاء پر فطرت کو بنا پرے درجہ کی جہالت کے علاوہ پرے

درجہ کی شقاوت بھی ہے کیوں کہ اس قاعدہ کو سمجھنے میں بھی بخدیش نے ٹھکر کھائی
جوان کا مقدر اور مقسوم رہی ہے وجہ یہ ہے کہ یہ قاعدہ وہاں پر چسپاں ہو گا جہاں
کسی قسم کا بت تراثی کر پوجا جائے جو بت مشرکین عرب نے دنیا بھر پر بوجا پور
کسی نئی دھات کا کسی ایسی نئی چیز کا بنایا گیا جس کا بت مشرکین عرب نے بنایا تھا
وہ چیز موجود نہ تھی اور اب وجود میں آئی اور اس کا بت بنایا کہ پوجا جانے لگا تو
بت کسی قسم کا ہو کسی بھی چیز کا ہو کسی بھی زمانے میں ہو، اس کے پوچھنے والوں پر یہ
آیات نٹ و چسپاں ہوں گی۔ یہ مطلب ہو گا العبرة العموم الا الفاظ لا العو
السبب کا۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ صرف ان بتوں اور بت پرستوں پر یہ آیات نٹ
آئی اور چسپاں ہوئی ہیں جو مندرجہ آ آیات کے موقع پر عرب کی سر زمین پر موجود تھے
اور جو بت بعد میں تراشتے گئے، معبود بنائے گئے، ان پر یہ آیات نٹ
اور چسپاں نہیں ہوں گی۔ یہ کہنا غلط ہے کیونکہ اعتبار عموم الفاظ کا مع اور عموم الفاظ
بعد میں بنائے اور تراشتے جانے والے بتوں کو بھی شامل ہے۔ لیکن ان آیات کو انبیاء
و اولیاء پر نٹ اور چسپاں کرنا بالکل غلط ہے۔ کیونکہ انبیاء و اولیاء کی جنس اور ہے
اور بتوں کی جنس اور ہے۔ دونوں میں جنس کے لحاظ سے بہت بڑا فرق ہے۔

شمالی عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول اس قاعدہ کے مقابلہ میں زیادہ اہم
اور زیادہ وزنی ہے اگر کوئی سمجھتا ہے کہ یہ قاعدہ اور یہ قول باہم متضاد اور متضاد
ہیں تو پھر قول صحابی رسول کو بہر حال اصول فقہ کے قاعدہ پر ترجیح دینا ضروری ہے
کیونکہ ارشاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ ہے صحابی کا لہجہ و لہجہ بالیہ و انتہا
اقتدار سے ان میں سے جس کی اقتداء کر دے ہدایت پاؤ گے، اور صراط مستقیم کی وضاحت کرتے
ہوئے آپ نے فرمایا انا علیہ و اصحابی یعنی صراط مستقیم میرا اور میرے

صحابہ کا راستہ ہے تو صحابی رسول یہ فرماتے ہیں کہ کفار و بتوں کی آیات کو اہل ایمان
و اہل سنت حنفی بریلوی پر چسپاں کرنے والے بدترین خلائق ہیں۔ لہذا ان وہابیوں
مخبروں کو تو بکر کے بدترین خلائق کے زمرے میں شامل ہونے سے بچنا چاہیے، خدا
ان کو ہدایت دے۔

اعتراف: ان آیات میں غیر اللہ کو پکارنے سے بھی منع کیا گیا ہے بلکہ پکارنے
کو شرک قرار دیا گیا ہے۔ لہذا انبیاء و اولیاء کو پکارنا بھی شرک ہے۔

الجواب: بے شک بعض آیات میں غیر اللہ کو پکارنا شرک دیا گیا
ہے مگر مطلقاً پکارنے کو شرک نہیں فرمایا گیا بلکہ خدا سمجھ کر یا خدا کا شریک سمجھ کر یا خدا کا
بٹیا سمجھ کر اور خدا کی طرح ذاتی، استقلال، علم و قدرت و تصرف کا مالک سمجھ کر پکارنا
شرک قرار دیا گیا ہے ایسے پکارنے کے شرک ہونے میں کیا شک ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ
اہل سنت و جماعت پر بریلوی کسی نبی یا ولی کو خدا کا شریک سمجھتے ہیں نہ خدا سمجھتے، نہ خدا

کا بٹیا، نہ خدا کی طرح ذاتی و استقلالی صفات کے مالک سمجھتے ہیں یہ اگر پکارتے
ہیں تو صرف اسناد مجازی کے لحاظ سے اور بطور توسل پکارتے ہیں، یعنی وسیلہ سمجھ کر
پکارتے تھے اور حقیقی مددگار، فریاد رس، مشکل کشا سمجھ کر نہیں پکارتے، ذاتی و
استقلالی مددگار نہ فریاد رس، مشکل کشا، حاجت روا، دافع البلاء صرف خدا کی ذات
کو سمجھتے ہیں۔ مجازی یا عطالی طور پر بھی جو قدرت و کمال ان کے انبیاء و اولیاء کے لئے
مانتے وہ بھی مشیت خداوندی کے تحت، بلکہ مشیت جزئیہ خداوندی کے تحت استے ہیں
ایک لمحہ کے لئے بھی ان حضرات کو خدا سے بے نیاز نہیں مانتے بلکہ مومن ہونے کے لئے
ہمارے اکابر کے نزدیک صرف عطالی صفات کا عقیدہ کافی نہیں بلکہ سرحد و وسعت
ان کو مشیت جزئیہ خداوندی کے تحت ماننا ضروری ہے۔ ایک لمحہ کے لئے اگر خدا کی
مشیت سے بے نیاز مانا تو کفر و شرک خالص خدا کی مشیت سے بے نیاز مانا تو کفر و

شُرک خالص ہو گا۔

مذہب پر رکھا ہے کہ اگر مطلقاً

پکارنے کو شرک قرار دیا جائے تو پھر حضرت نوح علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی شرک قرار دینا پڑے گا الیاذ اللہ تعالیٰ

نوح علیہ السلام فرماتے ہیں اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْسَ لَیْسَ اِلٰہًا تَقَرَّ اَنْ یَّہْدٰی
نہ وہ دن رات قوم کو پکارا ہے۔

ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے ذبح شدہ پرندوں کو پکارا ہے۔ ثُمَّ
اَوْصٰیہُمْ یَا تِیْنٰکَ سَعِیًّا پھر تو ان کو پکار وہ دوڑتے ہوئے آئیگے تیرے پاس۔
پھر خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مشرک ہونا بھی لازم آئیگا کیونکہ آپ نے
فرمایا یٰ اَیُّہَا الْکَافِرُوْنَ اے کافرو۔ پھر صحابہ کرام کا بھی مشرک ہونا لازم آئیگا
کیونکہ حدیث مسلم جلد ۲۴ ص ۴۲ میں ہے یٰ سَادُوْنَ یَا مُحَمَّدُ یَا سُرَّوْلَ اللّٰہِ
دو بار صحابہ پکارتے تھے اے محمد اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

پھر خود نواب صدیقی حسن خان بھوپالی کی نزل الابرار سے سابقہ صفحات میں
یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی نقل کیا گیا ہے جس کو گنگو سی صاحب
قتادی رشیدیہ میں اور قتادی صاحب نے نشر الطیب میں اور وحید الزماں نے ہدیۃ
المہدی میں نقل کیا ہے اس میں حضور خود فرماتے ہیں کہ تم یوں پکارو یا عباد اللہ
اعینونی یا عباد اللہ اعینونی اے اللہ کے بندو میری مدد کرو اے اللہ کے بندو
میری مدد کرو۔ ان سب حضرات کا مشرک ہونا لازم آتا ہے اس لئے ضروری ہے ان
آیات میں پکارنے سے مراد مطلقاً پکارنا نہیں بلکہ ایسا پکارنا مشرک ہے جو خدا یا خدا کا
شریک اور خدا کی سی ذاتی و استقلال صفات سے متصف ماننے کے پکارنا ہو
اور سے ہو یا نزدیکی سے، حاضر ہو یا غائب، زندہ ہو یا وفات یافتہ، فرشتہ ہو یا

جن یا انسان الغرض اگر اس کو حقیقی اور مستقل وبالذات مددگار اور مشکل کشا رحمت
وافع البلاء وغیرہ سمجھ کر پکارتا ہے تو یہ شرک جلی اور کفر خالص ہے اور پکارتا ہے مگر خدا
کی مخلوق و بندہ سمجھ کر اور عطا کی کمالات کے ساتھ ساتھ پر ان اس کو خدا کی مشیت جزئیہ
کے ماتحت سمجھ کر تو اس میں کفر و شرک کا کوئی شائبہ تک نہیں ہے یہ عین ایمان اور
خالص توحید رحمان ہے اس کو بھی شرک و کفر قرار دینا تو حیدر شیطانی کا جذبہ اور کجکاری اور
پیشہ ہے۔ غلط سوانح کتب غالی انان و انانہ اور ان جہتی وقت و مکان کی تائید و تائید کا یہ نہیں ہو سکتا کہ

یاد رکھئے اللہ تعالیٰ جو کسی مخلوق کو کوئی کمال عطا فرماتا ہے تو اس کے متعلق صرف یہ
اعتقاد و مومن ہونے کے لئے کافی نہیں کہ یہ کمال اللہ کا دیا ہوا ہے اتنی بات تو مشرکین بھی
اپنے معبودوں کے حق میں تسلیم کرتے تھے بلکہ مومن ہونے کے لئے ضروری ہے کہ عطا
خداوندی کا عقیدہ رکھتے ہوئے یہ اعتقاد بھی رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کمال کسی مخلوق
کو عطا فرمایا ہے وہ عطا کر کے بعد حکم خداوندی، ارادہ اور مشیت ایزدی کے ماتحت ہے
پر ان خدا تعالیٰ کی مشیت اس کے ساتھ متعلق ہے اور اس بندے کا ایک ان کے لئے
بھی خدا تعالیٰ سے بے نیاز اور مستغنی ہونا قطعاً محال اور ممتنع بالذات ہے۔ مختصر یہ کہ
مخلوق کا ہر کمال اور بندے کی ہر صفت کے متعلق مومن کا یہی اعتقاد ہے کہ یہ کمال اور
یہ خوبی اللہ کی دی ہوئی ہے اور یہ بندہ اپنے کمال و خوبی میں علی الاطلاق مشیت جزئیہ کے
ماتحت ہے اور کسی حال میں معبود حقیقی سے مستغنی اور بے نیاز نہیں ہے۔ الحاصل
بندے کو کسی امر میں اللہ تعالیٰ کی مشیت جزئیہ کے ماتحت نہ سمجھنا یا اس کو کسی حال میں
کس اعتبار سے اللہ تعالیٰ سے مستغنی اور بے نیاز قرار دینا شرک جلی اور کفر خالص
ہے۔ الخ ص ۱۵

آیات منقولہ کا قدسے تفصیلی جواب

قارئین کرام قبل از یہ بندہ نے آیات منقولہ کے اصولی جوابات پیش کئے ہیں مگر

مزدوری معلوم ہوتا ہے یہاں پر آیت کا علیحدہ مگر مختصر جواب بھی عرض کر دیں
ہمارے مخالفین کے لئے انکار کی گنجائش نہ رہے۔ لہذا ذیل میں یہ جوابات عرض کئے
جاتے ہیں۔

پہلی آیت۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْذُ پیش کی گئی ہے جس کا جواب
یہ ہے کہ یہاں استعانت سے مراد حقیقی مدد ہے مجازی نہیں۔ دوسرا یہ کہ مستقل اور بالذات
مدد کی صفات باری کی گئی ہے۔ مجازی یا عطائی کی نہیں کی گئی ہے اور اس بات کی دلیل
یہ ہے کہ قرآن کریم میں ہے وَ اجْعَلْ لِّيْ مِثْلَ مَا كُنْتُ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا یعنی دعا
کرے کہ اے اللہ میرے لئے کسی گمراہ بادشاہ بنا۔ اگر غیر اللہ کو مددگار بنانا شرک ہوتا
تو بدعتانہ کی جاتی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی طرف سے کسی کو اپنا مددگار ماننا
بھی شرک نہیں اور یہ بھی ثابت ہوا کہ اللہ کی عطا سے خدا کے بندے مددگار ہو سکتے ہیں
اب ظاہر ہے کہ اگر وہاں سے مراد حقیقی اور استقلالی و ذاتی مدد و اندلی جائے تو
پھر مذکورہ آیت اور ایسی دیگر آیات میں تعارض و ناقض ہو جائے گا۔ اس لئے
مزدوری ہے کہ تطبیق یوں دی جائے کہ آیت ناغہ کو حقیقی اور استقلالی و ذاتی پر محمول
کیا جائے اور دوسری آیتوں کو عطائی و مجازی پر عمل کیا جائے۔ اور بعض مفسرین کرام
نے فرمایا ہے کہ بخصک بالاستعانت فی العبادات یعنی ہم تجھ سے عبادتوں
پر مدد کی درخواست کرتے ہیں یعنی یہاں صرف عبادت کرنے کی توفیق دینا مراد ہے لا غیر
اور سورہ سبأ کی آیت میں مِنْ دُوْنِیْ اللّٰہِ سے مراد بت ہیں۔ کیونکہ اس آیت
میں ہے لَا یَسْتَعِيْذُوْنَ مِنْ مَّتَالٍ دَرَسَاتٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ کَرٰہِیْنِہٖ سَیِّئٰتِ
آیت میں جبکہ مِنْ دُوْنِیْ سے تعبیر کیا ہے ان کی یہ صفت بتائی ہے کہ وہ زمین و آسمان میں
ایک ذرہ کے بھی مالک نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ یہ صفت انبیاء و اولیاء کی نہیں ہو سکتی۔
کیونکہ وہ تو دنیا میں ضرور کسی زکسی چیز بلکہ بہت سی اشیاء کے مالک تھے یہ کیسے ہو

سکتا ہے کہ ایک عام انسان تو متعدد اشیاء کا مالک ہو اور انبیاء و اولیاء کسی چیز
کے مالک نہ ہوں۔ اس لئے یہ واضح قرینہ مقابلہ ہے کہ مراد بت ہی ہیں جو واقعی کسی
چیز کے مالک نہیں ہوتے اور یہی جواب سورہ فاطر کی آیت نمبر ۱۴۲ کا ہے کیونکہ
اِنَّ یْنَ یَّہِیْءُ لَکُم مِّنْ قَیْطِیْمٍ قَرِیْنٍ ہے امر مذکور کا اور سورہ فاطر
کی آیت نمبر ۲۸ کا جواب یہ ہے کہ اس میں یَدْعُوْنَ بمعنی تَعْبُدُوْنَ ہے یعنی
مطلق پکارو مراد نہیں بلکہ عبادت مراد ہے جو ہمارے خلاف نہیں کیونکہ ہم خدا کے سوا
کسی کو لائق عبادت نہیں مانتے اور اسی طرح سورہ اعراف اور رعد کی آیت نمبر ۱۹ اور
آیت ۲۴ میں بھی دعا سے مراد عبادت ہے یا عبادت کے لائق جان کر پکارنا ہے اور سورہ
شوریٰ کی آیت نمبر ۲۱ میں مِنْ دُوْنِیْ اللّٰہِ سے مراد غیر اللہ نہیں بلکہ وہ غیر اللہ ہے
جس کو خدا کے مقابلہ میں دوست و مددگار سمجھا گیا ہو۔ اور ظاہر ہے کہ خدا کے مقابلہ
میں کسی کو اپنا دوست اور مددگار قرار دینا شرک جلی و کفر خالص ہے۔ اسی طرح سورہ
زمر کی آیت نمبر ۳ میں بھی مِنْ دُوْنِیْ اللّٰہِ سے مراد اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں
کسی کو مددگار سمجھ کر پکارنا ہے جو شرک یقیناً شرک ہے قرینہ اس کا آیت میں یہ
الْفَاوِیْہِ اِنَّ اَکْثَرَ اَکْثَرِیْ اللّٰہُ یُضِلُّہُمْ ہَلْ هُنَّ کَاشِفَاتُ الْغَمِّ اَوْ اَمَّا دُنِیْ بِرَحْمَتِہٖ
ہَلْ هُنَّ مَسْکٰتٌ رَّحِیْمٰتٌ۔ یعنی اگر خدا مجھے ضرور دنیا چاہے تو کیا یہ مورتیاں
اس کی دی ہوئی تکلیف کو دور کر سکتی ہیں؟ یا اگر خدا مجھے اپنی رحمت میں لیتا چاہے
تو کیا وہ مورتیاں خدا کی رحمت کو روک سکتی ہیں۔ یہاں یہ الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ مراد غلط
کے مقابلہ میں کسی کو اپنا مشکل کشا سمجھ کر پکارنا ہے۔ مزید یہ کہ یہاں هُنَّ ضمیر جمع
مؤنث کی ہے جس کا مرجع مورتیاں ہیں نہ کہ انبیاء و اولیاء، اگر انبیاء و اولیاء مراد ہوتے
تو هُنَّ ضمیر کی بجائے هُمْ ضمیر جمع مذکر کی لائی جاتی۔ ضمیر مؤنث کو لانا قوی قرینہ مقابلہ
ہے کہ مراد یہاں مورتیاں ہیں اور سورہ نمل کی آیت نمبر ۶۲ میں بھی اَللّٰہُ اور خدا کا

جہاں کہ بچا رہے گا ذکر ہے کیونکہ قرینہ یہ ہے کہ اللہ مع اللہ مذکور ہے یعنی ساتھ
 ہی وصف الوعظ کا ذکر ہے۔ اور سورہ اعراف کی آیت نمبر ۱۹ میں تدعون لئلی
 تعید وئلی ہے یعنی دعاء سے مراد عبادت ہے محض بچا نکرا دینا ہے اور پھر یہاں
 عباد سے مراد ملک ہیں یعنی ایسے بت جو مشرکین کے ملک کہہ سکتے تھے یعنی وہ بت بھی
 تمہاری طرح ملک ہیں جو ملک پر وہ عبادت کے لائق کیونکہ ہو سکتا ہے، اور سورہ
 رعد کی آیت نمبر ۱۶ میں وئلی وئلی سے مراد اللہ کے مقابلہ میں دوست بنانا
 ہے یعنی کیا تم نے خدا کے مقابلہ میں ایسے لوگوں کو دوست یا مددگار بنالیا ہے جو اپنے
 نفع و نقصان کے بھی مالک نہیں یہاں بھی بت ہی مراد ہیں یا پھر خدا کے مقابلہ میں
 دوست بنانے کی مذمت ہے۔ اور سورہ النساء کی آیت نمبر ۵۷ میں بھی مراد مورتیاں
 ہیں۔ کیونکہ صاف طور پر لفظ انا ثا مذکور ہے جس کا معنی مؤنث ہے۔ پھر اس
 میں شیلانا مرید کا جملہ بھی قرینہ ہے کہ مراد انبیاء و اولیاء نہیں ہو سکتے کیونکہ انبیاء
 و اولیاء کو شیطانا مرید قرار دینا کفر خالص ہے اور سورہ احقاف کی آیت نمبر ۵
 میں بھی یحییٰ سے مراد یحییٰ وئلی ہے یعنی مطلق بچا نکرا دینا بلکہ عبادت کے لائق
 سمجھ کر بچا نکرا دینا ہے جو یقیناً شرک خالص ہے۔

تاریخ حزم ناچیز نے ایک ایک آیت کا الگ الگ جواب بھی عرض کر
 دیا ہے۔ غور فرمائیں پھر بندہ کے حق میں صرف دعاء خیر کر دینا کہ اللہ تعالیٰ اس تحریر کو
 مقبولیت عائد نصیب فرمائے اور ساتھ ہی بندہ کی بھات کا ذکر لکھ بھی بنائے آمین
 یا رب العالمین۔

حدیث کا جواب

تاریخ کرام ص ۶۲ پر ایک حدیث پیش کی گئی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

نے ابن عباس سے فرمایا اذ اسألت فاسئل اللہ، کو اذا استغثت فاستغث
 باللہ جفت القلم لبعانت لافس۔۔۔۔۔ الخ یعنی حضور نے فرمایا ابن عباس
 جب سوال کرنا چاہے تو خدا سے سوال کر اور جب مدد مانگنا چاہے تو بھی خدا سے مدد
 مانگ قلم خشک ہو گئی ہے۔ اس چیز کے ساتھ جس سے تولنے والا ہے اگر تساری
 مخلوق کو اس بات کی دعوت دے کہ وہ تجھے نفع پہنچائے تو نہیں پہنچا سکتی مگر وہی
 جو اللہ نے تیرے لئے لکھ دی ہے اور اگر ساری مخلوق تجھے ضرر دینا چاہے تو نہیں دے
 سکتی مگر وہی جو اللہ نے تجھ پر لکھ دی ہے۔

الجواب :- اس حدیث کو اگر توکل پر محمول نہ کریں تو پھر یہ خود دہلیوں و غلبوں
 کے بھڑکات کی حثی ہے کیونکہ بالکل خدا کے غیر سے سوال متع کیا گیا ہے تو پھر خدا پر ہے
 امریکہ، برطانیہ، فرانس وغیرہ مغربی ممالک سے مدد کا سوال بھی کیا اور مدد بھی مانگی، تو اس
 طرح اسی حدیث کی خلاف ورزی قرار پائے گی، پھر ان دہلیوں نے انگریز کو درخواست
 دے کر اپنے لئے دہلی کا نام منسوخ اور اہل حدیث کا نام الاٹ کرانے کی درخواست
 کر کے بھی حدیث کی خلاف ورزی کی ہے، پھر یہ حدیث مطلق ہے لہذا انافوق الاسباب
 استغاثت غیر سے جائز ہوگی اور نہ ہی ماتحت الاسباب حالانکہ ان کے بزرگ خود
 کہہ چکے ہیں کہ :-

”ابن قیّم مدد سے تقاضی شوکاں مدد سے، حوالہ پہلے گزر چکا ہے۔ کیا یہ حدیث
 مذکور کے خلاف نہیں ہے؟ لھذا ہے۔“

”لو آپ اپنے دام میں شکار آگیا ہے“

باقی رہا اعلیٰ حضرات کا فرمانا اذا تحیرتھم فی الامور فاستعینوا بمن

اصحاب القیوم (الامن والعلیٰ صف ۴) تو اس کا جواب یہ ہے کہ بے حزم صاحب نے

یہاں اپنی فطری بددیانتی کا مظاہرہ کیا ہے۔ اور اس لئے کہ اذا تحیرتھم فی الامور

..... الا یہ صرف اعلیٰ حضرت کا قول نہیں بلکہ علامہ احمد بن محمد شہاب خفاجی علیہ الرحمۃ کا ہے جس کو انہوں نے عنایت القاضی و کفایتہ الراعی میں امام حجت الاسلام محمد غزالی اور امام فخر الدین رازی نے نقل فرمایا ہے۔ بنا بریں امام خفاجی کے علاوہ امام غزالی اور امام رازی کا بھی یہ قول ہے۔ صرف اعلیٰ حضرت کا قول ظاہر کرنا بددیانتی پر مبنی ہے۔ ثانیاً یہ کہ اعلیٰ حضرت تو صرف ناقل ہیں اور اصول مناظرہ کے مطابق ناقل پر اعتراض غلط ہے جن کی اصل عبارت ہے ان پر اعتراض کرنا چاہیئے۔

تھا اعتراض تو کرتا امام خفاجی پر !!

نہ امام غزالی پر اور نہ ہی امام رازی سے پر

یہ کہاں کا انصاف ہے، بات تو ایک ہی ہے جس کی وجہ سے اعلیٰ حضرت کو شرک یا بدعتی قرار دیا جاتا ہے جبکہ امام غزالی، امام رازی، امام خفاجی کا ذکر تک نہیں کرتا یہ کوئی انصاف نہیں ہے اگر الیاء کو شرک یا بدعت ہے تو صرف بریلویوں کو ہی نہیں بلکہ ان جلیل القدر اماموں کو بھی شرک و بدعتی قرار دینا ہو گا۔ ازلیس فلیس۔

ثالثاً اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے تفسیر بیضاوی شریف کے حوالے سے فالمدارات امراء کی دوسری تفسیر نقل کی تھی کہ او صفات النفوس الفاضلۃ حال المفامرتہ الری اقنال، فتنتشط الی عالم المملکوت و تسبح فیہ فستبق الی فطائر القدس فتیصر لشر قہا و فیتھا من المذہبات یعنی فالمدارات امراء کی ایک تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اولیاء کرام کی ارواح کا ذکر فرماتا ہے کہ جب وہ ارواح اپنے مبارک بدنوں سے جدا ہوتی ہیں تو بقوۃ تمام عالم بالا کی طرف سبک خراہی اور دریائے ملکوت میں شناوری کرتی ہیں تو پھر فطیر کئے قدسی تک تیزی سے رسائی پاتی ہیں۔ پھر اپنی بزرگی اور قوت کے باعث جہان میں کاروبار عالم کے تدبیر کرنے والوں میں شامل ہو جاتی ہیں۔ یعنی یہ کہ اولیاء کرام کی ارواح بعد

صرف فرماتی ہیں اور جہاں میں کاموں کی تدبیر کرتی ہیں۔ اس تفسیر کی تائید میں علامہ خفاجی نے امام غزالی اور امام رازی کا یہ قول اذ تجبر تمھم فی الامور فاستعینوا من اصحاب القبور نقل فرمایا تھا مگر بے ضمیرے کا ضمیر اتنا مر جکا تھا کہ اس قول کو صرف اعلیٰ حضرت کی طرف منسوب کر دیا نہ آئمہ مذکورینے کا ذکر کیا نہ قاضی بیضاوی کی تفسیر سے نقل کردہ عبارت کا جواب دیا۔ جواب تو کیا دیتا عبارت کا ذکر تک نہ کیا آخر کیا وجہ ہو سکتی ہے اس تمام کارروائی کی۔ سوائے اس کے کہ یا تو جواب دینے کی ہمت نہ سمجھی یا پھر یہ کہ ان کا ذکر کیا تو اعلیٰ حضرت کے موقف کی تائید ہو جائے گی اور ان کے موقف کو تقویت ملے گی۔ اس طرح بریلویت کی مزید تائید ہو جائے گی۔

تاریخ کرام آخر اس منقولہ عبارت میں اور نواب صدیق حسن خان بھوپالی پیشوائے اہل حدیث نام نہاں کی نزل الابرار کی گذشتہ صفحات میں نقل کردہ روایت و حدیث یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی میں کیا فرق ہے معنوی طور پر تو کوئی فرق نہیں ہے اصحاب قبور بھی غیر اللہ ہیں اور یہ عباد اللہ بھی غیر اللہ ہیں غیر اللہ ہونے میں تو کوئی فرق نہیں ہے۔ اگر اصحاب قبور کو پکارنا ان سے استعانت کرنا شرک ہے تو ان عباد اللہ کو پکارنا اور ان سے اعانت کی درخواست کرنا بھی شرک ہی ہو گا۔ اگر یہ شرک نہیں تو وہ بھی شرک نہیں ہے۔ شرک ہونے کے لئے صرف یہ ضروری ہے کہ غیر خدا کو خدا یا اس کا شریک یا خدا جیسی صفات استقلال و ذاتی کے ساتھ متصف مانے خواہ وہ غیر زندہ ہو یا مردہ، قریب ہو یا بعید، حاضر ہو یا غائب، فرشتہ ہو یا انسان یا جن، ہر حال میں شریک ہو گا۔ یہ تفریق جہالت ہے کہ وہ ملائکہ ہوں یا جنات ہوں یا رجال الغیب ہوں تو پکارنا اور مدد مانگنا شرک نہیں ہے اور نہ ہی بدعتی یا بدعتی ہو تو شرک ہے۔

انبیاء و اولیاء کی قدرت اور اختیارات

تاریخ کرام اس عنوان میں نام نہاد علامہ تلہیر نے انبیاء و اولیاء کی قدرت و تصرف و اختیارات کے موضوع پر گفتگو کی ہے۔ اس سلسلہ میں پہلے ہم اپنا عقیدہ واضح کرنا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ غلط بحث بھی نہ ہو اور کوئی بے فہمرا اپنے خبیث باطنی سے کام لے کر عوام کو دھوکہ فریب دینے میں کامیاب بھی نہ ہو سکے۔

ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ انبیاء و اولیاء دو دیگر مقررین بارگاہِ ایزدی یا ذن اللہ اور بعطاء اللہ قدرت، تصرف و اختیار کے مالک ہیں۔ ذاتی، استقلال قدرت، تصرف و اختیار صرف ذاتِ باری تعالیٰ کا خاصہ ہے کسی اور کے لئے اس کا ماتنا شرک ہے۔ باذن اللہ اور بعطاء اللہ ان کی شایان شان قدرت، تصرف، اختیار ماتنا شرک نہیں ہے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ اسناد کی دو قسمیں ہیں۔

حقیقی کہ جس کے ساتھ مسند الیہ حقیقتاً منصف ہو۔ اور مجازی کہ کسی علاقہ سے غیر متصف کی طرف نسبت کر دیں جیسے نہر کو جاری اور جالس نعینہ کو متحرک کہتے ہیں۔ حالانکہ حقیقتاً آب و کشتی جاری و متحرک ہیں۔ پھر حقیقی بھی دو قسم پر ہے ذاتی کہ خود اپنی ذات سے عطا ہے غیر ہوا و عطائی کہ دوسرے نے اسے حقیقتاً منصف کر دیا ہو خواہ وہ دوسرا منصف کہتے والا، خود بھی اس وصف سے منصف ہو جیسے واسطہ فی الثبوت میں ہوتا ہے یا نہیں یعنی خود منصف نہ ہو جیسے واسطہ فی الاثبات میں ہوتا ہے (الاعن والعلیٰ صفحہ قرآن کریم میں انسانوں کو الہی العلم۔ علامہ ابنی اسرائیل بعض انبیاء کی نسبت لفظ وارد ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہاں علم کی اسناد و نسبت غیر خدا کی طرف حقیقی بھی ہے اور عطائی بھی ہے۔ کیونکہ یہ حضرات صفت علم سے حقیقتاً منصف ہیں نہ کہ مجازاً خدا نے خود اپنی ذات کو بھی علم فرمایا ہے۔ متعدد جگہ قرآن میں ظاہر ہے۔ یہاں اسناد

حقیقی ذاتی ہے نہ عطائی۔ وہاں یہ تجزیہ چونکہ یہ فرق نہیں کر سکتے اس لئے ان تمام امور کو استغنائت و امداد و علم غیب و تصرفات و نذا و سماع وغیرہا کو مسائل بشر کیہ قرار دے دیجئے ہیں جو ان کی جہالت و سہٹ و دھرمی کا نتیجہ ہے۔ تنزیہ کیا یہی اور اللہ سے خالی نہیں نسبت و اسناد، حقیقی عطائی ہے یا از انجا کہ حضور حبیب و وسیلہ واسطہ دفع البلاء ہیں۔ لہذا نسبت مجازی رہی حقیقی ذاتی حاشا کہ کسی مسلمان کے قلب میں کسی غیر خدا کی نسبت اس کا خطرہ گزرے۔ ملاحظہ ہو الامن والعلیٰ صفحہ ۱۱۔

حضرت علامہ تقی الدین لبکی علیہ الرحمۃ جن کو وہابیوں کا پیشوا میاں نذیر حسین دہلوی بالاتفاق مجتہد مانتے رہے ہیں۔ وہ شفاء السقام صفحہ ۵۱ میں فرماتے ہیں کہ لیس المسلمان نسبتاً الیہی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الی الخلق والاشکال بالافعال منذر الانقصیدۃ مسلمہ و صرف الکلام الیس ومنہ من باب التلبیس فی السدین۔ یعنی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مدد مانگنے کا مطلب یہ نہیں کہ حضور خالق و فاعل مستقل ہیں۔ یہ تو کوئی مسلمان المودہ نہیں کرتا تو اس معنی پر کلام کو قبول کرنا اور حضور سے مدد مانگنے کو شرک یا حرام قرار دینا تلبیس شیطانی ہے۔

تاریخ کرام یہاں وضاحت ہو گئی ہے کہ یہ جو کچھ انبیاء و اولیاء کے لئے مانتے ہیں وہ یا تو حقیقت عطائیہ و باذن اللہ مانتے ہیں یا اسناد مجازی کے طور پر۔ واسطہ جان کر مانتے ہیں نہ کوئی ذاتی کمالات کے مالک۔

اب خود دیوبندیوں اور وہابیوں سے یہ سوال بھی کر سکتے ہیں کہ جب تمہارے نزدیک ان مقررین خداوندی کو حاجت روا، مشکل کشا، دفع البلاء وغیرہا ماننا شرک ہے کیونکہ یہ صفات ذاتِ باری کا خاصہ ہیں۔ اس لئے ان کو کسی اور کے لئے عطائی طور پر ماننا بھی شرک ہے تو بتاؤ وجود یعنی موجود ہونا خدا کی صفت ہے یا نہیں اگر کہو نہیں تو یہ کفر خالص ہے۔ اگر کہو یہ بھی خدا کی صفت ہے تو پھر بتاؤ انبیاء و اولیاء

ملائکہ جنات وغیرہ مخلوق خود تم بھی موجود ہو یا نہیں اگر کہو موجود نہیں تو سفید جھوٹ ہوگا۔ اگر کہو موجود ہیں تو وصف وجود میں تم نے ساری موجود مخلوق کو خود اپنے آپ کو خدا کا شریک بنا لیا ہے۔ پھر تم کیوں مشرک نہیں ہوئے کیا وصف وجود ذات باری کی وصف نہیں یقیناً ہے تو پھر تمہارا مشرک ہونا لازم آتا ہے۔ فہما چو ابکہ فہو جوابنا۔ اگر کہو کہ یہ وصف ذات باری کا خاصہ نہیں تو یہ بھی غلط ہے خاصہ تو ہے وجود ذاتی واستقلال تو صرف ذات باری کا خاصہ ہے۔ باقی ساری کائنات کا وجود عطائی اور باذن اللہ ہے اگر وجود میں یہ دو اقسام ذاتی و عطائی استقلال و غیر استقلال بالواسطہ و بلاواسطہ مانتی جاسکتی ہیں تو دیگر اوصاف میں ان اقسام کو ماننے کی صورت میں کون سی خدائی کون سا کفر لازم آتا ہے، کون سا استحلال شرعی یا عقلی لازم آتا ہے۔ فہما ہو جا ابکہ فہو جوابنا۔

اس وضاحت کے بعد ہم نام نہاد علامہ ظہیر بے ضمیر کے انعامات و افتراات اور اعتراضات اور دلائل کے جوابات عرض کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق اذینق اور عون رفیق سے۔ انشاء اللہ تعالیٰ

بہتانات و افتراات کا جواب

قارئین کرام ظہیر صاحب صفحہ ۶۵ پر لکھتے ہیں کہ بریلویوں نے اللہ تعالیٰ کو معطل اور معزول کر دیا ہے۔ اختیار، قدرت، اقتدار سے اور یہ کہ اللہ کی قدرت اور اختیارات ان کے زعم میں ابیاد و علما و اولیاء کی طرف منتقل ہو گئے ہیں اور خدا کے پاس کوئی چیز باقی نہیں رہی سو غیرہ وغیرہ من الخرافات الوہابیۃ الملعونۃ اور یہ کہ خدا کے لئے خالص عبادات بھی نہیں رہیں ان عبادات میں بھی انبیاء اور اولیاء شریک ہیں۔ (رفعوا باللہ تعالیٰ من ذلک الخرافات المختلفۃ من الوہابیۃ،

صفحہ ۶۶ بریلویہ

الجواب: قارئین کرام یہاں ہم مجبور ہیں کہ ضروریہ طرحیں کہ لعنت اللہ علیٰ الوہابین المفسدین۔ یہ تینوں باتیں جو ظہیر نے اہل سنت حنفی بریلوی کی طرف منسوب کی ہیں۔ سراسر سفید جھوٹ ہیں۔ کہو اس کے سوا کچھ نہیں ہیں ہمارے بزرگوں میں سے کسی نے بھی کہیں نہیں لکھا کہ خدا معطل اور معزول ہو چکا ہے، خدا کی قدرت، اختیار، تصرف، انبیاء و اولیاء کی طرف منتقل ہو چکا ہے اور انبیاء و اولیاء عبادات میں خدا کے شریک ہیں اگر یہ الفاظ بعینہ کوئی دہائی نجدی ہمارے اکابر کی کتابوں میں سے کسی ایک کتاب سے عدالت میں دکھادیں تو عدالت کے ذریعہ پانچ ہزار روپے الغام بذریعہ عدالت حاصل کرنے کا مجاز ہے۔ یہ ہمارا چیلنج ہے ان وکیلوں کو جو نام نہاد علامہ ظہیر بے ضمیر کے گردیدہ ہیں جو البریلویہ کو لاجواب تصور کرتے ہیں کیا سمجھتے اور جو صد کر کے عدالت میں جا میں گئے کیا پادار چیلنج قبول کرتے ہیں، کیا مناظرہ کی جرأت ہے؟

انشاء اللہ تاقیامت یہ حوصلہ اور سمجھت نہیں کر سکیں گے۔ لکھتا ہے کہ میں اکابر بریلوی سے ہر بات نقل کروں گا۔ اور دکھاؤ یہ میں باقی اعلیٰ حضرت نے یا کسی اور نے اکابر میں سے کہاں لکھی ہیں۔ اس صفحہ ۶۶ پر کوئی حوالہ نہیں دیا بلا حوالہ یہ باتیں منسوب کر دی ہیں کیا اب بھی سفید جھوٹ ہونے میں کوئی شک رہ گیا ہے؟

قدرت و تصرف و اختیارات انبیاء کی نفی کے دلائل

قارئین کرام نام نہاد علامہ ظہیر نے البریلویہ کے صفحہ ۶۶ پر نو عدد آیات قرآنیہ پیش کی ہیں جن کی تفصیل یہ ہے کہ:-

سورہ عنکبوت آیت ۶۰ اور سورہ الملک آیت نمبر ۱، سورہ المؤمنون آیت ۱۷، سورہ یسین آیت نمبر ۸۲، سورہ الذاریات آیت نمبر ۵۸، سورہ ہود آیت نمبر ۶، سورہ نساء آیت نمبر ۳۶، سورہ آل عمران آیت نمبر ۶۲، ان تمام سورتوں کی آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی چند صفات کا ذکر کیا گیا ہے۔ مثلاً صفت امانت و امامت و صفت ملکیت و صفت رزاقیت و صفت قوت و صفت ابتداء و ملک و استغناء ملک اور صفت تدبیر و اعطاء و غیرہ۔ ظاہر ہے ان اوصاف کی اسناد ذات باری تعالیٰ کی طرف اسناد حقیقی کے طور پر ہے اور یہی خاصہ ہے ذات باری تعالیٰ کا اور حقیقت بھی ذاتی ہے عطائی نہیں۔ یعنی حقیقت اور بالذات و بالا استقلال اللہ تعالیٰ ہی ان صفات کا مالک اور ان سے متصف ہے اگر ان میں سے کسی ایک صفت کی نسبت اور اسناد غیر خدا کی طرف ہوگی خواہ نبی کی طرف یا ولی کی طرف خواہ فرشتے کی طرف یا جن کی طرف یا کسی اور کی طرف تو وہ اگر حقیقی ہے تو عطائی ہوگی اگر حقیقی نہیں تو مجازی ہوگی۔ بہر حال ذاتی و استقلال نہیں ہو سکتی۔ ان صفات کو ذات باری کا خاصہ ذاتی و استقلال کی حیثیت سے ہی کہا جاسکتا ہے۔ لہذا ان آیات کو اہل سنت حنفی بریلوی کے خلاف پیش کرنا قطعاً جہالت اور پرے درجہ کی حماقت ہے۔

اور صفحہ ۶ پر سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۱۳ وَكَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً (الابتداء) کو نقل کر کے یہ تاثر دینا ہے کہ بریلویوں نے اختلاف کیا اور گمراہ ہو گئے، تو جو باعرض ہے کہ بریلویوں نے اختلاف نہیں کیا۔ اختلاف تو وہابیوں، نجدیوں، دیوبندیوں، ندویوں، مودودیوں وغیرہ نے کیا ہے جو اہل سنت سے ٹکڑ کر کے فرقے بنا کر بیٹھ گئے ہیں۔ خصوصاً نام نہاد اہل حدیث جنہوں نے سرکار انگریزی سے اپنے لئے اہل حدیث نام الاٹھ کر لیا ہے جس کا باحوالہ ذکر قبل ازیں گزر چکا ہے۔

اسی صفحہ ۶ پر قرآن کریم کی سورہ کہف کی آیت نمبر ۱۰۱، ۱۰۲ کو نقل کر کے

یہ تاثر دیا ہے کہ یہ بریلوی خنساء میں ہیں یہ جو کچھ شہ کبیر بدغنیہ افعال کرتے ہیں ان کو اچھے گمان کرتے ہیں۔ مگر قارئین کرام یہ ظالم خود آیت کریمہ کے مصداق ہیں کیونکہ یہ اہل حق اہل سنت پر اس آیت کو ٹٹ کر رہے ہیں۔ حالانکہ یہ آیت بھی بتیستوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے یا کفار کے حق میں اور جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ارشاد کے مطابق اگر جو بخاری سے قبل ازیں نقل کیا گیا ہے، ایسے لوگ جو نبیوں اور بت پرستوں کے حق میں نازل ہونے والی آیات کو اہل ایمان پر چسپاں اور ٹٹ کرتے ہیں وہ بدترین مصلحت ہیں۔

اور صفحہ ۶ پر سورہ کہف کی آیت نمبر ۱۰۱، ۱۰۲ اَفَحَسِبَ الَّذِينَ كَفَرُوا اَنْ يَتَّخِذُوا عِبَادِي مِنْ وُقُوٰى اَوْ لِيَالِ اِلٰهِيْتُمْ كُوٰشٍ كَرِهَتْ اَنْ يُنَادَّيْتُمْ كُنَا چاہتا ہے کہ اولیاء اللہ کو مددگار وغیرہ ماننا کفر و شرک ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں ان کافروں اور مشرکوں کا ذکر ہے جو معبودان باطلہ بتوں کو خدا کے مقابلہ میں اپنے مددگار مانتے تھے۔ اور خدا کے مقابلہ میں کسی کو اپنا دوست مددگار وغیرہ سمجھنا خالص اور شرک جلی ہے۔ الحمد للہ تعالیٰ کوئی سستی، حنفی، بریلوی، مسلمان کسی نبی، ولی، غوث، قطب یا فرشتے یا جن کو خدا کے مقابلہ میں نہ دوست سمجھتا ہے نہ مددگار بلکہ اس عقیدہ کو ہم شرک جلی اور کفر خالص قرار دیتے ہیں۔ حبیب اکبر مارے اکابر کی کتابوں سے ظاہر ہے۔

نام نہاد علامہ کا خط

قارئین کرام صفحہ ۶ سے صفحہ ۸ تک نام نہاد علامہ ظہیر نے جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:- (۱) فاضل بریلوی کہتا ہے کہ تمام جہاں کی چابیاں حضور کے ہاتھ میں ہیں اور وہ کل کے مالک ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے نائب اکبر ہیں اور وہ کلمہ کل کے

مالک ہیں۔

۲۔ اور ان کے بیٹے نے باپ کی تائید کرتے ہوئے لکھا کہ جس کو جو کچھ ملتا ہے وہ حضور ہی سے ملتا ہے۔ تمام چابیاں آپ کے ہاتھ میں ہیں۔ خزانہ خداوندی سے جو کچھ ملتا ہے آپ کے ہاتھ سے ملتا ہے اور آپ جو کچھ کرنا چاہتے اس کے خلاف نہیں ہوتا، پھر فاضل بریلوی نے کہا حضور بیماریوں سے شفا دیتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ

۳۔ حضور جو چاہتے ہیں، دیتے ہیں جس کو چاہتے ہیں دیتے ہیں، اسی طرح حضور غوث پاک کے لئے بھی کچھ کلمات کا استعمال ہوا ہے، بعض دیگر بزرگوار کے لئے بھی ایسے الفاظ ذکر کئے ہیں جن میں عجیب و غریب افعال کی نسبت و اسناد ان کی طرف کی گئی ہو۔ قارئین کرام یہاں جو کچھ بھی ظہیر نے نقل کیا ہے جس قدر الفاظ و کلمات اعلیٰ حضرت یا آپ کے بیٹوں یا خلفاء اور آپ کے ماننے والوں سے نقل کئے ہیں ان سب کی بنیاد اسناد مجازی پر ہے۔ یا اگر حقیقی بھی ہے تو عطائی ہے۔ اسناد حقیقی ذاتی اور استقلال کی بنیاد پر کوئی کلمہ استعمال نہیں کیا گیا اس لئے ان کلمات کو کفریہ، شرکیہ قرار دیکر غالباً کلمات کو کافر یا مشرک ٹھہرانا خود کافر و مشرک ہونے کے مترادف ہے۔ ہم قبل ازیں غیر مقلدین و مایہ نجد یہ کے اکابر نواب صدیق حسن خان اور علامہ وحید الزماں کی کتابوں نزل الابرار اور مدتیہ المہدی سے بحوالہ صفحات، سابقہ صفحات میں نقل کر چکے ہیں کہ یہ دونوں یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ بوقت شکل دیرانے میں سواری یا کسی چیز کی گمشدگی کے موقعہ پر لوں پکارے یا عباد اللہ عینوتی۔ یا عباد اللہ عینوتی۔ اے اللہ کے بند و میری مدد کرو۔ اے اللہ کے بند و میری مدد کرو۔ بلکہ یہ بھی بحوالہ نقل کر چکے ہیں کہ ابن قیم

مدد سے قاضی شوکان مدد دے یہاں مدد کرو کی نسبت و اسناد عباد اللہ اور ابن قیم اور قاضی شوکان کی طرف کی گئی ہے۔ اگر یہاں اسناد کو حقیقی ذاتی پر محمول کریں گے تو کفر خالص اور شرک جلی لازم آئے گی۔ اگر اسناد کو مجازی یا حقیقی عطائی پر محمول کریں گے تو کوئی خرابی لازم نہیں آئے گی۔ اسی طرح اعلیٰ حضرت یا دیگر اکابر اہل سنت حنفی بریلوی کی جو عبارات، اشعار، کلمات ظہیر صاحب نے نقل کئے ہیں وہ ان بھی اسناد مجازی یا حقیقی عطائی مدد سے اس لئے ذکر کیے نہ شرک، نہ حرام ہے نہ مکروہ۔ اسناد کی اس تفسیر کو نظر انداز کرنے کی صدرت میں نواب صدیق حسن خان اور علامہ وحید الزماں اور ابن قیم مدد سے قاضی شوکان مدد سے کہتے والوں کو بھی کفر خالص اور شرک جلی کے مرتکب قرار دینا اور تسلیم کرنا پڑے گا۔

راذلی سے نقل ہے، -

ط لو آپ اپنے دام بن صیاد آگیا

غیر اللہ کی طرف اسناد مجازی اور اسناد حقیقی کے دلائل

۱۔ وَمَا كَانَتِ الْمَلَائِكَةُ لِعَذَابِكُمْ أَنْتَ قِيلَهُمُ اللَّهُ تَعَالَى ان کافروں کو عذاب نہ دے گا جب تک تو ان میں تشریف نہ فرماے۔ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور کی موجودگی کافروں سے بھی دافع بلا کا ذریعہ اور وسیلہ تھی۔

۲۔ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ۔ ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے اور ظاہر ہے کہ سب جہانوں کے لئے رحمت ہونا سبب و وسیلہ ہے دفع بلا و رحمت کا۔

۳۔ وَكَوْنُ أَهْلِهَا إِذَا ظَلَمُوا أَلْفُسَهُمْ جَاؤُكَ فَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ
۱۵ اَسْتَغْفِرُكُمْ اللَّهُ الرَّسُولُ يُوْحِيْدُ وَاللَّهُ تَوَّابًا مِّنْ حَيْثُ

اور اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اسے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو آپس میں جہانوں اور پھر
خدا سے بخشش مانگیں اور رسول بھیجے گا کہ خدا سے بخشش مانگے یعنی سفارش دعا کرے،
تو خدا کو بہت توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا پائیں گے۔ اس آیت
میں بھی حضور علیہ السلام کو بخشش و معفرت کا وسیلہ نبایا گیا ہے۔ ان تین
عدد و آیات قرآنیہ سے آپ کا بارگاہِ خداوندی میں ذریعہ و وسیلہ دفعِ بلیات
و شفاء امراض اور حل مشکلات ہونا ظاہر و ثابت ہے جس کا انکار قرآن کا
انکار ہے اس لئے واسطہ اور وسیلہ جان کر چکا زنا، مدر ما گنا بالکل جائز ہے۔
اور یہی کچھ مراد ہے ان عبارات و اشعار و کلمات میں جن کو ظہیر بن بکر نے گذشتہ
صفحات میں نقل کر کے اپنے بحث باطنی کا اظہار کیا ہے۔

براہِ راست غیر خدا کی طرف کسی فعل کی اسناد
کے دلائل

۱۔ مَا تَقْسَمُوا إِلَّا أَنْ أَغْنِيَنَّكُمْ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فُضْلِهِ۔

ترجمہ :- اور ان کی قسمیں نہیں لگیں گے کہ اللہ اور اس کے رسول نے
ان کو غنی و دولت مند کر دیا اپنے فضل سے۔ اس آیت کریمہ میں اغنا کی نسبت
و اسناد اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول دونوں کی طرف کی گئی ہے۔ یعنی یہ فرمایا
کہ ان کو اللہ نے غنی کر دیا اور ان کو اللہ کے رسول نے غنی کر دیا ہے۔ اب ظاہر
ہے کہ اغنا کی اسناد خدا کی طرف اسنادِ حقیقی بھی ہے اور ذاتی بھی ہے۔ لہذا
خدا کی اسناد حضور کی طرف کی گئی، ظاہر ہے کہ جس نسبت سے اسکی اسناد خدا کی طرف
کی گئی ان اس نسبت سے حضور کی طرف نہیں کی گئی۔

۲۔ وَكَوْنُ أَهْلِهَا إِذَا ظَلَمُوا أَلْفُسَهُمْ جَاؤُكَ فَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ
۱۵ اَسْتَغْفِرُكُمْ اللَّهُ الرَّسُولُ يُوْحِيْدُ وَاللَّهُ تَوَّابًا مِّنْ حَيْثُ

خسبنا اللہ سیدنا اللہ میں فضلیہ و رسولیہ الخ
اور خوب ہوتا اگر وہ راضی ہو جائے خدا اور رسول کے دیئے ہوئے پر اور کہتے
کہ اللہ ہمیں کافی ہے اب دے گا ہمیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اور اس کا
رسول دہیں اس آیت کریمہ میں اثبات اور یقین دہانی یعنی دینے کی نسبت و اسناد
اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول دونوں کی طرف کی گئی ہے۔ ظاہر ہے کہ خدا کی طرف یہ
اسناد حقیقی اور ذاتی ہے اور حضور کی طرف مجازی یا حقیقی عطائی ہے اس سے
ثابت ہوتا ہے کہ برائے مجاز یا برائے حقیقت عطائیہ اللہ کے رسول کی طرف
دینے، عطا کرنے کی نسبت و اسناد بالکل جائز اور قرآن سے ثابت ہے۔
۳۔ اَنَا رَسُولُ إِلَيْكَ لَأَهْبَ لَكَ غُلَامًا شَرِيًّا۔

قول جبرائیل علیہ السلام ہے کہ اے مریم علیہا السلام میں تیرے رب کا رسول ہوں
تجھے پاک بیٹا دینے آیا ہوں۔ یہاں بخشے اور دینے کی نسبت و اسناد جبرائیل علیہ السلام
نے اپنی طرف کی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ نسبت و اسناد یا تو مبنی بر مجاز ہے یا مبنی
بر حقیقت عطائیہ ہے۔ حقیقی یا حقیقت ذاتیہ پر مبنی نہیں ہے۔ ثابت ہوا کہ
اس طرح غیر خدا کی طرف نسبت کرنا جائز و درست ہے شرک نہیں ہے۔
۴۔ اَلْعَمَّ اللَّهُ عَلَيْنَا وَ اَلْنَعْمَتُ عَلَيْنَا۔ اللہ نے اسکو نعمت بخشا اور اے
بنی تو نے اسے نعمت عطا کی یہاں نعمت فرما کر انعام کرنے کی اسناد حضور
کی طرح بھی کی گئی ہے۔

۵۔ وَ اَتُوبُ اِلَیْكُمْ وَالْاَبْرَصَ وَ اُحْيِ الْمَوْتِی بَارِئُ عَلَیْہَا ابراہیم
شفارینے اور احیاء یعنی مردے زندہ کرنے کی نسبت و اسناد حضرت علی

علیہ السلام نے اپنی طرف کی ہے۔ بلکہ دوسری جگہ قرآن میں خود خدا نے بھی یہی
الاکسیر والابترجی اور تخریج الموقتی فرما کر ابراہ اور اخیار کی اسناد حضرت
علی علیہ السلام کی طرف فرمائی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ اسناد یا تو یقینی برائی ہے
یا یقینی حقیقت عطا ہے بہر حال حقیقت ذرا تیر پر مبنی نہیں ہے۔

تاریخ کرام یہ کچھ عدد آیات پر اکتفا کر رہا ہوں۔ اختصار کے پیش نظر ورنہ
مزید متعدد آیات قرآنیہ اور بے شمار احادیث نبویہ اس موضوع پر پیش کی جاسکتی ہیں۔
جن کو زیادہ تفصیل کی ضرورت ہو وہ اعلیٰ حضرت کی کتاب "الامن والاعلیٰ اور سلطنت
مصطفیٰ کا مطالعہ ضرور کرے بہت نائدہ ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اعتراف: ابراہ اور اخیار کی اسناد جناب علی علیہ السلام کی طرف بطور معجزہ
ہے جس سے کسی اور کے لئے اثبات درست نہیں ہے۔

الجواب: ہم نے یہاں یہ ثابت کیا ہے کہ غیر خدا کی طرف احیاء و ابراء جیسے
افعال کی اسناد و نسبت بھی کی گئی ہے۔ قطع نظر ضرورتی اس کے کہ وہ معجزہ ہے یا نہیں
بہر حال معجزہ ہونے کا انکار نہیں مگر کم از کم یہ تو معلوم ہو گیا کہ یہ شرک نہیں کیونکہ جو چیز
شرک و کفر ہے وہ معجزہ نہیں ہو سکتی اور بطور معجزہ اس کا توحید سے ممکن نہیں ہے جو شرک
ہے وہ بہر حال میں ہر زمانے ہر ایک کے لئے ہر ایک سے شرک ہے وہ کبھی تو عہد و پیمان
اور معجزہ یا کرامت نہیں ہو سکتی۔ اتمام حجت کے لئے چند مسلم بنی الفرقین اکابر کی عبارات
ملاحظہ ہوں:-

۱۔ حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ اپنے قصیدہ الطیب النعم اور اس کے ترجمہ میں
فرماتے ہیں کہ بنظری دید مرا اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ جائے دست زدن
اندگین است در ہر شدتے صفحہ ۱۳۱۔

یعنی میری نظر میں حضور ہی غم زدوں کی حالت پناہ اور ہر مشکل میں پناہ گاہ ہیں۔ پھر

فرماتے ہیں کہ جائے پناہ گرفتار بندگان و گریہ گاہ ایشان در وقت خوف ایشان روزے
قیامت۔ یعنی آپ ہی قیامت والے دن خوف کے وقت پناہ کی جگہ ہیں۔ مزید فرمایا کہ
نافع ترین ایشان مردمان رانزدیک بہجوم حوادث زمان۔ یعنی حوادث کے وقت لوگوں
کو بہتر نفع دینے والے۔ مزید فرمایا اے بہترین عطا کنندہ والے بہترین کسیک امید منت
شود برائے اذامہ مصیبت۔ یعنی اے بہترین عطا کرنے والے اور اے وہ بہترین مصیبت
کے دور کرنے کی جس سے امید رکھی جاسکتی ہے۔ مزید فرمایا تو پناہ دہندہ از ہجوم کردن سے
مصیبت۔ یعنی آپ مصیبتوں کے ہجوم سے پناہ دیتے والے ہیں۔ صفا پر فرماتے ہیں ہذا
کنہ خوار و ذار شدہ با خلاص و رضا جات و پناہ گرفتار باین طریق اے رسول خدا عطا
ترا میجو اہم روز حضرت الی قولہ صفا الموقتی پناہ از ہر بلا تسوئے تسست۔ اور حضور کو ندا کرے
یعنی پکارے انتہائی خواری و زاری اور خلوص کے ساتھ مناجات میں اور پناہ مانگے اس طرح
کہ اے رسول خدا میں تیری عطا چاہتا ہوں قیامت کے دن۔ تو ہی پناہ گاہ ہے ہر بلا اور ہر
مصیبت سے۔ ان تمام عبارات میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضور کو ہر مصیبت
اور ہر مشکل میں پناہ گاہ بھی کہا۔ نافع ترین بھی کہا، عطا کرنے والا، دینے والا اور مصیبت
ٹالنے والا۔ مصیبت سے پناہ دہندہ بھی کہا اور یہ بھی کہا حضور کو ندا کرے پکارے عاجزی
و زاری کے ساتھ، اے رسول میں تیری عطا چاہتا ہوں بروز حضرت۔ اگر الیا کہنے شاہ
ولی اللہ صاحب مشرک نہیں ہو گئے۔ تو اعلیٰ حضرت اور ان کے عقیدت مند سابقہ اشعار
و کلمات کی بنیاد پر کہیں کہ مشرک ہو سکتے ہیں۔ اگر ان کو مشرک کہنے پر اصرار ہے تو یہ فتنہ
ولی اللہ کو بھی مشرک قرار دینا ہوگا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

۲۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ درین جا است تصرف در
دنیا دادہ و استعراق انہا بحیثیت کمال وسعت تدارک انہا نافع توجہ بایست
نمی گردد و اوایں تحصیل مطلب کالات باطن از انہا می نماید و در باب حاجات

و مطالب حل مشکلات خود از آنہا می طلبند و می یابند۔ صفحہ ۲۸ یعنی بزرگان دین و اولیاء کرام دنیا سے انتقال کرنے کے بعد ان کے تصرفات کا ذکر کرتے ہوئے شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اکابر اولیاء کو دنیا میں تصرف کرنے کا کمال وسیع دیا گیا ہے اور ان کے تدارک اسی طرف توجہ سے مانع نہیں ہوتے اور یہی نسبت رکھنے والے مطلب اور باطنی کمالات ان سے حاصل کرتے ہیں بلکہ ان کی حاجات اور ان کی مشکلات انہی سے حل ہوتی ہیں۔ فرماتے ہیں کہ امور تکوینیہ را با نشان و البستہ میدانہ و فاعل و درود، صدقات و نذرنامہ ایشان لایح و محمول گردیدہ چنانچہ جمیع اولیاء اللہ ہمیں محالہ است۔ ملاحظہ ہو تفسیر عزیزی صفحہ ۲۸۲، اور متحدہ اشاعتیہ صفحہ ۳۹۶، صفحہ ۳۹۷ یعنی حضرت علی و ان کی اولاد پاک کو ساری اُمت (اکثر امت) پیروں سے اور مرشدوں کی طرح مانتے اور صدقات اور نذر و نیاز ان کے نام کی عام معمول ہے اور امور تکوینیہ کو ان کے والقیہ مانتے ہیں۔ ۳۔ حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ اپنی کتاب "انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں دعاء" سیبانی کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ:-

"ناد علی سعادت باریا سہ باریا یکبار بخواند و آن این است"

ناد علیاً مظہر العجائب متحدہ عونائک فی الزواجب
کل ہمت و عیشم سیخبل بولایک یا علی یا علی یا علی

یعنی سات بار یا نین بار یا ایک بار پڑھے۔ اس دعاء سیبانی کو جو یہ ہے۔ پیکار علی کو جو عجائب کے مظہر ہیں۔ پائے گا تو ان کو اپنے لئے مشکلات میں مددگار ہر غم و مصیبت کھل جائے گی تیزی مدد کے ساتھ اے علی اے علی اے علی، اے علی۔ یہ دعا حضرت شاہ محمد گویا رسی علیہ رحمۃ اللہ باری کے جو اہر خمسہ سے ماخوذ ہے جس کے پڑھنے کو شاہ صاحب اور شاہ صاحب کے بارہ عدد جلیل القدر اساتذہ کرام

جن سے شاہ صاحب اکثر سلاسل حدیث لیتے رہے ہیں وہ بھی ان کو پڑھتے اور پڑھاتے تھے گویا یہ الفاظ شرک ہیں اور بولنے والا مشرک ہے تو شاہ صاحب ان کے بارہ اساتذہ گرامی قدر کو بھی مشرک اور حضرت گویا رسی کو بھی مشرک قرار دینا ہو گا۔ ان کے ساتھ ساتھ شاہ عبدالعزیز صاحب کو بھی مشرک ٹھہرانا ہو گا۔ کیونکہ وہ بعد از وفات بھی اولیاء کرام کے لئے تصرف کا اقرار کرتے رہے ہیں۔ اور نواب صاحب اور علامہ وحید الزماں اور تقاضوی صاحب کے حوالوں سے یا عباد اللہ اعین فی یا عباد اللہ اعین تو بھی پہلے نفل کیا جا چکا ہے۔ اگر یہ شرک ہے تو پھر کوئی بھی محفوظ نہیں رہ سکتا ہے نہ کوئی دیکھو نہ دیکھو نہ اہل سنت کا اور اس کا بطلان واضح ہے۔

(وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ عَلٰی تَوَالِکَ)

تاریخ کرام علیہ صاحب نے بزم خویش جس قدر کلمات و جملے و الفاظ اعلیٰ حضرت یاد کیا کہ برک کتابوں سے نفل کئے ہوئے گذشتہ صفحات میں اول تو ہمارے اکابر نے حوالہ جات و عبارات نقل کی ہیں اور اکثر و بیشتر پر روایات و احادیث کے الفاظ نقل کئے ہیں مگر ان دلائل و عبارات و روایات کا ظہیر صاحب نے ذکر تک نہیں کیا۔ رد کرتا تو دلائل کا جواب بھی دیتا۔ مگر ایسا کرنا اس کے پس کی بات ہی نہ بنتی۔ اسی لئے نہ کر سکا۔

ثانیاً اعلیٰ حضرت نے جو بات کہی ہے باحوالہ کہی ہے اور باحوالہ نقل کی ہے اور اگر یہ کفر یہ یا شرک ہیں تو پھر ان حضرات کے بارے میں کچھ نہ کہنا جن سے نفل کی ہیں اور جن کی اصل عبارات ہیں۔ ان کے متعلق بات تک نہ کرنا۔ یہ کہاں کی انصاف پسندی ہے۔ بھائی اگر یہ شرک ہے یا کفر ہے تو اس کی لپیٹ میں صرف ناقص ہی کو کیوں آتا ہے منقول عنہم بھی تو لپیٹ میں آئے گا۔ تمہارے اپنے اہل حق

ان کے متعلق کیوں چپ سادھ رکھی ہے، خاموش کیوں ہو۔؟
 ان پر بھی فتویٰ لگایا جائے، ان کو کیوں معاف کرتے ہو؟ کیا قرآن و حدیث
 کی تعلیم یہ ہے کہ اپنے کفر و شرک میں مبتلا ہوں، تو ان کا کفر و شرک بھی کافور سمجھ لیا
 جائے۔ اور دوسروں سے سرزد ہونے والے کافور کو بھی کفر و شرک بنا لیا جائے۔
 کیا یہ "اتَّخَذُوا أَحِبَّاءَهُمْ وَرَحِبَاءَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ"
 کی عملی تفسیر نہیں ہے۔ کیا یہ تفریق یہود و نصاریٰ کی معنوی ذریت ہونے کی
 دلیل نہیں ہے۔ سچ ہے "مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ"

نوٹ:-

کتاب تبار کا پہلا حصہ دو باب پر مشتمل ہے۔ دوسرا حصہ تیسرے باب سے
 شروع ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

پاک سائز میں انتخابِ نعت!!

اردو پنجابی۔ نعتوں کا مجموعہ

ترتیب:- محمد منور حسین عبیدی

ہدایہ - ۶/- روپے

صفحات - ۶۴

عنقریب شائع ہو رہی ہے

پتہ:- غوثیہ کتب خانہ - اردو بازار - گوہر انوالہ



منتظم المدارس کورس

طلیاء و طالبات کے لئے دینی مدارس کی درسی
 کتب پر مشتمل مکمل کورس دستیاب ہیں۔
 آج ہی طلب و سرمائیں۔

اسلامی، اصلاحی، تبلیغی تقریروں کا بہترین مجموعہ تحفۃ الاولیاء عظیم

(حصہ اول)

- اسلامی سال کے مہینوں کی مناسبت سے بارہ خطبات
- ہر خطبہ قرآن و حدیث - تاریخ و تصوف کی روشنی میں
- ہر خطبہ عالماتہ خطیبانہ اور دلائل و مسائل سے بھرپور
- بہترین کتابت مسس۔ جازبِ نظر ٹائٹل
- عنقریب منظرِ عام پر آ رہا ہے

ملنے کا پتہ

غوثیہ کتب خانہ - مغل مارکیٹ اردو بازار گوہر انوالہ

عمرِ سایہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)

معروف شاعر و ادیب محمد خالد جہاڑی کی علمی و تحقیقی تصنیف جس میں کتبِ کثیرہ سے واضح کیا گیا ہے کہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہیں تھا۔ خوبصورت ڈائٹیل صفحات ۲۲۔ ہدیہ ۳ روپے

عظمتِ امام حسین (رضی اللہ عنہ)

اور
حادثہ کربلا کا اصلی لسنظر (ترجمہ)
از قلم مولانا محمد اسماعیل نقشبندی صاحب

صفحات ۹۶ ہدیہ ۱۰ روپے

پیدائشِ مولا کی دھوم (صلی اللہ علیہ وسلم)

(از قلم مولانا محمد سرور قادری گندوی) صفحات ۴۴۔ ہدیہ ۶ روپے

ملنے کا پتہ
غوثی بک خانہ۔ مغل مارکیٹ اردو بازار گوہر انوالہ

نورانی حکایات

مرتبہ :- علامہ محمد منشا تالیش قصوری صاحب

مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

ہدیہ ۲۵/- روپے

صفحات - ۲۰۰

تحقیق نماز جنازہ

معروف بہ: ”وہابیوں کا جنازہ“

از قلم :- شیخ الحدیث علامہ مولانا مفتی غلام فرید صاحب رضوی ہزاروی

صفحات ۶۴ - خوبصورت ٹائٹل - ہدیہ ۱۵/- روپے

”افکار شاہ ولی اللہ اور مسک اہلسنت“

تألیف :- مولانا محمد عبد المجید رضوی صاحب

صفحات ۶۴
ہدیہ ۱۵/- روپے

مشہور و معروف اردو پنجابی نعتوں کا مجموعہ :-

فیضانِ حلیب - (مرتبہ محمد منور حسین مجیدی)

صفحات ۶۴
ہدیہ ۹/- روپے

ناشر :- غوثیہ کتب خانہ - مغل مارکیٹ اردو بازار گوجرانوالہ